

اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنہ غیر مقلدین
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

مجموعہ مقالات

امیر الہند حضرت مولانا سید سعید الدین اعظمی مدنی است براہم

جلد اول

کی زیر صدارت
”تحفظ سنت کا فروغ“
میں شریعت کے
مقالات کا مجموعہ



ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان، پاکستان

© 061-540513

- ★ خطبہء صدارت
- ★ اجماع و قیاس کی حجیت
- ★ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ
- ★ مسئلہ تقلید قرآن و حدیث کی روشنی میں
- ★ فقہ حنفی اقرب الی الصواب ہے
- ★ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت
- ★ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین
- ★ شریعت میں صحابہ کرامؓ کا مقام
- ★ اور غیر مقلدین کا موقف
- ★ صحابہ کرامؓ کے بارے
- میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنہ غیر مقلدین
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

مجموعہ مقالات

جلد اول

غیر مقلدین کی شرائطیوں اور ان کی طرف سے اسلاف امت و فقہائے کرام کی توہین پر مبنی لٹریچر کی اشاعت پر اکابرین دارالعلوم نے اُمت مسلمہ کے دینی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ۳۰ مئی ۲۰۰۱ء کو دہلی میں امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی زامت برکاتہم کی صدارت میں "تحفظ سنت کانفرنس" کا اہتمام کیا جس میں مشاہیر علماء نے متعلقہ موضوعات پر مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں چند قراردادیں پاس کیں جو باقاعدہ سعودی عرب کی حکومت کو بھیجی گئیں۔ جس پر حکومت سعودیہ نے الحمد للہ مثبت رد عمل کا اظہار کیا ہے ہم اس کانفرنس میں پڑھے جانے والے تمام مقالہ جات اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر اکابرین امت کے افادات اور اس کے علاوہ دیگر کئی متعلقہ نایاب دستاویزات کو جدید ترتیب کے ساتھ مجموعہ مقالات کے نام سے عوام و خواص کے فائدہ کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

چوک فوارہ ملتان پاکستان
فون: 540513

ادارۃ تالیفات اشرافیہ



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب.....مجموعہ مقالات (جلد اول)
 تاریخ اشاعت طبع اول.....صفر ۱۳۲۳ھ
 تاریخ اشاعت طبع الثانی.....ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ
 ناشر.....ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
 طباعت.....سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت
 ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے
 ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان۔۔۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
 مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور۔۔۔ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔۔۔ مکتبہ خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
 یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور۔۔۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
 ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
 119-121 HALLIWELL ROAD BOLTON BL3 3NE (U.K.)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقیقتِ حال

دین اسلام ابدی دین ہے اور پوری انسانیت کیلئے اس کی زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی کا دین ہے اس لئے اس دین کا تعلیمی اور قانونی نظام نہایت ہی جامع، عمیق اور عالمگیر رکھا گیا تاکہ کبھی بھی اس کی راہنمائی میں کسی قسم کی کمی اور نقص کا احساس کسی کو نہ ہونے پائے۔

چنانچہ قرآن پاک میں اصول و فروع کا ایک کامل بنیادی نظام پوری مناسب تفصیل سے نہایت حکیمانہ اور دانشمندانہ انداز سے بیان کر دیا گیا پھر حالاتِ زمانہ اور اس کے مطابق وقتی موقع و محل کے مناسب اس کی تفصیلات، جزئیات اور تنفیذی و عملی تشکیل آنحضرت ﷺ کی سنت و سیرت نے سمجھا دی۔

آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے تربیت یافتگان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اگلے دور کے مطابق نئے حالات میں پیش آمدہ مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں حل کئے اور امت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

پھر آگے تابعین و تبع تابعین کے دور میں ائمہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے امت کو پیش آنے والے نئے مسائل اور نئی صورتوں کا قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہادات کی روشنی میں حل پیش کیا اور اسلام و ملت اسلامیہ کی اس خدمت کے ساتھ ساتھ ایک بے مثال اور سدا بہار کارنامہ یہ انجام دیا کہ قرآن و سنت اور صحابہ کرام کے آثار، اجتہادات و اجماع کے تحت مسائل کے حل کرنے کے اصول بھی مدوّن و منضبط کر دیئے جو آئندہ کے زمانوں میں اہل علم اور صاحب

استعداد و لیاقت حضرات کیلئے ضرورت کے مطابق شرعی اصولوں کے مطابق قانون سازی کے عمل کیلئے مشعل راہ بن گئے اور اسی کارنامہ نے ان حضرات کو امامت کے لقب سے سرفراز کیا۔ ملت اسلامیہ نے ان کی اس کاوش کو آنکھوں پر رکھا، اور اس بات پر اہل علم و دانش کا اجماع قائم ہو گیا کہ آئندہ اسلامی اصولوں کے مطابق قانون سازی ان ائمہ مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ، امام دارالہجرت مالک بن انس، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جمعین کے منضبط کردہ قوانین اجتہاد و استنباط کی روشنی ہی میں ہوگی اور حق و ہدایت علم و عمل اسی دائرہ ہی میں ہے۔ جو اس حصہ حصین سے باہر قدم رکھے گا گویا وہ آنحضرت سرور عالم ﷺ کے ارشاد گرامی مَنْ ضَلَّ ضَلَّ فِي النَّارِ کا مصداق ہے۔ ماضی میں ہمیں اس کی عملی مثالیں ملتی ہیں کہ جو اس دائرہ سے نکلا گمراہی اس کا مقدر بنی۔

اہل علم کے ہاں ان تمام مکاتب اجتہاد و استنباط میں سے فقہ حنفی کو سب سے زیادہ پذیرائی ملی کیونکہ اسلامی معاشرے کی ترتیب و ترقی کیلئے یہ مجموعہ قوانین نہایت جامع اور ہمہ گیر ہے خصوصاً اجتماعیات میں تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا فقہی مذہب کوئی خاطر خواہ جگہ نہ پاسکا چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک اسلام کا غلبہ رہا ہے اسلامی حکومت میں قاضی ہمیشہ حنفی ہی کامیاب رہے ہیں۔ خصوصاً برصغیر میں تو اسلام داخل ہی فقہ حنفی کی صورت میں ہوا ہے۔ چنانچہ فاتح ہند محمود غزنوی حنفی تھے۔

بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں برطانیہ کے دور حکومت میں اور بہت ساری بیماریوں کے ساتھ اس مرض نے بھی جنم لیا کہ کچھ افراد اس ذہنیت کا پرچار کرنے لگے کہ فقہاء کی قانون سازی کی کاوشیں بخندوش اور غیر معتبر ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہ ملت اسلامیہ کے ہی جسم پر گمراہی کا یہ ذیل ابھرا اور پھر اس نے کس طرح اسلام کے جسم کو گھائل کیا بس کچھ نہ پوچھئے، البتہ یہ بات یقیناً یہاں قابل ذکر ہے کہ علمائے حق و علمائے ربانین نے اس مرض کے انسداد کیلئے یہاں اس کے سراٹھاتے ہی اپنی جدوجہد جاری کر دی اور ہر موقع و میدان پر ان کا مقابلہ کیا اور امت کی حفاظت کیلئے برابر یہ جہاد بھی کیا۔ چنانچہ اب انہوں نے اکابرین حق علمائے دیوبند کے بارے

میں اور اہل اپنی دسیسہ کاریاں شروع کر دیں عرب علماء کو علمائے دیوبند سے بدظن کرنے کیلئے ”الذیوبندیہ“ جیسی پزیریب کتاب لکھی۔

حج کے موقع پر حجاج میں اس طرح کا لڑیچہ تقسیم کرنا شروع کر دیا جس سے حجاج کے دینی جذبات کی تسکین کی بجائے ان کی دل آزاری ہونے لگی۔

اس سلسلے میں جمعیتہ علمائے ہند کے زیر انتظام امیر الہند حضرت مولانا محمد سید اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے زیر صدارت دہلی میں ایک کل ہند کانفرنس منعقد کی گئی اور اس میں مشاہیر علمائے ہند نے اسی بابت مختلف موضوعات پر اپنے اپنے مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں کچھ قراردادیں منظور کیں جنہیں سعودیہ عربیہ کے سربراہ خادم الحرمین شاہ فہد کے پاس بھیجا گیا تاکہ وہاں بھی اس فتنہ سے آگاہی پیدا ہو اور وہاں کا ماحول بھی ان غیر مقلدوں کی دہنی اور فکری پیشہ زنی سے محفوظ رہے۔

ہم ان تمام مقالہ جات کو جمع کر کے ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس اس سلسلے میں جبردار ہوں اور ان کا ایمان و عمل راہزنوں سے محفوظ رہے اور ساتھ ہی ہم نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے متعلقہ رسائل اور ملفوظات، سعودی عرب کی مجلس ہدیہ کبار العلماء کی منتخب کمیٹی کا طلاق ثلاث کے متعلقہ فیصلہ، سربراہ امور حرمین الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل اور مدیر المجمع الفقہی الاسلامی احمد محمد المقری کے مکتوبات اور مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا غیر مقلد کی کتابوں سے اعلان برأت بھی شامل کر دیئے ہیں۔

الحمد للہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی کی حسب خواہش پاکستان میں ادارہ ان ”مجموعہ مقالات“ کو ہدیہ ناظرین کر رہا ہے۔

اور اس سلسلہ میں محترم جناب ڈاکٹر حافظ محمد خالد صاحب (آف لندن میزبان و خادم خاص) کے بہت ہی ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمیں ان مقالات کا سیٹ عنایت فرمایا اور جمعیت علمائے ہند دہلی سے خصوصی اجازت لے کر دی۔

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

صفر ۱۴۲۳ھ

اجمالی فہرست

مجموعہ مقالات جلد اول

خطبہ صدارت

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب

- مقالہ نمبر: ۱ اجماع و قیاس کی حجیت (قرآن و حدیث و اقوال سلف کی روشنی میں)
- مقالہ نمبر: ۲ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ
- مقالہ نمبر: ۳ مسئلہ تقلید
- مقالہ نمبر: ۴ فقہ حنفی اقرب الی المصوب ہے
- مقالہ نمبر: ۵ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت
- مقالہ نمبر: ۶ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین
- مقالہ نمبر: ۷ شریعت مطہرہ میں صحابہ کرامؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف
- مقالہ نمبر: ۸ صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

مجموعہ مقالات جلد دوم

- مقالہ نمبر: ۹ تحریک لاند بیٹ
- مقالہ نمبر: ۱۰ مسائل و عقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ مذہب کا توافق
- مقالہ نمبر: ۱۱ قرآن و حدیث کے خلاف غیر مقلدین کے پچاس مسائل
- مقالہ نمبر: ۱۲ توسل و استغاثہ بغیر اللہ اور غیر مقلدین کا مذہب
- مقالہ نمبر: ۱۳ مسائل و عقائد میں غیر مقلدین کے متضاد اقوال
- مقالہ نمبر: ۱۴ ایک غیر مقلد کی توبہ
- مقالہ نمبر: ۱۵ غیر مقلدین کے ۱۵۶ اعتراضات کے جوابات
- مقالہ نمبر: ۱۶ مسائل نماز
- مقالہ نمبر: ۱۷ عورتوں کا طریقہ نماز
- مقالہ نمبر: ۱۸ خواتین اسلام کی بہترین مسجد

مجموعہ مقالات جلد سوم

- مقالہ نمبر: ۱۹ تحقیق مسئلہ رفع یدین
 مقالہ نمبر: ۲۰ رفع یدین (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
 مقالہ نمبر: ۲۱ آئین بالجہر (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
 مقالہ نمبر: ۲۲ فرض نماز کے بعد دعاء (متعلقات ومسائل)
 مقالہ نمبر: ۲۳ قرأت خلف الامام (صحیح بخاری میں پیش کردہ دلائل کی روشنی میں)
 مقالہ نمبر: ۲۴ امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا حکم
 مقالہ نمبر: ۲۵ طلاق ثلاث (صحیح ماخذ کی روشنی میں)
 مقالہ نمبر: ۲۶ تین طلاق کا مسئلہ (دلائل شرعیہ کی روشنی میں)

مجموعہ مقالات جلد چہارم

- الکلام الفرید فی التزام التقليد
 الاقتصاد فی التقليد والاجتهاد
 تلویحات کتاب وسنت وتصریحات اکابر امت بر عقل و اجتہاد امام اعظم
 اعداد الجہتہ للتوقی عن الشبهة فی اعداد البدع والنسب
 اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت
 غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی کے ملفوظات
 قربانی اور اہل حدیث
 امام شاہ ولی اللہ دہلوی..... فقہ حنفی کے مجدد
 تلخیص واقعباس فتویٰ نظام الاسلام
 مملکت سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی قراردادیں
 خیانت اور جھوٹ سے لبریز ایک غیر مقلد کی کتابوں سے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا اعلان براءت
 ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں (سعودی عرب کے جید علماء کی منتخب کمیٹی کا فیصلہ)
 حرمین شریفین کے امور کے سربراہ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل کا مکتوب گرامی اور فتویٰ

فہرست مضامین مجموعہ مقالات جلد اول

خطبہ صدارت

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب

مقالہ نمبر ۱

اجماع و قیاس کی حجیت (قرآن و حدیث و اقوال سلف کی روشنی میں)

۴۰	اجماع کے لغوی معنی کا بیان
۴۰	اجماع کے شرعی معنی کا بیان
۴۲	اجماع کے حجت شرعی ہونے کا بیان
۴۳	جمہور مسلمین کے دلائل قرآن سے
۴۵	اجماع کا حجت شرعی ہونا احادیث سے بھی ثابت ہے
۴۷	جن مسائل پر اجماع منعقد کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر چند کا بیان
۵۰	اجماع کے رکن کا بیان
۵۰	اجماع کی شرط کا بیان
۵۱	اجماع کے حکم کا بیان
۵۱	اجماع کے انعقاد کے سبب کا بیان
۵۲	کن حضرات علماء کا اجماع معتبر ہے
۶۱	اجماع کے مراتب
		صحابہ کے اجماع کو بعد والوں کی طرف نقل کرنے کی کیفیت اور نقل کے اعتبار سے
۶۶	اس کے مراتب کا بیان
۶۷	قیاس کی قسموں کا بیان
۶۹	قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف

۷۱	قیاس کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف کا بیان
۷۱	منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا جواب
۷۲	چالین قیاس کے دلائل
۸۰	صحت قیاس کی شرطوں کا بیان
۹۰	قیاس کے ارکان کا بیان
۹۳	قیاس کے حکم کا بیان

مقالہ نمبر ۲

علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کا مقام و مرتبہ

	امام صاحب تابعی تھے
۹۸	طلب حدیث کے لیے اسفار
۹۹	علم حدیث میں مہارت و امامت
۱۰۲	ضروری تنبیہ
۱۱۰	امام صاحب کی عدالت و ثقاہت
۱۱۵	امام ابوحنیفہ اور فن جرح و تعدیل

مقالہ نمبر ۳

مسئلہ تقلید

۱۲۰	تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت
۱۲۳	بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے
۱۲۷	تقلید کی حقیقت
۱۲۸	تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف
۱۲۸	تقلید غیر شخصی کا دور

۱۲۹	تقلید شخصی کا رواج
۱۳۰	مذہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار
۱۳۱	فضل الہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا
۱۳۳	تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے
۱۳۶	احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب

مقالہ نمبر ۴

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

۱۴۰	فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے.....
۱۴۱	فقہاء قیاس کب کرتے ہیں؟
۱۴۲	تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟
۱۴۳	غیر مقلدین کا غلط خیال
۱۴۴	اہل قرآن اور اہل حدیث
۱۴۷	اہل السنۃ والجماعہ کون ہیں؟
۱۴۸	قیاس کا کیا درجہ ہے؟
۱۴۹	حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟
۱۵۱	تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟
۱۵۱	کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟...

مقالہ نمبر ۵

حضرت امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

۱۵۶	مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء
۱۵۷	خوارج کے عقائد

۱۵۸	معتزلہ کا ظہور.....
۱۵۹	فرقہ مرجئہ
۱۵۹	اہل سنت والجماعت
۱۶۴	سلف کا انداز بیان.....
۱۶۵	مشکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا انداز بیان
۱۶۷	اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان
۱۶۹	اس مسئلہ میں عقیدۃ الطحاوی کے شارح کا بیان
۱۷۱	اصل مسئلہ کے بارے میں.....
۱۷۲	امام ابوحنیفہؒ پر ار جاء کی تہمت کے اسباب.....
۱۸۱	ائمہ مجتہدین کا مقام و مرتبہ.....
۱۸۳	حیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غیۃ الطالبین

مقالہ نمبر ۶

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معتزلیین

۱۸۷	اعتراض نمبر (۱) سب محدثین نے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہے
۱۹۲	اعتراض نمبر (۲) امام ذہبی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے
۱۹۳	اعتراض نمبر (۳) امام ابوحنیفہ کے استاد بھی ضعیف ہیں
۱۹۴	اعتراض نمبر (۴) امام ابوحنیفہ کے استاد کے استاد ضعیف ہیں
۱۹۵	اعتراض نمبر (۵) امام ابوحنیفہ کے بیٹے اور پوتے ضعیف ہیں
۱۹۷	اعتراض نمبر (۶) امام ابوحنیفہ کے شاگرد بھی ضعیف ہیں
۲۰۴	اعتراض نمبر (۷) امام احمد نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد حدیث کو بالکل نہیں جانتے
۲۱۰	اعتراض نمبر (۸) کوفہ والوں کی روایتوں میں کدورت ہے

- ۲۱۲ اعتراض نمبر (۹) سب کے سب ضعیف ہیں۔
- ۲۱۳ اعتراض نمبر (۱۰) امام ابو حنیفہ کو علی بن المدینی نے ضعیف جلا کہا ہے
- ۲۱۵ اعتراض نمبر (۱۱) تضعیف ابی حنیفہ کے اقوال بہت ہیں
- ۲۲۱ اعتراض نمبر (۱۲) ان محدثین کے نام جنہوں نے ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے
- ۲۵۳ اعتراض نمبر (۱۳).....
- ۲۵۸ اعتراض نمبر (۱۴) امام ابو یوسف ضعیف ہیں
- ۲۶۳ اعتراض نمبر (۱۵) امام محمد ضعیف ہیں
- ۲۶۵ اعتراض نمبر (۱۶) امام نسائی نے امام محمد کو ضعیف لکھا ہے
- ۲۷۰ اعتراض نمبر (۱۷).....
- ۲۷۰ اعتراض نمبر (۱۸).....
- ۲۷۰ اعتراض نمبر (۱۹) امام ابو حنیفہ مرجہ تھے
- ۲۷۵ اعتراض نمبر (۲۰) ابن قتیبہ نے امام ابو حنیفہ کو مرجہ میں شمار کیا ہے
- ۲۷۶ اعتراض نمبر (۲۱) پیرانہ پیر صاحب نے تمام حنفیوں کو مرجہ کہا ہے
- ۲۷۶ اعتراض نمبر (۲۲) حنفیوں کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے
- ۲۷۷ اعتراض نمبر (۲۳) امام صاحب کے استادوں پر تعریض
- ۲۷۷ اعتراض نمبر (۲۴) امام صاحب کے دو مشہور استادوں پر اعتراض
- ۲۷۸ اعتراض نمبر (۲۵) حماد کو تقریب میں مرجہ لکھا ہے
- ۲۷۹ اعتراض نمبر (۲۶) میزان الاعتدال میں بھی حماد کو مرجہ لکھا ہے
- ۲۸۰ اعتراض نمبر (۲۷) اعمش پر تعریض.....
- ۲۸۲ اعتراض نمبر (۲۸) ابن مبارک احمد اور ابن المدینی کا اعمش پر طعن
- ۲۸۳ اعتراض نمبر (۲۹) ابراہیم نخعی پر تعریض

۲۸۶	اعتراض نمبر (۳۰)
۲۹۰	اعتراض نمبر (۳۱)
۲۹۲	اعتراض نمبر (۳۲)
۲۹۳	اعتراض نمبر (۳۳)
۲۹۶	اعتراض نمبر (۳۴)
۲۹۸	اعتراض نمبر (۳۵)
۲۹۹	اعتراض نمبر (۳۶)
۳۰۰	اعتراض نمبر (۳۷)
	اعتراض نمبر (۳۸)
	اعتراض نمبر (۳۹)
	اعتراض نمبر (۴۰)
	اعتراض نمبر (۴۱)
	خلاصہ کلام

مقالہ نمبر ۷

شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام ؓ کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف

تقدیم

۳۰۶	صحابی کی تعریف
۳۰۸	صحابہ کرام قرآن عظیم کے آئینہ میں
۳۱۳	خلاصہ آیات
۳۱۴	صحابہ کرام احادیث کی روشنی میں
۳۱۸	صحابہ کرام کا مقام بزبان صحابہ عظام

خلاصہ بحث.....

۳۲۱

صحابہ کرامؓ کی پاکبازی و عدالت

۳۲۲

ایک شبہ کا ازالہ.....

۳۲۳

مجتہد خطا کی صورت میں بھی مستحق اجر ہے

۳۲۳

مشاجرات صحابہؓ سے متعلق حضرت حسن بصریؒ کا فرمان

۳۲۴

ایک غلط فہمی کا ازالہ.....

۳۲۵

صحابہ کرامؓ اور غیر مقلدین کا موقف

۳۲۶

غیر مقلدین کے یہاں صحابی کا قول حجت نہیں

۳۲۶

میاں نذیر حسین کی رائے

۳۲۷

نواب صدیق حسن خان صاحب کی رائے

۳۲۸

نواب نور الحسن کا قول

۳۲۸

تبصرہ.....

۳۲۹

تنبیہ

۳۳۰

غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے خارج

۳۳۰

اہل سنت والجماعت کی تعریف.....

۳۳۱

تنقیص صحابہ کرامؓ اور غیر مقلدین

۳۳۲

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں.....

۳۳۳

بقول نواب وحید الزمان صاحب خطبہ میں خلفاء راشدین کا تذکرہ بدعت

۳۳۵

بہت سے غیر صحابی صحابہ کرامؓ سے افضل

۳۳۶

صحابہ کرامؓ کی طرف فسق کی نسبت

۳۳۸

حضرت عائشہؓ کی طرف ارتداد کی نسبت.....

۳۴۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین
۳۴۱	لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
۳۴۵	حضرت عمر کی شہادت میں حضرت حذیفہ وغیرہ کا دخل
۳۴۶	حضرات حسنین سے بغض
۳۴۶	علمائے دیوبند اور صحابہ کرام.....
۳۴۶	حضرت شیخ الاسلام کی رائے گرامی.....
۳۴۶	حضرت حکیم الاسلام کا ارشاد.....
۳۴۹	اتباع صحابی اور ائمہ مجتہدین
۳۵۱	علامہ ابن تیمیہ کا فرمان.....
۳۵۲	حجیت صحابہ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا تذبذب
۳۵۵	غیر مقلدین کے صحابہ کرام سے اختلاف کی چند جھلکیاں
۳۵۵	مسئلہ تراویح.....
۳۵۷	تبصرہ.....
۳۵۸	ایک مجلس کی تین طلاقیں.....
۳۶۰	جمعہ کی دواذانوں کا مسئلہ.....
۳۶۱	غیر مقلدین کا حدیث پر عمل فقط ایک دعویٰ
۳۶۲	اعتراف حقیقت.....
۳۶۳	آخری گزارش.....

مقالہ نمبر ۸

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

۳۶۶	پیش لفظ.....
-----	--------------

- ۳۶۸ صحابہ کرام کا مقام بارگاہ خداوندی میں ..
- ۳۶۹ صحابہ کرام کا مقام بارگاہ رسالت میں ..
- ۳۷۲ صحابہ کرام اکابرین امت کی نگاہ میں ..
- ۳۷۵ اسلاف امت کی آراء کا خلاصہ ..
- ۳۷۶ صحابہ کرام کو مجروح کرنے کی کوشش نبی ﷺ کی ذات کو مجروح کرنا ہے
- ۳۷۶ صحابہ کرام کی ذات پر تنقید رافضیت و شیعیت کی علامت ہے
- ۳۷۸ غیر مقلدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ..
- غیر مقلدین کے مذہب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی
- ۳۷۸ ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے
- ۳۷۹ غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ فاسق تھے۔ (معاذ اللہ)۔
- ۳۸۲ غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں۔
- ۳۸۳ امام مہدی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں
- ۳۸۴ خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے
- ۳۸۴ صحابی کا قول حجت نہیں ہے
- ۳۸۵ صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے
- ۳۸۵ صحابی کی رائے حجت نہیں ہے
- ۳۸۶ صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے
- ۳۸۶ حضرت عائشہؓ کی شان میں فتاویٰ نذیریہ والے مفتی کی گستاخی ..
- ۳۸۸ غیر مقلدین خلفائے راشدین کے عمل کو مستقل سنت تسلیم نہیں کرتے ..
- ۳۸۸ غیر مقلدین اور حضرت عمرؓ ..
- ۳۸۹ حضرت عمرؓ نے مولے مسائل میں غلطی کرتے تھے اور ان کا شرعی حکم انہیں معلوم نہیں تھا

- ۳۸۹ خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام نافذ کرتے تھے
- ۳۹۱ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کا نصوص شرعیہ کے خلاف موقف
- ۳۹۲ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو قرآن کی آیات و احادیث سمجھ میں نہیں آئیں
- ۳۹۳ حضرت عمر نے قرآنی حکم کو بدل ڈالا۔۔۔
- ۳۹۴ حضرت علی اور صحابہ کرام غصہ میں غلط فتویٰ دیا کرتے تھے
- غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
- نماز اور دین کی بہت سی باتیں بھول گئے تھے
- ۳۹۵ صحابہ کرام خلاف نصوص عمل پر عمل پیرا تھے
- ۳۹۷ خلاف شرع جانتے ہوئے بھی صحابہ کرام اس کا فتویٰ دیتے تھے
- ۳۹۹ حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف۔۔۔۔
- ۴۰۰ صحابہ کرام آیات سے باخبر ہونے کے باوجود ان کے خلاف کام کرتے تھے
- ۴۰۰ صحابہ کرام نصوص کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے
- ۴۰۱ حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں۔۔۔۔
- ۴۰۲ حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں
- ۴۰۳ حکیم فیض عالم صدیقی او، صحابہ کرام
- ۴۰۵ حضرت علی بے فکر شہزادہ کی طرح
- ۴۰۶ حضرت علی کی نام نہاد خلافت اور خود ساختہ خمرانی
- ۴۰۷ سیدنا علی نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا
- ۴۰۷ حضرت علی کی خلافت عذاب خداوندی تھی
- ۴۰۸ حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں رکھنا سیائیت کی ترجمانی ہے
- ۴۰۹ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم کے خیالات

- ۴۰۹ حضرت حسینؑ کا کوفہ جانا اعلا کلمہ حق کیلئے نہیں تھا
- ۴۰۹ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور کریمہ یرمک
- ۴۱۱ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم فیض عالم کا گندہ خیال
- ۴۱۲ حضرت ابوذر غفاری کیونٹ نظریہ والے تھے
- ۴۱۵ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور صحابہ کرام
- ۴۱۶ صحابہ کا فعل حجت ہے
- ۴۱۶ صحابہ کرام کا کسی کام کو کرنا یہ اس کے سنت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے
- ۴۱۷ صحابہ کرام ہم سے زیادہ سنت کے قبیح تھے
- ۴۱۷ صحابہ کرام آنحضور ﷺ کی سنتوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے
- ۴۱۸ خلفائے راشدین کے بارے میں ابن تیمیہ کے ارشادات
- خلفائے راشدین جو عمل جاری کرتے تھے وہ اللہ اور رسول کے فرمان
- ۴۱۹ کے موجب جاری کرتے تھے
- ۴۱۸ خلفائے راشدین کا عمل بھی رائج ہے
- ۴۲۱ خلفائے راشدین کا عمل بدعت نہیں ہو سکتا
- ۴۲۱ خلفائے راشدین کوئی عمل جاری کریں تو وہ شریعت ہے
- ۴۲۲ حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن تیمیہ کے بلند کلمات
- ۴۲۳ صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے.....
- ۴۲۳ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مقصد جنس روافض سے ہے
- ۴۲۴ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے علم سے دنیا کو بھر دیا
- حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص اور
- ۴۲۵ حضرت ابوسفیان وغیرہ ابن تیمیہ کی نظر میں.....
- ۴۲۶ حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ.....

خطبہ صدارت

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

تحفظ سنت کانفرنس

منعقدہ ۸/۷/۱۳۲۲ھ مطابق ۲/۳/۲۰۰۱ء

بمقام: نئی دہلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن ميثات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله وصلى الله تعالى على خير خلقه سيد المرسلين وخاتم النبيين سيدنا ومولانا محمد وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين. اما بعد:

قال الله تعالى

فبشر عبادى الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولو الالباب.

سو آپ میرے ان بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے جو کلام الہی کو پوری توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی اہل عقل ہیں۔

علمائے اعلام و معزز حاضرین!

”تحفظ سنت کا نفرس“ کی صدارت کا امتیاز دے کر آپ حضرات کی جانب سے اعتماد و خلوص کا جو اعزاز مجھ جیسے بے بضاعت کو عطا کیا گیا ہے اس کو میں اپنے واسطے شرف دنیا و آخرت سمجھتا ہوں اور اپنی اس خوش بختی پر نازاں ہوں کہ علمائے اعلام کی نشر انتخاب مجھ جیسے باتواں پر پڑی۔ بلاشبہ یہ میرے لئے ایک نیک قال ہے اور میں شہداء اللہ فی الارض کی اس انتخابی شہادت کو اپنے لئے ذریعہ نجات باور کرتا ہوں اور رب ذوالکرم کے فضل و کرم سے توقع رکھتا ہوں کہ جماعت علماء کے ساتھ اس ارتباط و پیوستگی کے بدولت میرا حشر بھی اسی جماعت حقہ کے ساتھ ہوگا۔ ”ہم قوم لایشفی جلیہم“

اساطین اسلام!

برصغیر (متحدہ ہندوستان) کی علمی و ثقافتی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ ۹۲ھ میں عراق کے گورنر کے حکم پر اسلامی فوج محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پہنچی اور تین سالہ جدوجہد کے نتیجے میں ۹۵ھ میں سندھ کا پورا علاقہ اسلام کے زیرِ نگیں آگیا، چونکہ ان حضرات کا تعلق عراق سے تھا اس لئے عراقی فقہ ہی کے پابند تھے۔

اس وقت سے آج تک ہمیشہ سندھ عراقی مدرسہ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارہ رہا ہے، اس کے بعد چوتھی صدی ہجری یعنی ۳۹۲ھ میں محمود غزنوی نے لاہور اور اس کے مضافات کو اپنی قلم رو میں داخل کر کے اسلامی حکومت کو سندھ سے لاہور تک وسیع کر دی، سلطان محمود غزنوی بھی فقہ حنفی ہی سے وابستہ تھے، بعد ازاں ۵۸۹ھ میں سلطان غوری کے زمانہ میں اسلامی سلطنت دہلی تک وسیع ہو گئی اور اس وقت سے ۱۲۷۳ھ تک پورے برصغیر میں مسلمانوں ہی کی حکومت رہی، اس طویل مدت کی تاریخ پڑھ جائیے، حنفی حکمرانوں کے علاوہ کوئی اور حکمران آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے وہ اپنے رسالہ ”ترجمان وحابیہ“ ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالم گیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم بھی شریک تھے“

۔ حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

حاضرین ذوی الایمان!

یہ ہے برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں مذہب حنفی کی اجمالی تاریخ جس سے روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے انگریزوں کے تسلط تک بغیر کسی اختلاف و نزاع کے یہاں کے عالم، فاضل، قاضی، مفتی، حاکم اور عام مسلمان تواتر کے

ساتھ اجتماعی طور پر فقہ حنفی ہی کی روشنی میں اسلامی مسائل اور دینی احکام پر عمل پیرا رہے ہیں۔

محافظان سنت!

مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت جماعت مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو فقہ اسلامی، فقہائے اسلام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے متبعین و مقلدین کے خلاف عدم تقلید کا نعرہ لے کر ایک نئے فرقہ نے سر اٹھایا۔

چنانچہ خود اسی فرقہ کے جماعتی مؤرخ مولانا محمد شاہجہا پوری اپنی کتاب ”الارشاد الی سبیل الرشاد“ میں لکھتے ہیں:

”کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تودہ اہل حدیث یا محمدی یا موحّد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد، وہابی یا لاندہب لیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں یعنی رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، بنگالہ کے لوگ ان کو رفع یدین بھی کہتے ہیں“ (ص ۱۳ مع حاشیہ)

اس نوپید اور غیر مانوس فرقہ کا تعارف اس کے محسن اعظم نواب صدیق حسن خاں صاحب جن کے مالی تعاون نے اس کی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کیا ہے ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”فرقہ درمیان مقلدین اور فرقہ موحّدین کے فقط اتنا ہے کہ موحّدین نے قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور باقی اہل مذہب اہل الرائے ہیں جو مخالف سنت اور طریقہ شریعت ہے“ (ترجمان وہابیہ ص ۶۲)

جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ بزعیم خود کتاب وسنت پر عامل اور طریقہ شریعت کے قبیح پس بھی مدعیان ترک تقلید شرفیہ قلیلہ ہیں ان کے علاوہ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان جو

ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کے پابند ہیں کتاب و سنت کے مخالف اور اسلامی شریعت سے دور ہیں۔ یہی دعویٰ آج اس فرقہ کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور ان کے نزدیک ہر وہ مسلمان جو ائمہ اربعہ کا مقلد ہے نعوذ باللہ صحیح راستہ سے ہٹا ہوا اور گمراہ ہے، جبکہ ان کا یہ دعویٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”علیکم بالجماعۃ والعامۃ“ اور ”اتبعوا السواد الاعظم“ کے یکسر معارض اور منافی ہے اور خود ان کے گھر کی شہادت بھی یہی بتا رہی ہے ان کا یہ دعویٰ سراسر باطل اور واقعہ حال کے بالکل خلاف ہے، چنانچہ اس فرقہ کے نامور اور مشہور عالم مولانا عبد الجبار غزنوی جو اپنے حلقہ میں امام کہے جاتے ہیں اور مولانا عبد التواب جو اس فرقہ کے مایہ ناز مناظر تھے دونوں کا بیان ہے کہ

”ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے مگر یہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قوت اور کمزور سی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان (احادیث نبویہ اور فرمودات صحابہ) پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں ”حاشاد کلا“ اللہ کی قسم یہی لوگ جو شریعت محمدی کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں اور ملت حنیفہ (اسلام) کی بنیادوں کو کہنے کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ (نبویہ) کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الا سانید آثار (صحابہ) کو پھینک دیا ہے اور ان (فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشادات صحابہ) کو دفع کرنے کے لئے دھیلے بناتے ہیں کہ جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مؤمن کا سرائی تھا ہے“ (فتاویٰ علامہ محدثین ص ۷۷-۸۰)

تنبیہ: یہ فتاویٰ علمائے حدیث اس فرقہ غیر مقلدین کی اہم ترین اور نہایت عظیم کتاب ہے جس پر علامہ قطبیر احسان الہی جیسے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔

یہ ہے فرقہ غیر مقلدین کا صحیح تعارف جو خود ان کے امام اور مناظر علام نے بیان کیا ہے۔

جس سے بغیر کسی خفا اور پوشیدگی کے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فکر و خیال کے مقابلہ میں معمول بہا احادیث کو رد کر دیتے ہیں، آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ان کے نزدیک ادنیٰ وقعت بھی نہیں، خدائے عظیم و خیر کے فرستادہ انسانیت کے سب سے عظیم معلم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے آراستہ ان تلامذہ رسول کے آثار و ارشادات کو قانونی قوت سے عاری اور بے نور کہہ کر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اپنے مختار مذہب و مسلک میں حق کو منحصر بنا کر دیگر تمام مسلمانوں کو بے راہ بلکہ گم راہ اور کافر و مشرک قرار دینا اس فرقہ کا عام شیوہ ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے عالم کبیر اور بہت ساری کتابوں کے مصنف نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

”غیر مقلدوں کا کردہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھ لیا ہے باقی آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے پاک نہیں کرتے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔“

نواب صدیق حسن خاں اپنی مشہور ”کتاب الحطۃ فی ذکر الصحاح السنۃ“ میں اپنے عہد کے غیر مقلدین کے بارے میں لکھتے ہیں ہم بغرض اختصار صرف ترجمہ لکھ رہے ہیں۔

”بھلا یہ امر انتہائی تعجب و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحّد گردانتے ہیں اور اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں الخ۔“

نواب صدیق حسن خان صاحب نے خود اپنی پروردہ جماعت کے کردار سے تنگ آکر انتہائی کرب و اضطراب کے عالم میں تقریباً ”الحطیفی ذکر الصحاح السنۃ“ دو صفحات ۱۵۳-۱۵۵ میں ان کا کچا چٹا کھول دیا ہے۔

غیر مقلدین کے ان نواب صاحبان کی یہ شکایت بالکل بجا اور درست ہے واقعہ یہی ہے کہ غیر مقلدین نے ”حق“ کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور اپنے ماسوا کسی کو صحیح مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اس فرقہ کے مشہور و مقتدر عالم ابو شکور عبدالقادر حصاروی کی کتاب ”سیاتہ البھان“ ص ۴ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ کیجئے:

”یہ امر روشن ہو چکا ہے کہ حق مذہب ال حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور ان سے خلا ملا اختلاط میل جول دینی تعلقات نہ رکھیں اچ“۔

غیر مقلدین کے اس ناروا اور بے جا رویہ سے جماعت مسلمین میں اختلاف و نزاع کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور برصغیر میں آباد اہل سنت والجماعت کی صدیوں سے قائم مذہبی وحدت انتشار کی شکار ہو گئی پھر بھی اس جماعت کے سنجیدہ اتحاد پسند علماء نے اپنے فکر و عمل پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے عام مسلمانوں سے اپنا اقرب بنائے رکھا اور مذہبی اختلاف کی بناء پر ان کی تفسیق و تہلیل کرنے کے بجائے نہ صرف یہ کہ مقلدین مسلمانوں کے ساتھ رواداری اور مدارات کا مظاہرہ کرتے رہے بلکہ دینی و سیاسی معاملات و مسائل میں اپنا بھرپور مخلصانہ تعاون بھی دیتے رہے جن میں مولانا محمد ابراہیم میر سیال کوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد دود غزنوی، مولانا عبدالوہاب آردی وغیرہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔

ان حضرات کے اس مصالحانہ رویہ کی بناء پر مقلدین و غیر مقلدین کا باہمی اختلاف بڑی حد تک ”وکانوا شیعا“ کی حد میں داخل ہونے سے محفوظ رہا مگر آزاد روی اور انتشار پسندی بلکہ نواب صدیق حسن صاحب کے الفاظ میں انتہائی متعصب (اور حکم الہی ”لا تغفلوا فی دینکم“ کے برخلاف) دین میں غلو کرنے والا یہ فرقہ اپنے پیش رو ان بزرگوں کے اس اتحاد پسند رویہ کو ہضم نہ کر سکا اور خود اپنے ان بزرگوں ہی کے درپے آزار ہو گیا اور اپنی جماعت کے صف

اول کے عالم اور مایہ ناز شخصیت مولانا ثناء اللہ امرتسری (جنہوں نے جماعت اہل حدیث کی وقیع خدمات میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی) کے خلاف ایسا طوفان برپا کر دیا کہ الحفیظ والامان، انہیں اہل سنت والجماعت سے خارج کر کے فرقہ ضالہ مثلاً جہمیہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کی صف میں کھڑا کر دیا گیا اور جب اس پر بھی ان کے غلو پسند، تکفیر نواز ذوق کو تسکین نہ ملی انہیں اسلام ہی سے خارج ٹھہرانے کے لئے اجتماعی فتویٰ حاصل کرنے کی نامسعود سعی کی گئی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے خلاف اس زمانہ میں شائع رسائل الاربعین، (جس میں چالیس دلائل سے انہیں گمراہ اور دین میں تحریف کرنے والوں کا ہم زبان ثابت کیا گیا ہے) الفصلة الحجازية السلطانية بين اهل السنة وبين الجهمية الثمانية، فیصلہ مکہ فقہ ثنائیہ وغیرہ میں اس سلسلے کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

اور دوسرے بزرگ مولانا محمد ابراہیم میر سیال کوٹی کے ساتھ خود ان کی جماعت نے کیا برتاؤ کیا اس کی کچھ مبہم سی تفصیل خود مولانا سیال کوٹی کے قلم سے ان کی کتاب تاریخ اہل حدیث کے دیباچہ میں نیز کتاب کے آغاز میں ناشر نے مصنف کے حالات زندگی کے عنوان سے جو تحریر شائع کی ہے اس میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اس مختصر خطبہ میں ان تفصیلات کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرات علمائے ذی شان!

اب تک کی مذکورہ تفصیلات سے جو خود فرقہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کی تحریروں کے حوالہ سے پیش کی گئی ہیں درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

- ۱- یہ ایک نوپید، غیر مانوس فرقہ شاذ ہے۔
- ۲- یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے جبکہ تمام مسلمان اسے غیر مقلد، وہابی اور لادھب کہتے ہیں۔
- ۳- یہ فرقہ اپنے ماسوائی سارے مسلمانوں کو مخالف سنت و شریعت سمجھتا ہے۔
- ۴- یہ فرقہ اتباع سنت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ سلف و خلف کے بیان معمول بہ حدیثوں کو بھی بلاوجہ رد کر دیتا ہے۔

- ۵- آثار صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے توراتوال ہیں۔
 - ۶- یہ فرقہ اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔
 - ۷- یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔
 - ۸- بس رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک اہل حدیث ہے آداب و سنن اور اخلاق نبوی سے متعلق احادیث سے اسے کوئی سروکار نہیں۔
 - ۹- یہ فرقہ ائمہ مجتہدین اور اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔
 - ۱۰- یہ فرقہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی اور مشرک و کافر سمجھتا ہے۔
- اوپر مذکور یہ سب باتیں اس فرقہ کے لوگوں کے بارے میں خود انھیں کے اکابر علماء کی بیان کردہ ہیں جن کا ان لوگوں سے روز کا سابقہ تھا ان لوگوں کے اعمال و کردار جن کی نگاہوں کے سامنے تھے، جنہوں نے ان کے اہل حدیث ہونے کے دعویٰ کو ان کی سیرت و عادت کے آئینہ میں اچھی طرح پرکھ لیا تھا، ائمہ مجتہدین اور اکابر صوفیاء کی شان میں ان لوگوں کے گستاخانہ کلمات جو خود اپنے کانوں سے سنتے رہتے تھے، ان لوگوں کے ناروا تعصب اور دینی غلو کا انھیں پوری طرح تجربہ تھا، اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان چشم دید معتبر گواہوں کی شہادت قبول نہ کی جائے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادتیں اس قدر پختہ اور محکم ہیں کہ دنیا کی کوئی عدالت انھیں رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔
- غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ و فکر بڑی حد تک شیعیت و رافضیت کا ترجمان ہے، ان کے اکابر کی کتابوں میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کو فاسق تک کہا گیا ہے اور اب جو نئی نئی کتابیں سلفیت کے مراکز سے چھپ کر آرہی ہیں ان میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں نہایت گستاخانہ انداز گفتگو اختیار کیا گیا ہے، مثلاً جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والی کتابیں، اللحات تنویر الآفاق اور ضمیر کا بحر ان وغیرہ میں اسلام کی اس مقدس جماعت (صحابہ کرامؓ) کے بارے میں جو کچھ تحقیق ریسرچ کے نام پر لکھا گیا ہے وہ ایک سنی العقیدہ مسلمان کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے، تنویر الآفاق کی ان عبارتوں کو ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر آپ حضرات بھی سن لیں، مصنف لکھتا ہے:

”اس بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت ہی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیاں خویش اصلاح امت کی غرض سے دوسرے احکام، صادر کر چکے تھے، ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا۔“ (ص ۱۰۷)

اس سلسلہ میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

”ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔“ (ایضاً)

اس بد بخت مصنف کے بغض صحابہ و خلفائے راشدین کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو لکھتا ہے:

”مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمر یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا، لیکن پوری امت نے ان معاملات میں بھی حضرت عمر یا دوسرے خلیفہ راشد کے جاری کردہ قانون کے بجائے نصوص کی پیروی کی ہے۔“ (۱۰۸)

صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے بارے میں یہ طرز گفتگو خالص شیعہ ذہنیت کا ترجمان ہے اور دین میں اللہ نے صحابہ عظامؓ کا جو مقام رکھا ہے ان کو اس مقام سے گرانے کی سعی نامحسوس ہے، اس طرح کی عبارتوں سے یہ پوری کتاب بھری ہوئی ہے۔

یہ ہے اس جماعت نوپید کا فکری و عملی خاکہ جو روز روشن کی طرح آپ کے سامنے ہے، کہ اس کی چیرہ دستیوں سے نہ تو کتاب الہی کے مفہیم و مولات محفوظ ہیں اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ۔ اس جماعت کی غلو پسندی سے نہ تو حضرات صحابہ کادہ مقام و مرتبہ محفوظ ہے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا کیا ہے اور نہ ہی فقہائے مجتہدین کا شرعی و عرفی احترام و اکرام جن کے وہ مستحق ہیں اور اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ اگر خدا نخواستہ امت کے دلوں سے ان مقدس اور بابرکت ہستیوں کی وقعت و اہمیت نکل گئی اور ملت کی وابستگی ان سے قائم نہ رہی تو پھر دین و مذہب کا خدا ہی حافظ، کیونکہ انہی سلف صالحین اور ائمہ دین کی سعی مشکور اور مساعی جمیلہ کی بدولت دین اسلام بغیر کسی تحریف

و تبدیلی کے اپنی اصلی حالت میں ہم تک پہنچا ہے لہذا دین اسلام کے ان محافظین کے خلاف بدگمانی پیدا کر کے ان کی خدمات سے انکار کر دیا گیا تو کیا دین کی صحت قابل اعتماد رہ سکے گی؟ سلف صالحین اور ائمہ دین کے اس مقام و مرتبہ اور اہمیت کو امام بیہقیؒ نے اپنی مشہور کتاب دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشریعہ کے مدخل میں بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے، بغرض اختصار یہاں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے، امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی مقدس کتاب نازل فرمائی اور خود اس کتاب عظیم کی حفاظت کی ضمانت لی، جیسا کہ (سورۃ الحجہ کی آیت ۹ میں) ارشاد ہے ”انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون“ ہمیں نے قرآن عظیم کو نازل کیا ہے اور ہمیں اس کے محافظ ہیں۔

اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب مقدس کی تفسیر و تشریح کے منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ”وانزلنا البک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون“ اور ہم نے آپ پر کتاب عظیم اتاری تاکہ آپ اس کتاب کے مضامین کو لوگوں پر اچھی طرح واضح کر دیں اور تاکہ لوگ اس واضح مضامین میں غور کریں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب کی تفسیر و بیان تک ان کی امت میں باقی رکھا اور اس کام کے مکمل ہو جانے کے بعد آپ کو آغوش رحمت میں لے لیا اور (اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر نافذہ اور حکمت بالغہ سے) امت کو ایسا واضح و روشن طریق فراہم کر دیا کہ امت مسلمہ کو جب بھی کوئی نیا مسئلہ پیش آیا اس کے بارے میں صحیح رہنمائی کتاب و سنت سے صراحتاً یا دلائل حاصل ہو جاتی ہے، پھر اس امت میں ہر ہر زمانہ میں ائمہ دین پیدا کرتے رہے جو شریعت کے بیان و تحفظ اور بدعت کی تردید کی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں، چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”یروث هذا العلم من کل خلف عدولہ یفون عنه تحریف الغالین و انتحال المطلس و تاویل الحاہلین“ اس علم دین کو حاصل کرتے رہیں گے بعد میں آنے والے ہر گروہ کے معتمد و ثقہ جو اس دین سے غلو پسندوں کی تحریف، الہ باطل کی کذب بیانی اور جاہلوں کی تاویل کی تردید و نفی کرتے رہیں گے۔ ا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے صدیق عہد صحابہ سے

ہمارے زمانے تک برابر پائے جاتے رہے ہیں“ (۱/۲۳ طبع بیروت ۱۴۰۵ء)

حضررات! اُمنائے دین و محافظان شریعت کی شان میں بدزبانی اور مذہب اسلام کے ان سچے وفاداروں کے خلاف بدگمانی پھیلانا اس فرقہ کا خاص شیوہ ہے، ان کی تقریریں ”اذا خلعتم فجر“ کی تصویر اور تحریریں ”لعن آخر هذه الامة اولها“ کی نمونہ ہوتی ہیں، امام الامام سراج الامام سیدنا امام ابو حنیفہ کو امام اعظم کہنا ان کے یہاں شرک ہے، مگر ملکہ و کثور یہ کو ملکہ معظمہ کہنا عین توحید ہے، امام صاحب کی شان میں اس فرقہ کی بدزبانوں کے لئے خاص اللغات مصنفہ محمد رئیس ندوی مطبوعہ ادارۃ النجوت الاسلامیہ والد عموۃ والافتاء الجامعہ السلفیہ بنارس، اصلی اسلام کیا ہے مصنفہ ابو الاقبال سلفی مطبوعہ ادارہ دعوت الاسلام بمبئی، مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف شائع کردہ شہر جمعیتہ اہل حدیث بریلی، اختلاف امت کا المیہ از فیض عالم مطبوعہ پاکستان، امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں از محمد بن عبد اللہ ظاہری وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں جن میں امام صاحب کی شان میں ایسی ایسی بدزبانیاں کی گئی ہیں، ایسی ایسی جھوٹی من گھڑت باتیں کہی گئی ہیں کہ شریف اور ہامروت لوگ اس قسم کی باتیں زبان و قلم پر لانے سے شرم و عار محسوس کرتے ہیں۔

لوہر چند سالوں سے اس فرقہ نے علمائے دیوبند بالخصوص ان کے اکابر رحمہم اللہ کے خلاف ہمہ گیر پلانے پر مہم چلا رکھی ہے اور انھیں نہ صرف یہ کہ دائرہ اہل سنت والجماعت سے خارج بتا رہے ہیں بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دینے کی نپاک دنا مر لو کو شش میں لگے ہوئے ہیں۔

پاسبان ملت!

کون نہیں جانتا کہ علمائے دیوبند محدثین دہلی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادہ کے علمی و فکری منہاج کے وارث و امین ہیں اور مسند ہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے توسط سے سلف صالحین سے پوری طرح مربوط ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر محدثین دہلی تک اسناد اسلام کی ہر کڑی کے پورے وفادار ہیں اور سلف صالحین کی اتباع و پیروی کے اس حد تک پابند ہیں کہ اپنے مخلصانہ جہد و عمل سے چھوٹی سی چھوٹی بدعت کو بھی دین نہ بننے دیا۔

برصغیر میں ۱۸۵۷ء کے سیاسی انقلاب کے بعد انگریزوں کی بدنام زمانہ پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کے تحت اسلام کے عظیم عقیدہ ختم نبوت پر یلغار کی گئی اور انگریز کی خانہ ساز نبوت کے داعی مسلمانوں کو ارتداد کی علانیہ دعوت دینے لگے، اس ارتدادی فتنہ سے مسلمانوں کو سب سے پہلے انہی علمائے دیوبند نے مسلمانوں کو خبردار کیا اور اپنی گراں قدر علمی تصانیف مؤثر نقاریہ اور بے پناہ مناظروں سے انگریزی نبوت کے دجل و فریب کا اس طرح پردہ چاک کیا اور ہر محاذ پر ایسا کامیاب مقابلہ کیا کہ اسے اپنے مولد و منشاندن میں محصور ہو جانا پڑا۔

اور جب وقت کی سیاسی آندھیوں نے قافلہ اسلام کی صف اول یعنی صحابہ کرام کی ناموس اور دین میں ان کی معیاری حیثیت پر حملہ کیا تو دفاع صحابہ میں علمائے دیوبند نے نہایت وقیع اور گرفتار خدمات انجام دیں، جس کے آثار ہدیۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، ہدایۃ الشیعہ، ہدایات الرشید نیز امام اہل سنت والجماعت مولانا عبدالشکور فاروقی کی اس موضوع پر تصنیفات و مضامین اور صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ اور ان کے معیار حق ہونے سے متعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ کے علمی مقالات کی شکل میں آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی عہد فتنہ ساز میں اتباع سنت اور حجتہ حدیث کا انکار کرنے والا ایک گروہ نمودار ہوا جس نے ”مرکز ملت“ کے نام سے ایک نئی اصطلاح وضع کر کے قرآن حکیم کی تشریح و تعبیر کا مکمل اختیار اس مفروضہ مرکز ملت کو سونپ دیا کہ یہ نام نہاد مرکز ملت زمانے کی امتگوں کے مطابق پیغمبر اسلام کے ارشادات صحابہ کرام کے فیصلوں اور اجماع امت سے قطع نظر کر کے جو چاہے فیصلہ کر دے۔

اس کے بالقابل ایک دوسرے گروہ نے زبانی عشق رسول کے نام سے سراٹھایا جس نے اپنے علاوہ تمام طبقات اسلام کو قابل گردن زدنی قرار دیا جبکہ عملاً اس کا حال یہ ہے کہ شریعت کے روشن چہرے کو مسخ کر کے دین میں نئے نئے اضافے کرتا رہتا ہے اور من گھڑت افکار کو شریعت بتاتا ہے۔

اکابر دیوبند مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن

چاند پورٹی وغیرہ نے ان فرقوں کا کامیاب مقابلہ کیا اور ماضی قریب میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا سر فراز خاں صفدر مدظلہ وغیرہ نے بھی اس محاذ پر نہایت کامیاب خدمات انجام دیں۔ ہندوستان کی دینی و ثقافتی تہذیب سے واقف جانتے ہیں کہ علمائے دیوبند اسلام کی سنت قائمہ کے حامی اور بدعت سے بہت دور ہیں اور ایسے کسی عمل کو جو شاہراہ مسلسل سے نہ آئے اسے وہ اسلام کا نام دینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ان کا موقف اسلام کی سنت قائمہ سے مکمل وفاداری کا ہے ان کے نزدیک اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو اسلام کی سنت قائمہ سے وابستہ اور جماعت صحابہ کے آثار و نقوش سے دین کی راہیں تلاش کرنے والے ہوں، ان حضرات کا یقین ہے کہ بدعات کا دروازہ کھلا رکھنے سے تفریق بین المسلمین لازمی ہوگی کیونکہ بدعات ہر طبقہ کی اپنی اپنی ہونگی، یہ فقط سنت ہے جو تمام طبقات مسلمہ کو ایک لڑی میں پروا دے سکتی ہے اور ملت واحدہ بنا کر رکھ سکتی ہے۔

اسی عہد شکست و ریخت میں حکمران انگریزوں کی خفیہ سرپرستی آرہی تھی سماج کے ذریعہ فرزندان اسلام کو اسلام سے جدا کر دینے کے لئے ارتداد کی تحریک پوری قوت سے شروع کی گئی۔ اسلام کے خلاف اس فکری محاذ پر حالات سے لڑتی مرغوبیت کے بغیر اکابر دیوبند نے اسلام کا کامیاب دفاع کیا، تقریر و تحریر بحث و مناظرہ اور علمی و دینی اثر و نفوذ سے اس ارتدادی تحریک کو آگے بڑھنے سے روک دیا بالخصوص علماء دیوبند کے سرخیل اور قائد امام حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلے میں نہایت اہم اور موثر خدمات انجام دیں۔

نیز تقسیم ہند کے قیامت خیز حالات میں جبکہ برصغیر کا اکثر حصہ خون کے دریا میں ڈوب گیا تھا، اس قیامت خیز دور میں شرمی و سنگٹھن کے نام سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی ایمان سوز تحریک برپا کی گئی اس موقع پر بھی علمائے دیوبند وقت کے خونی منظر سے بے پروا ہو کر میدان عمل میں کود پڑے اور خدائے عزیز و قدیر کی مدد و نصرت سے ارتداد کے اس طوفان سے مسلمانوں کو بحفاظت نکال لائے۔

مسلمانوں کے اسی دور زوال میں عیسائی مشینری حکومت وقت کی بھرپور حمایت کے ساتھ برصغیر میں اس زعم کے ساتھ داخل ہوئی کہ وہ فاتح قوم ہیں، مفتوح قومیں فاتح کی

تہذیب کو آسانی سے قبول کر لیتی ہیں، انھوں نے بھرپور کوشش کی مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کے تہذیبی و ثقافتی نقوش مثالیوں یا کم از کم انھیں ہلکا کر دیں تاکہ بعد میں انھیں اپنے اندر ضم کیا جاسکے۔

اس محاذ پر بھی اکابر دیوبند نے عیسائی مشینری اور مسیحی مبلغین سے پوری علمی قوت سے ٹکری اور نہ صرف علم و استدلال سے ان کے حملے پسپا کر دئے بلکہ عیسائی تہذیب اور ان کے مآخذ پر کھلی تنقید کی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف اظہار الحق ازالۃ الشکوک، ازالۃ الادہام، اعجاز عیسوی، اصح الاحادیث اور معدن المواجہ المیزان، اس کی شاہد عدل ہیں، نیز حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ان کے تلمیذ خاص حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوری، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ اور بعد میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری علیہم الرحمۃ وغیرہ نے اس محاذ پر گرانقدر خدمات انجام دیں۔

پھر جب ایک مرتب اسکیم کے تحت پورے ملک میں انگریزی اسکولوں کا جال بچھا دیا گیا اور اسلامی مدارس کو ختم کر دینے کی غرض سے ان کے لئے دنیوی ترقی کی تمام راہیں مسدود کر دی گئیں، اس وقت ضروری تھا کہ قرآن و حدیث کی صحیح تعلیم اور اسلام کے آئین و مندانہ ماحول کے لئے عربی دینی مدارس کو ہر طرح کی قربانی دے کر باقی رکھا جائے، نیز جدید دینی عربی مدارس قائم کئے جائیں اور اس کی امکانی سعی کی جائے کہ کوئی اجنبی چیز اسلام کے نام پر اسلام میں گھسنے نہ پائے۔

اس محاذ پر بھی اکابر دیوبند نے پوری ذمہ داری اور اسلام کے ساتھ مکمل وفاداری کا ثبوت دیا اور برصغیر کے چپے چپے پر اپنی درسگاہوں کے ذریعہ علم و دین کے چراغ روشن کر دئے، اس سلسلے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ان کے رفیق خاص محدث کبیر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور آزادی کے بعد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ نے کامیاب جدوجہد کی۔

برصغیر میں تحفظ اسلام کے سلسلے میں علما دیوبند کی خدمات کا یہ اجمالی تعارف بتا رہا ہے کہ پچھلی صدی مادی ترقیات کے ساتھ فکر و نظر کا جو انقلاب اپنے جلو میں لائی تھی اس کے دفاع میں علما دیوبند کی یہ تعلیمی، تبلیغی جدوجہد نہ ہوتی تو نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا انجام

کیا ہو تا اور کچھ بعید نہیں کہ متحدہ ہندوستان میں اسپین کی تاریخ دہرا دی گئی ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور تدبیر نافذہ سے علماے دیوبند کو کھڑا کر دیا جن کی بدولت اسلاف کی یہ لعنت ہر نوع کے زلیخ و ضلالت کی دست و برد سے محفوظ رہی، فالحمد لله علی ذالک وشکر اللہ معہم۔

فرزندان اسلام!

حیف صد حیف کہ فرقہ غیر مقلدین اور خارجیت جدیدہ کے علم برداروں نے نصوص فقہی کے سلسلہ میں سلف صالحین کے مسلمہ علمی منہاج و دستور کو پس پشت ڈال کر اپنے علم و فہم کو حق کا معیار قرار دے کر اجتہادی مختلف فیہ مسائل کو حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے درجہ میں پہنچا دیا ہے اور ہر وہ فرد اور طبقہ جو ان کی اس غلط فکر سے ہم آہنگ نہیں وہ ہدایت سے عاری، مبتدع، ضال و مضل اور فرقہ ناجیہ بلکہ دین اسلام ہی سے خارج ہے۔

کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ جو چیز امت کے لئے باعث رحمت اور علماء کے حق میں موجب کرامت تھی آج اسی رحمت و کرامت کو یہ خارجیت جدیدہ کے علم بردار علم و فہم سے کھلواڑ کرتے ہوئے شقاوت و ضلالت باور کرانے پر تلے ہیں اور برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے مرکز علماے دیوبند ہی ہیں اس لئے ایک خاص ذہنیت کے تحت قادیانیوں، رافضیوں وغیرہ فرقہ، مکرہ و ضالہ کے بجائے بطور خاص علماے دیوبند اور اکابر دیوبند کو اپنی کھسلی و تکفیری مشن کا ہدف بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں ”الدیوبندیہ“ کے نام سے طالب الرحمن سلفی نامی غیر مقلد نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عربی ترجمہ ابو حسان نامی کسی گناہ غیر مقلد نے کیا ہے، جو دارالکتاب والنتہ کراچی سے شائع ہوئی ہے یہ عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں بغیر کسی رد و قدح کے فروخت کی جا رہی ہے اور ایک مہم بنا کر شیوخ حجاز و نجد اور سرکاری دفتروں تک پہنچائی گئی ہے۔

اس فتنہ انگیز کتاب میں دیوبندی مکتبہ فکر کے مرکز دارالعلوم دیوبند کے بارے میں لکھا گیا ہے، دارالعلوم دیوبند سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے والا اور وہ ہے اور آپ کے طریقہ کو پھینک دینے والا ہے اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے۔ (ص ۹۸)

دیوبندی علمائے کے بارے میں تحریر ہے:

”دیوبندیوں کے اقوال و اعمال اور واقعات واضح علامت ہیں کہ ان میں شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک سرایت کر گیا ہے اور وہ مشرکین مکہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں“ (ص ۷۲)

اس کتاب کے صفحہ ۱۹ میں ہے:

علمائے دیوبند عقیدہ توحید سے بالکل خالی ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ توحید کے علم بردار ہیں۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ پر

محرف قرآن، کفر صریح کا مرتکب اور اللہ پر صریح جھوٹ بولنے والے جیسے الزامات چسپاں کئے گئے ہیں (ص ۲۶۶)

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کو

”وبلک یا مشرک“ (اے مشرک تیرے لئے بربادی ہو) سے خطاب کیا گیا ہے پھر آپ کی شان میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں جسے قلم لکھنے پر آمادہ نہیں، کتاب مذکور کے صفحات ۱۲۳، ۱۷۱، ۱۹۰، ۲۵۳ وغیرہ خود دیکھئے۔

محدث عصر حضرت مولانا نور شاہ کشمیری پر بدعت کی تہمت عائد کی گئی ہے۔

محمد انور بدعت کی طرف سائل تھا (ص ۱۵)

اکثر لوگ انور شاہ کی رائے پر ہتے ہیں، خدا تمہ پر رحم کرے تم نے بدبودار تعصب کے ماحول میں پرورش پائی ہے تجھے توحید و سنت کے داعیوں سے شدید بغض ہے۔ (ص ۱۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بارے میں ہے:

”اگر اشرف علی کو اس بات کا خطرہ تھا کہ شاہ عبدالحکیم رانی پوری کے پاس بیٹھنے سے

وہ احوال پر مطلع ہو جائیں گے تو یہ کشف نہیں بلکہ شیطانی احوال ہیں“ (ص ۱۵۲)

محدث جلیل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے حلق ہے:

”محمد یوسف بنوری کا امن عربی کی تعریف کرنا بنوری کے زندقہ ہونے کی

علامت ہے“ (ص ۳۰)

دل پر جبر کر کے صرف یہ چند حوالے درج کئے گئے ہیں ورنہ پوری کتاب علمائے حق پر کذب و افتراء اور دشنام طرازی ہی پر مشتمل ہے ابھی زمانہ قریب میں ایک کتاب ”کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں“ کے نام سے عربی وارو میں ”المکتب التعاونی للدعوة وارشاد وتوعية الجاليات، بالسیلی ص ب ۱۴۱۹ھ“ سے شائع ہوئی ہے اور حج کے موقع پر بڑے پیمانے میں حجاج کرام میں تقسیم ہوئی ہے اس کتاب میں علم و تحقیق کے اصولوں کو یکسر نظر انداز کر کے علمائے دیوبند کو فرقہ ناجیہ جماعت اہل سنت سے خارج بتایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک فاضل شمس الدین سقنی کی ایک کتاب ”جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبورۃ“ میں ضخیم جلدوں میں شائع کی گئی ہے یہ کتاب دراصل شمس الدین کا وہ مقالہ ہے جس پر اسے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مکتبہ المدعوۃ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی ہے۔

جس میں اشہر فرق القبورۃ کے عنوان کے تحت علمائے دیوبند کو قبوری یعنی قبر پرست کہا گیا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۹)

کتاب کے مقدمہ میں امام ابو حنیفہ اور مذہب حنفی پر نہایت رکب اور توہین آمیز تبصرہ کیا ہے، اسی مقدمہ میں علمائے دیوبند کو قبوری کے ساتھ مرجئی و تہمی بھی کہا گیا ہے۔ (ج ۱ ص ۳۲ حاشیہ اوّل ۵۱، ۵۲)

علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری، محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کو قبوری، خرافی، وغیرہ لکھا گیا ہے۔

علمائے دیوبند کے علاوہ ڈاکٹریٹ کے اس مقالہ میں علم کلام میں اشعری و ماتریدی کتب فکر سے متعلق سارے علماء و فضلاء کو بالکل ارجمندی لکھا گیا ہے بالخصوص امام کرمانی شارح بخاری، حافظ سیوطی، علامہ ابن حجر، بیہقی، امام زر قانی شارح موطا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ اساطین علمائے اہل سنت والجماعت اور خدامین کتاب و سنت کو نام بنام قبوری اور دہنی کے مکروہ خطابات سے لواتا گیا ہے۔

گویا دین خالص کا حامل اور سنت رسول پر عامل امت میں بس یہی فرقہ نوپید اور دہی

شرذمہ قلیلہ ہے جو اپنے آپ کو سنی اور اہل حدیث کہتے ہیں اور ملت کا سواد اعظم اور امت کے وہ سارے طبقات جو عقیدہ اشعری یا ماتریدی ہیں اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اور مشائخ طریقت سے عقیدت و ارادت رکھتے ہیں وہ سب اہل سنت والجماعت سے خارج، بدعتی، قہوری، دھنی، گنہگار، مرتد، غیرہ ہیں، **مطالی اللہ المشتکی وهو المستعان**۔

پوری کتاب میں گنتی کے چند لوگوں کو چھوڑ کر پوری ملت اسلامیہ کو صحیح دین اسلام سے خارج کر دیا گیا اس پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ڈاکٹریٹ کی سند دیا جانا نہ صرف باعث حیرت بلکہ لائق مذمت ہے، یہ کس قدر تکلیف دہ حقیقت ہے کہ جو تعلیمی ادارہ قرآن و حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی اشاعت اور صحیح علوم کی تعلیم و تنہیم کے لئے وجود میں آیا تھا، آج اسی علمی و دینی ادارہ سے مسلمانوں کو صحیح دین سے خارج اور نکال دینے کا کام لیا جا رہا ہے۔

مملکت سعودیہ عربیہ کو چونکہ حرمین شریفین سے ایک خاص اعتبار ہے، اس حکومت نے حرمین شریفین کی توسیع و ترغیم کے سلسلے میں جو تاریخی کارنامے انجام دئے ہیں نیز فرہنگ کی ادائیگی سے متعلق جس طرح کی بے مثال سہولتیں فراہم کی ہیں، ان وجوہ سے علمائے دیوبند کا حکومت اور ارباب حکومت سے مخلصانہ جذباتی تعلق رہا ہے، جس کا مظاہرہ بار بار ہو چکا ہے، اس دیرینہ تعلق کی بناء پر توقع کی جاتی تھی کہ فرقہ غیر مقلدین، ایک خاص منصوبہ کے تحت علمائے دیوبند پر جو ناروا کچڑا چھال رہے ہیں، مملکت سعودیہ اور اس کے کارکنوں کی جانب سے اس انتشار افزا رویہ کی ہمت افزائی نہیں ہوگی لیکن اس وقت مملکت سعودیہ سے علمائے دیوبند سے متعلق جس طرح کے غلط اور بے بنیاد مولو پوری دنیا میں پھیلائے جا رہے ہیں اسے دیکھ کر اب ہمارا یہی احساس ہے دانستہ یا نادانستہ طور پر مملکت علمائے دیوبند کے خلاف اس غلط مہم میں شریک کار ہے، بلکہ سرپرستی کر رہی ہے جس سے بے زاری اور نفرت کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔

۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

علمائے دین!

پورے حالات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں کہ آپ کے مذہب، آپ کے کتب فکر

اور آپ کے اکابر کو خارجیت جدیدہ کے علم بردار غیر مقلدین کس قدر ہدف طعن و تشنیع بنائے ہوئے ہیں ان حالات میں آپ کی مذہبی و فکری حیثیت کا کیا تقاضا ہے اسے آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں آپ حضرات کے بلند عزائم اور جہد و عمل کی بے پناہ قوت سے مجھے یہ توقع ہے کہ اس تقاضے کو بردکار لانے میں آپ کسی کوتاہی اور غفلت کے شکار نہیں ہوں گے۔

(۱) فتنہ غیر مقلدیت کے اس موجودہ دور میں ضرورت ہے کہ ہمارا اختلاط اس فرقہ کے لوگوں سے کم سے کم ہو، تاکہ ہماری موجودہ نسل اباحت پسندی کی رملہ سے دور رہے اور اسلاف، اکابر کے مسلک و عقیدہ کے بارے میں کسی طرح کے تذبذب کا شکار نہ ہو۔

(۲) ضرورت اس کی بھی ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں اس فرقہ کے قائم کردہ مدارس و اسکولوں میں داخل نہ ہوں، اس لئے کہ اس کا تجربہ ہے کہ ہمارے جو بچے اور بچیاں غیر مقلدین کے مدارس اور اسکول میں داخل ہوتے ہیں ان کے لڑکھانہ و انکار پر غیر مقلدیت کی چھاپ پڑنی شروع ہو جاتی ہے اور ہمارے یہ بچے اپنے مسلک و عقیدہ اور اسلام کی صحیح تعلیمات سے آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۳) مدارس و مکاتب کے ذمہ داروں کو نصاب تعلیم میں کچھ منتخب احادیث جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہو ضرور شامل کرنا چاہیے ان احادیث کو طلبہ زبانی یاد کریں اور ان کے ترجمہ و معنی سے بھی واقف ہوں تاکہ ان کو شروع ہی سے یہ احساس ہو کہ جس مذہب کی وہ تقلید کرتے ہیں، اس کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے۔

اگر ان باتوں کا لحاظ کیا جائے تو اللہ کے کرم سے امید ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں غیر مقلدیت کے فتنہ کا شکار ہونے سے بڑی حد تک محفوظ رہیں گے۔

اس صبح خراشی کی معذرت کے ساتھ میں اپنی گزارشات کو اب ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزائم میں، ارادوں میں، چٹنگی، اعمال میں اخلاص پیدا فرمائے اور ہمیں اپنے دین، مذہب اور اکابر کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والہ سترۃ والسلام

علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

مقالہ نمبر ۱

اجماع و قیاس کی حُجَّت

قرآن و حدیث و اقوالِ سلف کی روشنی میں

از

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند





اجماع کے لغوی معنی کا بیان

لغت میں اجماع کے دو معنی ہیں (۱) عزم اور پختہ ارادہ (۲) اتفاق۔ جب کوئی شخص کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے ”اجمع فلان علی کذا“ فلاں نے اس کام کا عزم کر لیا باری تعالیٰ کا قول ”فاجمعوا امرکم“ پ ۱۱ رکوع ۱۳ (تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کرو) اسی معنی میں مستعمل ہے اسی معنی میں آنحضور ﷺ کا یہ قول ہے ”من لا یجمع الصیام قبل الفجر ولا صیام لہ“ (ترمذی) جس شخص نے فجر سے پہلے روزے کا عزم اور پختہ ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ (درست) نہیں ہوگا دوسرے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جاتا ہے ”جمع القوم علی کذا“ قوم نے اس کام پر اتفاق کر لیا مذکورہ دونوں معنی کے درمیان فرق یہ ہے کہ اجماع بمعنی عزم ایک شخص کی طرف سے متصور ہو جاتا ہے لیکن دوسرے معنی کیلئے کم از کم دو شخصوں کا ہونا ضروری ہے۔

اجماع کے شرعی معنی کا بیان

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے یعنی۔

• • • بحقی المجتہدین الصالحین من امة محمد ﷺ فی عصر علی امر من الامور

(توضیح تلویح ص ۵۱۶)

کسی ایک زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے اجماع کی تعریف میں اتفاق سے اشتراک مراد ہے اور یہ قول، فعل، اعتقاد، سب کو شامل ہے یعنی اس امت کے مجتہدین کسی قول میں شریک ہوں یا فعل میں شریک ہوں یا اعتقاد میں شریک ہوں تمام صورتوں میں اجماع محقق ہو جاتا ہے پہلے کو اجماع قولی دوسرے کو اجماع فعلی اور تیسرے کو اجماع اعتقادی کہا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شی قول کے قبیل سے ہو اور ایک زمانے کے تمام مجتہدین اس پر اتفاق کر لیں اور یہ کہیں ”احمعا علیٰ هذا“ تو یہ قولی اجماع ہوگا اور اگر کوئی شی فعل کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر عمل شروع کر دیں تو یہ فعلی اجماع ہوگا جیسے مضاربیت، مزارعت، اور شرکت، فعلی اجماع سے ثابت ہیں اور اگر کوئی شی اعتقاد کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر اعتقاد کر لیں تو یہ اعتقادی اجماع ہوگا جیسے شیخین (ابوبکر، عمر) کی فضیلت پر تمام مجتہدین کا اعتقاد ہے اگر کسی قول یا فعل یا اعتقاد پر بعض مجتہدین اتفاق کر لیں اور باقی سکوت کریں حتیٰ کہ مدت تامل گزر جائے اور وہ اس کا رد نہ کریں تو یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے جسکے احناف تو قائل ہیں لیکن حضرت امام شافعی قائل نہیں ہیں۔

اجماع کی تعریف میں مجتہدین کی قید لگا کر غیر مجتہدین یعنی عوام کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے چنانچہ اگر کسی امر پر عوام نے اتفاق کر لیا تو شرعاً اسکا اعتبار نہ ہوگا المجتہدین کو لام استغراق کے ساتھ معرف فرما کر بعض کے اتفاق سے احتراز کیا ہے چنانچہ کسی امر پر اگر بعض مجتہدین کا اتفاق ہو گیا اور بعض کا نہ ہو تو یہ اجماع کی تعریف میں داخل نہ ہوگا۔ اور اس کو شرعاً اجماع نہیں کہا جائے گا صالحین کی قید لگا کر مجتہدین فاسقین اور مجتہدین مبتدعین کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ ان لوگوں کا اجماع حجت شرعیہ نہیں ہوتا ہے امت محمدیہ ﷺ کی قید لگا کر سابقہ امتوں کے مجتہدین کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے کیونکہ اجماع کا حجت ہونا آپ ﷺ کی امت کی خصوصیات میں سے ہے سابقہ امتوں کے مجتہدین کا اجماع حجت شرعیہ شمار نہیں ہوتا تھا۔ ایک زمانے کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اجماع کے تحقق کے لئے ایک

زمانے کے مجتہدین کا اتفاق کر لینا کافی ہے الٰہی بوم القیمة تمام زمانوں کے تمام مجتہدین کا اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے اجماع کی تعریف میں علی امر من الامور کی قید اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ تعریف قول، فعل، مثبت، منفی، احکام عقلیہ اور احکام شرعیہ سب کو شامل ہو جائے کیونکہ امر کا اطلاق ہر ایک پر ہوتا ہے بعض علماء نے اجماع کو حکم شرعی کے ساتھ متضاد کیا ہے اور تعریف میں علی امر من الامور کی جگہ علی حکم شرعی ذکر کیا ہے۔

اجماع کے حجت شرعی ہونے کا بیان

اجماع کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ نظام معترزی، خوارج اور اکثر و افض اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کے وقوع کو محال قرار دیتے ہیں لیکن جمہور مسلمین اجماع کی حجیت کے قائل ہیں۔ جو حضرات اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہیں وہ دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ ایک زمانے کے تمام علماء اور مجتہدین کے اقوال کو ضبط کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ ان کی تعداد بھی کثیر ہوگی اور ان کے شہروں اور مکانوں میں بھی بعد ہوگا پس ان کی کثرت تعداد۔ تباہ دیار اور تباہین امکانہ کے ہوتے ہوئے ان کے اقوال کو ضبط کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور جب یہ ممکن نہیں ہے تو کسی واقعہ میں پوری امت کے مجتہدین کے اقوال کی معرفت بھی معذور اور ناممکن ہوگی۔ اور جب تمام مجتہدین کے اقوال کی معرفت معذور اور محال ہے تو کسی امر اور واقعہ پر تمام مجتہدین کا اجماع بھی ناممکن ہوگا لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ دلیل ظاہر البطلان ہے اس لئے کہ اگر جدوجہد کی جائے تو ایک زمانے کے علماء کے اقوال کی معرفت ناممکن نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے خاص طور سے اس زمانے میں۔

جمہور مسلمین کے دلائل قرآن سے

۱۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُسْلِمِينَ
يُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَيُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔“
(پ ۵ رکوع ۱۴)

ترجمہ :- اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور
چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس
نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

اس آیت سے استدلال اس طور پر کیا گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے رسول کی مخالفت
اور غیر سبیل مومنین کے اتباع پر وعید بیان فرمائی ہے اور جس چیز پر وعید بیان کی جائے وہ
حرام ہوتی ہے لہذا رسول کی مخالفت اور غیر سبیل مومنین کا اتباع دونوں باتیں حرام ہوں گی
۔ اور جب یہ دونوں باتیں حرام ہیں تو ان کی تضاد یعنی (رسول کی موافقت اور سبیل
مومنین کا اتباع) دونوں واجب ہوں گی۔

الحاصل اس آیت سے سبیل مومنین کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہو گیا اور
مومنین کی سبیل اور اختیار کردہ راہ ہی کا نام اجماع ہے لہذا اجماع کے اتباع کا واجب ہو
نا ثابت ہو گیا اور جب اجماع کا اتباع واجب ہے تو اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

الغرض اس آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ امت محمدیہ پیغمبر کا اجماع حجت
شرعی ہے اور اس کا ماننا فرض ہے۔

۲۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا“
(پ ۴ رکوع ۲)

اس آیت سے استدلال اس طور پر ہو گا کہ حق تعالیٰ نے تفرق سے نہی فرمائی ہے
اور تفرق نام ہے خلاف اجماع کا لہذا خلاف اجماع منہی عنہ ہو گا اور جب خلاف اجماع
منہی عنہ ہے تو اجماع مامور بہ اور واجب الاتباع ہو گا اور جب اجماع واجب الاتباع

ہے تو ا۔ ناماننا لازم ہوگا اور وہ خود حجت شرعی ہوگا۔

۳۔ فلو لا ہر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقوا فی الدین

(پ ۱۱ رکوع ۳)۔

ترجمہ۔ سو کیوں نہ نکاہ فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کرے دین میں۔
اس آیت سے استدلال ا۔ طور پر ہوگا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر اس قوم کے تنقہ فی الدین رکھنے والے طائفہ کے اتباع کو واجب کیا ہے پس اگر بہت سے حصے کسی ایسے حکم پر متفق ہو جائیں جس میں نص موجود نہ ہو اور وہ اپنی قوموں کو اس کا حکم دیں تو ان پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور جب ایسا ہے تو ان طوائف کا حکم پر اتفاق کرنا دلیل شرعی اور حجت شرعی ہوگا جسکی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (پ ۵ رکوع ۵)۔

ترجمہ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر لوگوں کی یہ آیت اجماع کی حجیت پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ اس آیت میں اولی الامر سے مراد یا مجتہدین امت ہیں یا حکام ہیں اگر اول ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مجتہدین کسی ایسے حکم پر اتفاق کر لیں جس حکم میں نص موجود نہ ہو تو ان کی اطاعت واجب ہے۔ اور اگر ثانی ہے یعنی حکام اور وہ مجتہد نہیں ہیں اور نہ ہی حکم مذکور کو جانتے ہیں تو ان پر اہل علم اور اہل اجتہاد سے سوال کرنا واجب ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

پس جب انھوں نے مجتہدین اور اہل علم سے سوال کیا اور اہل علم جواب پر متفق ہو گئے تو حکام کا ان کے جواب کو قبول کرنا واجب ہوگا ورنہ سوال کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور لوگوں پر چونکہ ان کی اطاعت واجب ہے اس لئے ان پر بھی قبول کرنا واجب ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ لوگوں پر ان کے متفق علیہ قول کو قبول کرنا اس وقت واجب ہوگا جب کہ ان کا قول حجت اور دلیل ہو۔

الحاصل۔ اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ اجماع حجت شرعی ہے۔

۵- وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداةم (پ ۱۱ رکوع ۳)۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت کے بعد گمراہ نہیں کرتے

یہ آیت اجماع کی حجیت پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ "قوم یعنی علماء مہدیین کے دلوں میں خلاف حق نہیں ڈالتے ہیں اور ضلال کو خلاف حق باری تعالیٰ کے ارشاد: فمادا بعد الحق الا الضلال کی وجہ سے کہا گیا ہے اور جب علماء مہدیین کے دلوں میں خلاف حق نہیں ڈالا جاتا تو حق ڈالا جاتا ہے یعنی علماء مہدیین کا اتفاق جب بھی ہوگا حق پر ہی ہوگا اور حق کا قبول کرنا واجب ہے لہذا علماء مہدیین جس حکم پر بھی اتفاق کر لیں گے اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور وہ لوگوں کے حق میں حجت ہوگا۔ (توضیح مکتوب)

اجماع کے حجت شرعی ہونے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کچھ واقعات ایسے ہوں جن میں نص موجود نہ ہو اور وہ احکام مبہل اور بیکار رہ جائیں تو دین کامل نہیں ہوگا مگر چونکہ الیوم اکملت لکم دینکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کے کامل اور مکمل ہونے کی خبر دی ہے اسلئے مجتہدین کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان واقعات سے احکام کا استنباط کریں اب اگر مجتہدین نے کسی زمانے میں کسی حکم کا استنباط کیا اور اس پر اتفاق کیا تو اس زمانے کے لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور جب ایسا ہے تو ان کا اتفاق اس حکم کی ایسی دلیل ہوگا جسکی مخالفت جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولا تكونوا كالذين تفرقوا و احتلموا من بعد ما جاءهم البينات۔

اجماع کا حجت شرعی ہونا احادیث سے بھی ثابت ہے

۱- ان امتی لاتجتمع علی الضلالة۔

ترجمہ :- میری امت ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتی ہے۔

(ابن ماجہ ص ۲۸۳ مسند احمد ج ۶ ص ۸۷۸ دارمی ج ۱ ص ۲۵ ترمذی ج ۲ ص ۳۹)

۲- ثم یکس الله لجمع امتی علی الضلالة

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت پر اٹھانہ کریں گے۔

۳- ما راہ المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن

ترجمہ: جس چیز کو مسلمانوں نے حسن سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۲۶ ابوداؤد طحاوی ص ۳۳)

۴- علیکم بالسواد الا عظم

ترجمہ: سواد اعظم اور غالب اکثریت کا اتباع کرو۔ (ترمذی ج ۲ ص ۳۹)

۵- اتبعوا السواد الا عظم فانه من شد شد فی النار

ترجمہ: سواد اعظم کا اتباع کرو اس لئے کہ جو الگ ہو گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

(حاکم ج ۱ ص ۱۹۹)

۶- ید الله علی الجماعة ومن شد شد فی النار

ترجمہ: جماعت اللہ کے زیر سایہ ہے اور جو جماعت سے الگ ہو گا وہ دوزخ

(ترمذی ج ۲ ص ۳۹)

میں داخل ہوگا۔

۷- عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ ان الشيطان ذئب الانسان

کذذب الغنم ياخذ الشاذة والقاصية والناحية واياکم والشعاب وعلیکم

(مسند احمد)

بالجماعة۔

ترجمہ: شیطان انسان کا بھیڑیا ہے بکریوں کے بھیڑیے کی طرح اکیلی ہو

نے والی، الگ ہونے والی اور ایک طرف ہونے والی کو کھا جاتا ہے تم لوگ قبیلوں اور بر

ادریوں میں بٹنے سے بچو تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

۸- من خرج من الجماعة قید شیر فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه۔

ترجمہ: جو شخص ایک باشت کے بقدر جماعت سے ہٹا اس نے اسلام کا پھندہ

(عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۳۹ حاکم ج ۱ ص ۲۰۳)

اپنی گردن سے نکال دیا۔

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امت اجتماعی طور پر خطاء سے

معصوم ہے یعنی پوری امت خطاء اور ضلالت پر اتفاق کر لے ایسا نہیں ہو سکتا ہے اور

جب ایسا ہے تو اجماع امت کا ماننا اور اس کا حجت شرعی ہونا ثابت ہوگا۔

جن مسائل پر اجماع منعقد کیا گیا ہے نمونہ کے طور پر چند کا بیان

۱۔ جماع بدون الانزال کے موجب غسل ہونے میں ابتداء صحابہ میں اختلاف تھا چنانچہ انصار و جوہ غسل کے قائل نہیں تھے اور مہاجرین و جوہ غسل کے قائل تھے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین دونوں کو جمع کر کے پوری صورت حال ان کے سامنے رکھی اور ان کو جوہ غسل پر آمادہ کیا تو حضرت عمر کے اس فیصلہ پر سب متفق ہو گئے اور کسی نے کوئی نکیر نہیں کی۔

الحاصل جماع بدون الانزال کے موجب غسل ہونے پر صحابہ کا اجماع منعقد

(طحاوی ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ اشرفی)

ہوا ہے۔

۲۔ امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ نے علقمہ بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین جو بصرہ میں تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی کسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو اس معاملہ میں خسارہ ہو گیا ہے یہ نہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے بغیر دیکھے زمین خریدی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کو خسارہ ہو گیا انھوں نے فرمایا کہ مجھے اختیار ہے کیونکہ میں نے اپنی زمین بغیر دیکھے فروخت کی ہے دونوں حضرات نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ طلحہ کو خیار رویت حاصل ہے عثمان کو حاصل نہیں ہے یہ واقعہ صحابہ کی موجودگی میں پیش آیا مگر کسی نے نکیر نہیں کی گویا اس پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا کہ خیار رویت مشتری کو حاصل ہوگا بائع کو حاصل نہ ہوگا۔

(اشرف الہدایہ ج ۸ ص ۱۱۲)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو رات تراویح باجماعت پڑھیں اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے۔

(بخاری باب تحریض النبی علی صلاة اللیل مسلم باب الترعیب فی قیام رمضان)

پھر صحابہؓ کے مابین عمل و قول اختلاف رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے رمضان مواظبت کے ساتھ بیس رکعت یا جماعت تراویح پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔

روى ان عمر رضی اللہ عنہ جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شهر رمضان علی ابی بن کعب فصلی بہم فی کل لیلة عشرین رکعة۔

(صہب الراہ ج ۲ ص ۱۵۴)

عن السائب بن یزید قال کنا نقوم من زمن عمر بن الخطاب بعشرين رکعة۔
(العلیق الحسن ج ۲ ص ۵۴)

قال ان علی ابن ابی طالب امر رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة
(رواہ البیہقی کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴)

قال ابن حجر المکی الشافعی اجتمعت الصحابة علی ان التراويح عشرون رکعة (مرقاۃ) التراويح سنة مؤکدة عشرون رکعة بمرضان والاصل فی مسوئتها الاجماع۔
(نبیل الحارث فی المقہ الحبلی)

۴۔ ایک مجلس کی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہو یا تین ہی واقع ہوں یہ مسئلہ بھی صحابہؓ میں مختلف فیہ رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اسکے بعد سے جمہور اس پر متفق چلے آ رہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

فی صحیح مسلم ان ابن عباسؓ قال قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر ووسیب من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر کان ہم فیہ اناة فلو امصباہ علیہم فامضاه وذهب جمہور الصحابة والتابعین ومن بعد ہم من ائمة المسلمین الی انہ یقع ثلاثا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ کی تکبیرات پانچ بھی منقول ہیں اور سات اور نو اور چار بھی۔ اسلئے صحابہؓ کے درمیان اس میں اختلاف رہا ہے اسکے بعد حضرت عمر

ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا کہ تم صحابہ کی جماعت ہو کر اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد آنے والوں پر کتنا شدید اختلاف ہوگا پس چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو گیا۔

فقد اختلف الروایات فی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہروی
عنه الخمس والسبع والتسع واكثر من ذلك الا ان آخر فعه كان اربع
تکبیرات لما روى عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ جمع الصحابة رضی اللہ
عنہم حين اختلفوا فی عدد التکبیرات وقال لهم انکم اختلفتم فمن یأتی
بعدکم یكون اشد اختلافاً منکم فانظر وا آخر صلاة صلاها رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی حنارة فحذوا بذلك فوجدوه صلی علی امرأة کبر
علیها اربعاً فانفقوا علی ذلك فكان دليلاً علی كون التکبیرات فی صلاة
الحجارة اربعاً لاہم اجمعوا علیہا (بدائع المکاسب ج ۲ ص ۵۰)

۶۔ اگر کوئی شخص متعدد بار چوری کرے اور ایک مرتبہ میں اس کا دایاں ہاتھ اور
دوسری مرتبہ میں اس کا بائیں پیرکٹ چکا ہو اور پھر تیسری اور چوتھی بار چوری کرے تو اسکے
ہاتھ، پیرکٹ کر سزا دی جائے یا قطع کے علاوہ دیگر کوئی سزا دی جائے اس سلسلے میں
اختلاف رہا ہے اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صورت متعین
فرمادی کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں قطع نہ ہوگا اور صحابہؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا پس یہی
توارث ہو گیا اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی صحابہ کا اجماع ہے۔

سیدنا عمرو سیدنا علیؓ کم یزیداً فی القطع علی قطع الید الیمنی و
الرجل الیسری وکان ذلك بمحضر من الصحابة و لم یقل انہ انکر علیہا
مکر فیکون اجماعاً من الصحابة (بدائع ج ۲ ص ۴۰)

روی ان سیدنا علیؓ بشارق فقطع یدہ ثم اتی به الثانیة وقد سرق
فقطع رجله ثم اتی به الثالثة و سرق فقال لا اقطعہ ان قطعتم یدہ و فبای
شی یا کل بای شی یتصح وان قطعتم رجله بای شی یمشی ای لا یتحی
من اللہ فضر به نذابة وخبسة (دار فنی ج ۳ ص ۱۸۰ و کتب مصنف حدائق)

روی ان سیدنا عمر اتی سارق اقطع اليد والرحل قد سرق نعالا
 يقال له سدوم واراد ان يقطعه فقال له سیدنا علیؑ اما عليه قطع يد ورحل
 وحسبه سیدنا عمرؓ ولم يقطعه (دار فطی ح ۳ ص ۱۰۳ بیہقی ح ۸ ص ۲۴۵)
 نمونے کے طور پر خادم نے چند واقعات ذکر کئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بہت
 سے واقعات ہیں جن میں صحابہ کا اجماع منعقد ہوا ہے اور امت نے ان کو تسلیم کیا ہے اور
 ان پر عمل کیا ہے۔ مذکورہ دلائل اور واقعات جو علی الاطلاق اجماع کی حجیت پر دلالت
 کرتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے روافض، خوارج اور اس زمانے کے غیر مقلدین کا
 اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کھلا ہوا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

اجماع کے رکن کا بیان

اجماع کا رکن دو قسم پر ہے ایک عزیمت دوم رخصت عزیمت تو یہ ہے کہ تمام
 مجتہدین کسی قول پر اتفاق کریں اور یوں کہیں اجمعنا علی کذا یا کسی فعل کو بالاتفاق
 شرعاً رد دیں اور رخصت یہ ہے کہ بعض مجتہدین کوئی بات کہیں یا کوئی کام کریں اور باقی
 اسکو سنکر یاد کیجے کر سکوت اختیار کریں اور مدت مائل گذر جانے کے بعد اس پر کوئی نکیر نہ
 کریں اسی کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ اور یہ احناف کے نزدیک تو حجت ہے لیکن امام
 شافعی کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ اجماع کے اہل وہ لوگ ہیں جو مجتہد ہوں، ان میں نہ
 ہوائے نفس ہو اور نہ فسق ہو۔

اجماع کی شرط کا بیان

اجماع کی شرط کل کا متفق ہونا ہے چنانچہ انعقاد اجماع کے وقت ایک کا اختلاف
 بھی مانع اجماع ہوگا جیسا کہ اکثر کا اختلاف مانع اجماع ہوتا ہے بعض معتزلہ کا خیال ہے
 کہ اکثر کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ حق جماعت (اکثریت) کے
 ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا اَمْرَ اللّٰهِ اَطِیْعُوْا اَمْرَ الرَّسُوْلِ اَطِیْعُوْا اَمْرَ اٰیٰتِہِمْ کَیْ تَحْبُوْۤا سَلٰمًا (نور) (نرمذی ح ۲ صفحہ ۳۹)

یعنی جماعت اللہ کے زیر سایہ ہے جو شخص جماعت سے باہر نکلا دوزخ میں داخل ہوا۔
اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر ایک دو شخص جماعت سے باہر نکل گیا
حق تب بھی جماعت ہی کیساتھ ہوتا ہے۔

الحاصل حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک آدمہ شخص کا اختلاف
انعقاد اجماع کیلئے مانع نہیں ہوتا ہے ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ
حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر انعقاد اجماع کے وقت ایک دو شخص جماعت سے
الگ ہو گیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تحقق اجماع کے بعد
اگر کوئی شخص الگ ہو گیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا یعنی تمام مجتہدین کے ساتھ اتفاق
کرنے کے بعد اگر اختلاف کیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ پس حدیث کے اس مطلب
کے بعد اکثریت کے اتفاق سے اجماع کا انعقاد ثابت نہ ہوگا بلکہ کل کے اتفاق سے
اجماع کا انعقاد ثابت ہوگا۔

اجماع کے حکم کا بیان

اجماع کا حکم یہ ہے کہ اجماع سے ”مراد“ شرعی سبیل الیقین ثابت ہو جاتی ہے۔

اجماع کے انعقاد کے سبب کا بیان

اجماع کے انعقاد کے سبب کی دو قسمیں ہیں اول داعی الی انعقاد اجماع یعنی وہ چیز
جو انعقاد اجماع کی دعوت دیتی ہے اور وہ داعی کبھی تو کتاب اللہ سے ہوتا ہے مثلاً امہات اور
بنات کی حرمت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا سبب داعی باری تعالیٰ کا قول ”حرمت
علیکم امہاتکم و بناتکم“ ہے اور وہ داعی کبھی اخبار آحاد سے ہوتا ہے مثلاً قبضہ کرنے
سے طعام مشتری کی بیع کے عدم جواز پر اجماع منعقد ہے اور اس کا سبب مسلم ج ۲ کی یہ
حدیث ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتعاض

طعاما فلا يبيعه حتى يقضه۔

جس شخص نے اناج خرید اور اس کو قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے اور وہ داعی کبھی قیاس سے ہوتا ہے مثلاً چاول میں ربا جاری ہونے پر اجماع منعقد ہوا مگر اس کا سبب قیاس ہے یعنی اتحاد قدوم مع انجنس کی وجہ سے چاول کو ان چیزوں پر قیاس کیا گیا جو چیزیں حدیث الحنطۃ بالحنطۃ میں مذکور ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے فرمایا ہے کہ اجماع صرف دلیل قطعی سے منعقد ہو سکتا ہے خبر واحد اور قیاس سے منعقد نہیں ہو سکتا اسلئے کہ خبر واحد اور قیاس دونوں خود موجب علم و یقین نہیں ہوتے لہذا جو چیز (اجماع) ان دونوں سے صادر ہے وہ کیسے موجب یقین ہو سکتی ہے حالانکہ اجماع موجب یقین ہوتا ہے اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ اجماع خبر واحد سے تو منعقد ہو سکتا ہے لیکن قیاس سے منعقد نہیں ہوگا کیونکہ قیاس کا حجت شرعی ہونا ہی مختلف فیہ ہے لہذا ایک مختلف فیہ چیز سے اجماع کیسے منعقد ہوگا بعض مشائخ احناف نے کہا کہ اجماع قیاس اور خبر واحد ہی سے منعقد ہوگا خبر متواتر اور کتاب اللہ سے منعقد نہ ہوگا اسلئے کہ خبر متواتر اور کتاب اللہ کی موجودگی میں اجماع کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ دونوں خود حکم ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں دوسری قسم سبب ناقل ہے یعنی وہ سبب جو ہماری طرف نقل ہو کر آیا ہے مثلاً حدیث کا نقل پس حدیث کا نقل ہو کر آنا کبھی ایسی دلیل سے ہوتا ہے جس میں کوئی شبہ نہ ہو جیسے حدیث متواتر اور کبھی ایسی دلیل سے ہوتا ہے جس میں شبہ ہو جیسے خبر واحد۔

وقال العلامة الشامي مزیدا علی ذالك اما ولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث۔

(رد المحتار مع الدر المختار ج ۴، ص ۴۳۴، ۴۳۵)

کن حضرات علماء کا اجماع معتبر ہے

جن حضرات علماء کا اجماع معتبر ہے ان کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ داؤد ظاہری، شیعہ حضرات اور امام احمد ایک روایت کے مطابق کہتے ہیں کہ صرف صحابہ کا

اجماع معتبر ہے اور انھیں حضرات کو اجماع منعقد کرنے کا حق ہے امام مالکؒ سے منقول ہے کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع معتبر ہے اور انھیں کو اجماع منعقد کرنے کا حق ہے روافض میں سے فرقہ زیدیہ اور امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کا اجماع معتبر ہے اور ان کے علاوہ کو اجماع منعقد کرنے کا حق نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ہر زمانے کے عادل اور مجتہد علماء کو اجماع منعقد کرنے کا حق حاصل ہے داؤد ظاہری وغیرہ کی دلیل باری تعالیٰ کے قول۔

”کنتم خیر امة اخرجت للناس“ (پ ۳ رکوع ۳)

اور کذالک جعلنا کم امة وسطا لتکون شہدا علی الناس“ (پ ۲ رکوع ۱) کے مخاطب صرف صحابہ ہیں کیونکہ خطاب موجودین کو ہوتا ہے نہ کہ معدومین کو اور خطاب اور نزول وحی کے وقت صحابہؓ کے علاوہ سب معدوم اور غیر موجود تھے بہر حال جب وحی اور خطابات شرع کے مخاطب صرف صحابہؓ ہیں ان کے بعد کے لوگ مخاطب نہیں ہیں تو اجماع منعقد کرنے کے اہل بھی صحابہ ہی ہوں گے اور انھیں کا اجماع معتبر شمار ہوگا ان کے علاوہ دوسرے حضرات اجماع کے اہل شمار نہ ہوں گے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی تعریف کی ہے مثلاً ایک حدیث میں فرمایا ہے ”اصحابی امانة امتی“ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۹) میرے صحابہ میری امت کے نگہداشت رکھنے والے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے ”اصحابی کا لنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم“ (کشف الخفاء ج ۱ ص ۱۴۷) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جسکی بھی اقتداء کرو گے راہ یاب ہو جاؤ گے ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو صحابہؓ کے صدق اور حق پر ہونے کو ظاہر کرتی ہیں پس آنحضور ﷺ کا حضرات صحابہ کے عادل اور صادق ہونے پر شہادت دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ انھیں حضرات کا اجماع معتبر ہوگا ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اجماع کیلئے کل کا اتفاق ضروری ہے اور کل کا اتفاق عہد صحابہؓ میں تو ممکن تھا لیکن اسکے بعد ممکن نہیں ہے کیونکہ عہد صحابہ کے بعد مسلمان اطراف عالم اور مشارق و مغارب میں پھیل چکے تھے۔ لہذا ایسی صورت میں تمام

مسلمانوں کے اتفاق کو جاننا امر محال ہے اور جب تمام مسلمانوں کے اتفاق کو جاننا امر محال ہے تو عبد صحابہ کے بعد کا اجماع کیسے معتبر ہو سکتا ہے ہماری طرف سے ان حضرات کی پیش کردہ دلیل اول کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ خطاب صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے ان کے علاوہ کو شامل نہیں ہے غلط اور ناقابل تسلیم ہے کیونکہ اس سے چند خرابیاں لازم آئیں گی۔

پہلی خرابی تو یہ لازم آتی ہے کہ جو حضرات صحابہ نزول وحی کے وقت موجود تھے اگر ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا تو باقی دیگر صحابہ کا اجماع منعقد نہ ہو کیونکہ بعض کی وفات کی وجہ سے یہ تمام مخاطبین کا اجماع نہ ہوگا حالانکہ اجماع کی صحت کیلئے تمام کا اتفاق ضروری ہے اور جب صحت اجماع کے لئے تمام کا اتفاق ضروری ہے اور اس میں تمام مخاطبین کا اتفاق نہیں ہے تو یہ اجماع حجت بھی نہ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ یہ اجماع آپ کے نزدیک حجت ہے۔

دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ مذکورہ آیات کے نزول کے بعد جو حضرات صحابہ اسلام میں داخل ہوئے ان کا اجماع معتبر نہ ہو کیونکہ یہ حضرات ان آیات کے مخاطب نہیں ہیں حالانکہ ان کا اجماع معتبر ہے۔

تیسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ صحابہ کے بعد کے لوگ احکام کے مخاطب اور مکلف نہ ہوں حالانکہ احکام کے مخاطب جس طرح حضرات صحابہ ہیں اسی طرح ان کے بعد کے لوگ بھی ہیں یہ خرابیاں اس لئے لازم آئی ہیں کہ آپ نے مذکورہ آیات کا مخاطب صرف صحابہ کو قرار دیا ہے۔

پس ان خرابیوں سے بچنے کیلئے یہی کہا جائے گا کہ مذکورہ آیات کے مخاطب صرف صحابہ نہیں ہیں بلکہ صحابہ بھی مخاطب ہیں اور بعد کے لوگ بھی مخاطب ہیں اور جب ایسا ہے تو اجماع کا انعقاد صحابہ کے ساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ ہر زمانے کے علماء کا اجماع معتبر اور حجت ہوگا۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صحابہ کی تعریف و

توصیف کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہو بلکہ بہت سی احادیث اس امت کی عصمت پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اجماع کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے خادم نے چند حدیثیں ذکر کی ہیں نیز اجماع کا حجت ہونا اس امت کی تعظیم اور تکریم ہے اور امت میں صحابہ بھی داخل ہیں اور غیر صحابہ بھی لہذا سب ہی کا اجماع معتبر ہوگا صحابہ کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر جدوجہد کی جائے تو تمام علماء کے اقوال کی معرفت ناممکن نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے بالخصوص اس زمانے میں جبکہ ساری دنیا ایک محلہ ہو کر رہ گئی۔

قول ثانی کے قائلین یعنی امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے بارے میں مدنی آقا ﷺ نے فرمایا ہے۔

”المدينة كالکیرتفی خبثها کما ینفی الکیر حث الحدید (صحیحین)“
مدینہ طیبہ لوہار کی بھٹی کی طرح ہے مدینہ اپنے خبث کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے رنگ اور میل کچیل کو دور کر دیتی ہے خطا بھی ایک قسم کا خبث ہے پس جب مدینہ اور اہل مدینہ سے خبث منٹھی ہے تو ان سے خطا بھی منٹھی ہوگی اور جب اہل مدینہ سے خطا منٹھی ہے تو ان کا قول صواب اور ان کی متابعت واجب ہوگی اور جب ایسا ہے تو اہل مدینہ جس چیز پر اتفاق کریں گے وہ سب کیلئے حجت ہوگا اور ان کا اجماع اور اتفاق معتبر ہوگا اور دوسری جگہوں کے بارے میں چونکہ اس طرح کی کوئی حدیث نہیں ہے اسلئے دوسری جگہوں کے حضرات کا اجماع اور اتفاق حجت نہ ہوگا اور نہ ہی شرعاً معتبر ہوگا نیز مدینہ طیبہ دارالہجرت ہے صحابہ کا سب سے بڑا مرکز علم ہے مدفن نبیؐ ہے، رسول اکرم ﷺ کے احوال سے سب زیادہ اہل مدینہ واقف ہیں پس جب مدینہ طیبہ اس قدر خصوصیات پر مشتمل ہے تو حق اہل مدینہ کے اجماع سے باہر نہ ہوگا اور ان کے اجماع سے متجاوز نہ ہوگا اور جب ایسا ہے تو اہل مدینہ کے علاوہ کا اجماع کیسے معتبر ہوگا۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ تمام باتیں مدینہ اور اہل مدینہ کی فضیلت پر

دلالت کرتی ہیں نہ تو مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات کی فضیلت کی نفی کرتی ہیں اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اجماع معتبر اہل مدینہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ مکہ المکرمہ زادھا اللہ شرفا بھی بہت سے فضائل پر مشتمل ہے مثلاً بیت الحرام، رکن، مقام ابراہیم، زمزم، حجر اسود، صفا و مروہ، دوسرے مناسک حج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد مکہ ہی میں ہیں مگر یہ سب باتیں اس پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ اجماع معتبر اہل مکہ کے ساتھ مختص ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی جگہ کے لوگوں کے اجماع کے معتبر ہونے میں اس جگہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ علم و اجتہاد کا اعتبار ہوتا ہے اور علم و اجتہاد میں مکی، مدنی شرقی اور غربی سب برابر ہیں پس اجماع معتبر ہونے میں علم و اجتہاد کا اعتبار ہو گا مدنی یا غیر مدنی کا اعتبار نہ ہو گا۔

تیسرے قول کے قائلین یعنی فرقہ زیدیہ اور امامیہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عقل تینوں سے استدلال کرتے ہیں کتاب اللہ تو یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”انما یرید اللہ لیدھب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً“

اللہ یہ ہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والوں اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے اس آیت سے استدلال اس طور پر ہو گا کہ باری تعالیٰ نے انما (جو حصر کیلئے آتا ہے) کے ذریعہ سے اہل بیت سے رجس کی نفی فرمائی ہے اور رجس سے مراد خطاء ہے اب مطلب یہ ہو گا کہ خطاء صرف اہل بیت سے متعلق ہے اور جس سے خطاء متعلق ہوتی ہے وہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے لہذا اہل بیت معصوم عن الخطاء ہونگے اور معصوم عن الخطاء کا قول صواب اور درست ہوتا ہے لہذا ان کا قول صواب ہو گا اور قول صواب حجت ہوتا ہے لہذا ان کا قول حجت ہو گا الحاصل اس آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل بیت اگر کسی قول یا فعل پر اتفاق کر لیں تو ان کا یہ اتفاق و اجماع شرعاً معتبر اور حجت ہے اور اہل بیت کے علاوہ کے بارے میں چونکہ باری تعالیٰ نے اس طرح کی کوئی خبر نہیں دی ہے اسلئے انکے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہو گا بقول صاحب نامی اہل بیت سے مراد علی، فاطمہ، اور حسین ہیں کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رحمت عالم نے ان چاروں

عزیزوں کو ایک چادر میں لیا اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ”ہو لاء اہل بیتی“
دوسری دلیل حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”انی تارك فيكم الثقلين فما تمسككم بهما لن تضلوا كتاب الله و عترتي“

(ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑوں گا جب تک تم ان دونوں کو تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ دوم میرے اہل بیت اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلالت سے معصوم ہونا کتاب اللہ اور عترت میں منحصر ہے لہذا ان کے علاوہ اور کوئی چیز حجت نہ ہوگی اور جب ایسا ہے تو ثابت ہو گیا کہ صرف اہل بیت کا اتفاق و اجماع حجت ہے اور کسی کا اجماع حجت نہیں ہے۔

عقلی دلیل یہ ہے اہل بیت شرف نسب کے ساتھ مختص ہیں اور اسباب تنزیل اور اقوال رسول و افعال رسول سے یہ ہی حضرات زیادہ واقف ہیں پس اس کرامت اور شرافت کی وجہ سے اہل بیت اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انکا اجماع معتبر ہو اور ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہ ہو ہماری طرف سے آیت کا جواب یہ ہے کہ آیت میں رجس سے خطاء مراد نہیں ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے بلکہ رجس سے تہمت مراد ہے اور باری تعالیٰ ازواج مطہرات سے تہمت دور کرنا چاہتا ہے یعنی باری تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے فاحشہ کی تہمت کو دور کیا ہے کیونکہ یہ آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اوپر کی آیت ”یٰسۡماء السی لست من النساء“ اس پر دلالت کرتی ہے اور حضور بھیہ ﷺ کا علی فاطمہ اور حسین کو چادر میں لیکر ہولاء اہل بیتی فرمانا ازواج مطہرات کے اہل بیت میں سے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور رد افض کے نزدیک اخبار احاد اس لائق بھی نہیں ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے پس جب اخبار احاد عمل کے لائق نہیں ہیں تو ان سے استدلال کرنا بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اور اگر اخبار احاد پر عمل کرنا اور ان سے استدلال کرنا تسلیم کر لیا جائے تو ہمیں اسکی نقل صحیح ہونا تسلیم نہیں ہے بلکہ منقول صحیح یہ ہے

”ترکت فیکم امریں نہیں مصلو اما تمسکتکم بہما کتاب اللہ و سۃ رسولہ“ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۷) جیسا کہ امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے دلیل عقلی کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد میں شرف نسب و کائنی دخل نہیں ہے اجتہاد میں تو اہلیت نظر اور جودت ذہن کا اعتبار ہے اور یہ باتیں اہل بیت کے علاوہ میں بھی ہو سکتی ہیں اور رہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کا معاملہ تو یہ بات اہل بیت کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی پائی جاتی تھی۔ جو سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ لہذا اس بنیاد پر صرف اہل بیت کا قول حجت نہ ہوگا بلکہ اہل بیت کی طرح دوسرے لوگوں کا قول اور اجماع بھی حجت ہوگا اگر صرف اہل بیت کا قول حجت ہوتا جیسا کہ روافض کہتے ہیں تو جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؑ اپنے مخالفین پر نکیر فرماتے اور یہ کہتے کہ صرف میرا قول حجت ہے اور میں معصوم ہوں حالانکہ حضرت علیؑ نے نہ یہ فرمایا اور نہ مخالفین اپنی مخالفت سے باز آئے۔

الحاصل یہ قول بھی درست نہیں ہے صحیح قول یہ ہی ہے کہ ہر زمانے کے عادل اور مجتہد علماء کا اجماع معتبر اور حجت ہے کیونکہ جو دلائل حجت اجماع کا فائدہ دیتے ہیں وہ عام ہیں اور ہر زمانے کے علماء کو شامل ہیں ان میں نہ اہل مدینہ کی تخصیص ہے نہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ عترت رسول کی۔ بلکہ اجماع منعقد کرنے والے حضرات کا عادل ہونا ضروری ہے اسلئے کہ فاسق اور مبتدع کا قول حجت نہیں ہوتا حالانکہ اجماع حجت ہوتا ہے اور اجماع منعقد کرنے والے حضرات کا مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن مجتہد ہونا اس وقت ضروری ہے جبکہ ایسی چیز میں اجماع منعقد کریں جو رائے اور اجتہاد کی محتاج ہو جیسے احکام نکاح، احکام طلاق، وغیرہ ان امور میں صرف مجتہدین کا اجماع معتبر ہوگا اور غیر مجتہدین کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اگر کسی ایسی چیز میں اجماع منعقد کرنا ہو جس میں رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو جیسے نقل قرآن اور رکعتوں کی تعداد تو اس میں مجتہدین اور غیر مجتہدین سب کا اجماع اور اتفاق ضروری ہے اگر کسی ایک شخص نے بھی مخالفت کی تو وہ اجماع معتبر نہ ہوگا۔

صاحب حسامی کہتے ہیں کہ انعقاد اجماع کیلئے علماء کی قلت اور کثرت کا کوئی

اعتبار نہیں ہے یعنی ایک زمانے کے علماء کی تعداد قلیل ہو یا کثیر ہو حد تو اتر کو پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو بہر حال ان کا اجماع حجت ہوگا یہ ہی جمہور کا مذہب ہے کیونکہ وہ دلائل نقلیہ جو اجماع کی حجت پر دلالت کرتے ہیں کسی عدد کے ساتھ مختص نہیں ہیں یعنی ان میں کوئی ایسا عدد ذکر نہیں کیا گیا کہ اگر وہ عدد ہوگا تو اجماع حجت ہوگا ورنہ اجماع حجت نہ ہوگا البتہ بعض اصولیین جیسے امام الحرمین اور ان کے متبعین اجماع کے حجت ہونے کیلئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ مجتہدین کی تعداد حد تو اتر کو پہنچ جائے یعنی اگر مجتہدین کی تعداد حد تو اتر کو پہنچ گئی تو ان کا اجماع حجت ہوگا ورنہ نہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حد تو اتر کو پہنچ جانے کے بعد ان کا باطل پر اتفاق کرنا اسی طرح ناممکن ہے جیسا کہ خبر کے سلسلے میں ان کا کذب پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اور تو اتر کی تعداد سے کم میں ان کا جس طرح کذب پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اسی طرح ان کا باطل پر اتفاق کرنا ناممکن ہے اور جب ایسا ہے تو حد تو اتر سے کم تعداد کے مجتہدین کا اجماع حجت نہ ہوگا۔

پھر جمہور کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر ایک زمانے میں ایک ہی مجتہد ہو تو اس کا قول حجت ہوگا یا نہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا قول حجت ہوگا اور اسکے قول کو اجماع کا درجہ حاصل ہوگا کیونکہ جب امت میں اسکے علاوہ کوئی دوسرا مجتہد موجود نہیں ہے تو لفظ امت اسی پر صادق آئے گا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے قول ”ان ابراہیم کان امة“ میں امت کا اطلاق ایک شخص یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کیا گیا ہے پس جب ایک شخص بھی امت ہے تو وہ دلیلیں جو اجماع کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں اس ایک کو بھی شامل ہوں گی جیسا کہ کثیر کو شامل ہیں اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایک کا قول حجت نہ ہوگا کیونکہ اجماع کیلئے اجتماع ضروری ہے اور اجتماع دو یا دو سے زائد سے متصور ہو سکتا ہے لہذا اجماع کیلئے ایک سے زائد کا ہونا ضروری ہے صاحب نامی فرماتے ہیں کہ یہ قول زیادہ قوی ہے کیونکہ ایک پر امت کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے اور آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی تعظیم کے خاطر مجازاً امت کہا گیا ہے اور ابراہیم کے بارے میں ان کی تعظیم کی وجہ سے مجاز کے ارتکاب سے یہ لازم نہیں آتا

کہ ہر جگہ مجاز کا ارتکاب کیا جائے۔

انعقاد اجماع کے لئے تمام مجتہدین کا کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجعاً شرط ہے یا نہیں اس بارے میں چار قول ہیں پہلا قول جسکے قائل جمہور علماء ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے یہ بات ہرگز شرط نہیں ہے کہ تمام مجتہدین کسی حکم پر اتفاق کرنے کے بعد مرجعاً بلکہ اگر انھوں نے کسی امر پر اتفاق کیا اور ابھی اس اتفاق پر ایک ساعت گزری ہے اور تمام مجتہدین بقید حیات ہیں تو بھی یہ اجماع منعقد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ خود ان مجتہدین کیلئے اور ان کے علاوہ کے لئے اس اجماع سے رجوع جائز نہ ہوگا۔

دوسرا قول جس کے قائل امام احمد بن حنبلؒ ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے کسی حکم پر اتفاق کرنے والے تمام مجتہدین کا مرجعاً شرط ہے چنانچہ اجماع کرنے والے مجتہدین میں سے اگر ایک مجتہد بھی زندہ ہے تو یہ اجماع منعقد نہ ہوگا حتیٰ کہ مجتہدین کے اتفاق کرنے کے بعد تمام مجتہدین کیلئے بھی اس اجماع سے رجوع کرنا جائز ہے اور بعض کیلئے بھی بلکہ اجماع کرنے والوں کے علاوہ کے لئے بھی اس اجماع کی مخالفت کرنا جائز ہے لیکن جب مجتہدین وفات پا چکے تو اب ان کا اجماع منعقد شمار ہوگا اور کسی کیلئے اس سے مخالفت کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

تیسرا قول جس کے قائل ابو اسحق اسفرائینی اور صاحب احکام ہیں یہ ہے کہ انعقاد اجماع کیلئے تمام مجتہدین کا مرجعاً اجماع سکوتی میں تو شرط ہے لیکن اسکے علاوہ میں شرط نہیں ہے۔

چوتھا قول جس کے قائل امام الحرمین ہیں یہ ہے کہ اجماع کی سند اور بنیاد اگر قیاس ہے تو اسکے انعقاد کیلئے تمام مجتہدین کا مرجعاً شرط ہے اور اگر اسکی سند اور بنیاد نص قطعی ہے تو اسکے انعقاد کیلئے تمام مجتہدین کا مرجعاً شرط نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی میں بھی وہ اجماع منعقد شمار ہوگا۔

صاحب حسامی کہتے ہیں کہ اہل ہوئی اور خواہشات نفس کا اتباع کرنے والوں کو جس چیز کی وجہ سے ہوئی اور ضلالت کی طرف منسوب کیا گیا ہو اس چیز کے اجماع میں

ان کی مخالفت معتبر نہ ہوگی مثلاً جب صدیق اکبرؓ کی فضیلت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اس میں روافض کی مخالفت معتبر نہ ہوگی یعنی ان کی مخالفت انعقاد اجماع کیلئے مضر نہ ہوگی کیونکہ روافض کو رافض کی طرف اسی لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ ابو بکرؓ کی فضیلت تسلیم نہیں کرتے۔ ہاں اگر روافض نے فضیلت ابو بکرؓ کے علاوہ کسی دوسرے مسئلہ میں مخالفت کی تو ان کی مخالفت کا اعتبار کیا جائے گا حتیٰ کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہ ہوگا اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر مجتہد مبتدع کی بدعت مفضی الی الکفر ہو تو یہ کافر کے مانند ہوگا اور اسکا قول معتبر نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا عقیدہ رکھنے والا اور روافض میں سے وہ لوگ جو قرآن میں تحریف کے قائل ہیں اور مستحق نبوت آنحضرت ﷺ کو نہ مان کر حضرت علیؓ کو مانتے ہیں اور اگر اسکی بدعت مفضی الی الکفر نہ ہو تو اس میں تین قول ہیں پہلا قول تو یہ ہے کہ اسکا قول مطلقاً معتبر نہ ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ اسکا قول مطلقاً معتبر ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اسکا قول خود اسکے حق میں تو معتبر ہوگا لیکن اسکے علاوہ کے حق میں معتبر نہ ہوگا یعنی اگر تمام مجتہدین نے کسی امر پر اتفاق کیا اور مجتہد مبتدع نے اس اتفاق کی مخالفت کی تو مجتہدین کا اتفاق اس پر تو حجت نہ ہوگا البتہ اسکے علاوہ پر حجت ہوگا شمس الائمہ نے فرمایا کہ صاحب بدعت اگر بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو لیکن خود بدعت میں مشہور ہو تو جس چیز کی وجہ سے اس کو مبتدع اور ضال کہا گیا ہے اس میں اسکا قول معتبر نہ ہوگا یعنی اس چیز میں اسکی مخالفت معتبر نہ ہوگی اور اجماع کیلئے مضر نہ ہوگی لیکن اسکے علاوہ دوسری چیزوں میں اسکا قول معتبر ہوگا اور اسکی مخالفت انعقاد اجماع کیلئے مضر ہوگی یہی چوتھا قول ہے اسی کے قائل صاحب حسامی ہیں۔

اجماع کے مراتب

اجماع کے چند مراتب ہیں اور ان کے درمیان اسی طرح تفاوت ہے جس طرح نصوص میں ظاہر، نص، مفسر اور محکم کے مراتب میں تفاوت ہے خبر متواتر، مشہور اور خبر واحد کے مراتب میں تفاوت ہے الحاصل اجماع کی مختلف اقسام کے درمیان بھی مراتب کے اعتبار سے تفاوت ہے چنانچہ سب سے زیادہ قوی صحابہ کا تصریحی اجماع ہے اس طور پر کہ

تمام صحابہ نے زبان سے تصریح کرتے ہوئے کہا "أجمعنا علیٰ كذا" ہم سب نے فلاں امر پر اجماع کر لیا اور اجماع کی یہ قسم سب سے زیادہ قوی اس لئے ہے کہ اس اجماع کے حجت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جماعت صحابہ میں اہل مدینہ بھی داخل ہیں اور عترت رسول بھی گویا یہ اجماع اہل مدینہ، عترت رسول اور صحابہ سب کی طرف سے منعقد کیا گیا ہے اور سب نے اسکی صراحت کر دی ہے اور جب ایسا ہے تو یہ اجماع مفید یقین ہونے میں آیت اور خبر متواتر کے مانند ہوگا اور جس طرح آیت اور حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے اسی طرح اجماع کی اس قسم کا منکر بھی کافر ہوگا اجماع کی اس قسم کی مثال صدیق اکبر کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے کیونکہ خلافت صدیق پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور تمام صحابہ میں اہل مدینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء بھی شامل ہیں، پھر دوسرے مرتبہ میں وہ اجماع ہے جو بعض حضرات صحابہ کی تصریح اور باقی کے سکوت سے ثابت ہوا ہو یعنی کسی مسئلہ کے حکم پر بعض حضرات صحابہ نے تصریح کی ہو اور پھر وہ حکم اس زمانے کے حضرات علماء کے درمیان پھیل گیا ہو اور غور و فکر کی مدت گزر گئی ہو اور کسی کی طرف سے مخالفت ظاہر نہ ہوئی ہو تو جمہور کے نزدیک یہ بھی اجماع کہلائے گا مگر اس کا نام اجماع سکوتی ہوگا اور یہ اجماع پہلی قسم کی بہ نسبت کم مرتبہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس اجماع کا منکر کافر نہیں ہوتا حالانکہ پہلی قسم کے اجماع کا منکر کافر ہے اس کے کم مرتبہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صریحی قول بھی تقریر حکم اور اثبات حکم پر دلالت کرتا ہے اور سکوت بھی اس پر دلالت کرتا ہے مگر صریحی قول کی دلالت زیادہ واضح ہوتی ہے اور سکوت کی دلالت کم واضح ہوتی ہے۔

پس چونکہ صریحی قول کی دلالت زیادہ واضح ہوتی ہے اسلئے تمام صحابہ کے صریحی قول سے جو اجماع منعقد ہوگا وہ اقوی ہوگا اور سکوت کی دلالت چونکہ کم واضح ہے اسلئے سکوت کے ذریعہ جو اجماع منعقد ہوگا وہ اسکی بہ نسبت کم مرتبہ ہوگا اجماع سکوتی کے صحیح اور حجت ہونے پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ تمام مجتہدین کی طرف سے تکلم دشوار بھی ہے اور غیر معتاد بھی۔ بلکہ عادت یہ ہے کہ بڑے حضرات فتویٰ دیتے ہیں اور باقی سب اسکو

تسلیم کرتے ہیں پس اختلاف ظاہر کرنے سے ان کا سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی اتفاق کرتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو اہل علم اس کا حکم تلاش کرنے اور اجتہاد کرنے کی طرف دوڑتے ہیں اور جو حکم ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اس کو ظاہر کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ لہذا جب ان میں سے کسی کی طرف سے کوئی اختلاف ظاہر نہیں ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اس حکم پر راضی ہیں اور جب ایسا ہے تو ان کا یہ سکوت تصریح کے مرتبہ میں ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مجتہد پر یہ بات واجب ہے کہ اس کے نزدیک جو بات حق ہو اس کو وہ ظاہر کر دے پس جب اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس پر دلیل ہے کہ یہ حکم اسکے نزدیک حق ہے کیونکہ حق سے سکوت حرام ہے اور یہ بات مجتہد سے خاص کر صحابہ سے بعید ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کریں حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک اجماع کی یہ قسم شرعاً اجماع نہیں ہے اور نہ یہ اجماع حجت ہے یہی قول علماء احناف میں سے عیسیٰ بن ابان کا ہے اور اسی کے قائل داؤد ظاہری اور بعض معتزلہ ہیں ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ سکوت ہمیشہ موافقت اور رضامندی کی دلیل نہیں ہوتا بلکہ کبھی متکلم کی ہیبت کی وجہ سے انسان ساکت ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عول کے قائل تھے اور عول کہتے ہیں ريادة السهام علی الفریضة فتعول المسئلة الی سهام الفریضة فیدحل القصاص علی اهل الفریضة بقدر حصصهم کو (قواعد الفقہ)۔ جب آپ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو تمام صحابہ نے آپ کی رائے کے سامنے سکوت کیا مگر آپ کی وفات کے بعد حضرت ابن عباس عول کا انکار کرنے لگے تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے عمر کے زمانہ میں اپنا قول کیوں ظاہر نہ کیا اس پر ابن عباس نے کہا ”کان رجلاً مہیباً“ عمر بڑے باہیت اور بارعب آدمی تھے میں ان کی ہیبت کی وجہ سے اپنا قول ظاہر نہ کر سکا۔ کبھی آدمی اسلئے بھی سکوت اختیار کر لیتا ہے کہ قائل عمر یا مرتبہ یا علم و فضل میں اس سے بڑا ہے اور سکوت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ساکت رہنے والے صحابہ جہاد یا رعایا کے امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے غور و فکر نہ کر سکے ہوں پھر جب انھوں نے اس مسئلہ

میں غور و فکر کیا تو وہ کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر متفرق ہو گئے اور کبھی فتنہ اور فساد کے خوف کی وجہ سے بھی انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے بہر حال ان احتمالات کے ہوتے ہوئے سکوت موافقت اور رضامندی کی دلیل نہ ہوگا اور جب سکوت رضامندی کی دلیل نہیں ہے تو اجماع سکوتی شرعی اجماع اور حجت شرعیہ بھی شمار نہ ہوگا ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ مذکورہ احتمالات اگرچہ عقلاً ممکن ہیں لیکن مجتہدین محققین کے احوال پر نظر کرتے ہوئے خلاف ظاہر ہیں لہذا ان احتمالات کا اعتبار نہ ہوگا اور بابا ابن عباس کا واقعہ تو وہ ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عمر حق کے سامنے سر خم کر دیا کرتے تھے اور بہت سے صحابہ نے بہت سے معاملات میں حضرت عمر سے برملا اختلاف کیا ہے لہذا یہ کہنا کہ ابن عباس حضرت عمر کی ہیبت کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے سراسر غلط ہے پھر تیسری مرتبہ میں تابعین یا بعد والوں کا ایسے حکم پر اجماع ہے جس حکم میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو یعنی تابعین نے جس حکم پر اجماع کیا ہے وہ حکم صحابہ کے درمیان مختلف فیہ نہ رہا ہو بلکہ اس حکم کے سلسلہ میں صحابہ کا کوئی قول ہی ظاہر نہ ہوا ہو۔ نہ موافق نہ مخالف۔ اور نہ مختلف فیہ جیسا کہ استصحاب کی صحت پر تابعین کا اجماع ہے (استصحاب کہتے ہیں سائی دیگر کسی چیز کو بنانا کوئی چیز بنانے کیلئے یہ کہنا مثلاً کسی نے جو بنا بنانے والے سے کہا میرے لئے جو بنا بنا دو اس نے قیمت بتادی معاملہ طے ہو گیا عقد بیع کے وقت بیع کے معدوم ہونے کی وجہ سے یہ بیع جائز نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن تابعین کے زمانے میں اس بیع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا اور صحابہ کے زمانے میں صحابہ کی طرف سے نہ تو اس حکم استصحاب کے موافق قول ظاہر ہوا اور نہ مخالف اور نہ ہی اس حکم میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہا پس یہ اجماع خبر مشہور کے مرتبہ میں ہے اور خبر مشہور کی طرح مفید یقین تو نہیں ہے البتہ مفید طمانینت ہے طمانینت ظن سے تو بڑھکر ہے لیکن یقین سے کمتر ہے اجماع کی یہ قسم تیسرے مرتبہ پر اسلئے ہے کہ جو حضرات اجماع کا حق صرف صحابہ کو دیتے ہیں ان کے نزدیک صحابہ کے بعد والوں کا اجماع شرعی اجماع اور حجت شرعی نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو اجماع کی یہ قسم مختلف فیہ ہوئی۔ اور صحابہ کا اجماع متفق علیہ ہے اور یہ

بات مسلم ہے کہ مختلف فیہ متفق علیہ سے کمتر ہوتا ہے لہذا اجماع کی یہ قسم صحابہ کے اجماع سے کمتر اور کم رتبہ ہوگی۔ پھر چوتھے مرتبہ پر تابعین کا ایسے قول پر اجماع ہے جس قول میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہ چکا ہو یعنی صحابہ کے زمانے میں کسی حکم کے سلسلہ میں دو قول تھے پھر تابعین نے ان میں سے ایک قول پر اجماع کر لیا مثلاً ام ولد کی بیع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز تھی پھر عہد صحابہ کے بعد تابعین نے عدم جواز یعنی حضرت عمر کے قول پر اتفاق کر لیا اجماع کی یہ قسم سب سے کمتر اور کم رتبہ ہے چنانچہ اجماع کی یہ قسم خبر واحد کے مانند ہے اور خبر واحد کی طرح موجب عمل تو ہے لیکن موجب یقین نہیں ہے اجماع کی اس قسم کے سب سے کمتر ہونے کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے مصنف حسامی نے کہا ہے کہ اجماع کی اس قسم میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء مثلاً اصحاب ظواہر اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اجماع کی یہ قسم شرعی اجماع اور حجت نہیں ہے بلکہ حکم جس طرح اس اجماع سے پہلے اجتہادی اور مختلف فیہ تھا۔ اسی طرح اجماع کے بعد بھی اجتہادی اور مختلف فیہ رہے گا اور ہر شخص کیلئے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ اس اجماع کو ترک کر دے اور دوسرا قول جو اس اجماع کے خلاف ہے اس کو قبول کر لے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اجماع کی اس قسم میں پوری امت کا اتفاق حاصل نہیں ہوا اس طور پر کہ جس صحابی کے قول پر تابعین نے اجماع منعقد نہیں کیا ہے وہ صحابی اس اجماع کا مخالف ہوگا اور وہ مخالف صحابی اگر چہ وفات پا چکا ہے لیکن اس کی موت اس کے قول کو باطل نہیں کرتی ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی اس کا قول معتبر اور موجود رہتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باطل ہونا لازم آئیگا۔ الحاصل جب مخالف کی موت سے اس کا قول باطل نہ ہوا تو قول مجمع علیہ پر پوری امت کا اتفاق حاصل نہ ہو سکا حالانکہ اجماع کیلئے پوری امت کا اتفاق شرط ہے اور جب اجماع کی شرط نہیں پائی گئی تو اجماع بھی منعقد نہیں ہوا الحاصل یہ بات ثابت ہوگئی کہ اجماع کی یہ قسم اجماع نہیں ہے لیکن اکثر احناف اور اکثر شوافع اور خود مصنف حسامی کے نزدیک انعقاد اجماع کے لئے پوری

امت کا اتفاق شرط نہیں ہے بلکہ ہر زمانے کے علماء کا اجماع حجیت ہے وہ حکم مجمع علیہ خواہ عہد صحابہ میں مختلف فیہ رہا ہو خواہ مختلف فیہ نہ رہا ہو دونوں صورتوں میں تابعین کا اجماع حجیت ہے کیونکہ وہ دلائل جو اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں عام ہیں اور دونوں کو شامل ہیں البتہ ان دونوں کے درمیان اتنا فرق ضرور ہے کہ وہ حکم جس پر تابعین نے اجماع کیا ہے اگر صحابہ کے درمیان مختلف فیہ نہ رہا ہو تو یہ اجماع حدیث مشہور کے مرتبہ میں ہوگا چنانچہ اس کا منکر ضال تو ہوگا لیکن شبہ اختلاف کی وجہ سے کافر نہ ہوگا اور اگر صحابہ کے درمیان مختلف فیہ رہ چکا ہو تو یہ اجماع حدیث صحیح واحد کے مرتبہ میں ہوگا چنانچہ یہ اجماع موجب عمل تو ہوگا لیکن مفید یقین نہ ہوگا بلکہ مفید ظن ہوگا۔

صحابہ کے اجماع کو بعد والوں کی طرف نقل کرنے کی کیفیت اور

نقل کے اعتبار سے اس کے مراتب کا بیان

صحابہ کے منعقد کردہ اجماع کے ہم تک منقول ہو کر آنے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ اسکو نقل کرنے پر ہر زمانے کے علماء کا اتفاق رہا ہو یعنی ہر زمانے کے علماء نے بالاتفاق اس اجماع کو نقل کیا ہو جیسا کہ صدیق اکبر کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے اور یہ اجماع ہم تک نقل متواتر کے ساتھ منقول ہو کر آیا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے تمام علماء نے اس کو نقل نہ کیا ہو بلکہ احاد اور افراد نے نقل کیا ہو یعنی تواتر کی تعداد سے کم تعداد نے اس کو نقل کیا ہو جیسا کہ عبیدہ سلمانی نے کہا ہے کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعت کے مسنون ہونے پر ایک بہن کی عدت میں اسکی دوسری بہن سے نکاح کے حرام ہونے اور خلوت صحیحہ کی وجہ سے مہر کے مؤکد ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے پہلی صورت میں اجماع صحابہ کا منقول ہو کر آنا ایسا ہوگا جیسا کہ حدیث متواتر کا منقول ہو کر آنا یعنی جس طرح حدیث متواتر موجب یقین اور موجب عمل ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر قرار دیا جاتا ہے اسی طرح یہ اجماع بھی موجب یقین اور موجب عمل ہوگا اور اس کا منکر کافر ہوگا اور دوسری صورت میں اجماع صحابہ کا منقول ہو کر آنا ایسا ہوگا جیسا کہ

حدیث واحد صحیح کا منقول ہو کر آتا یعنی جس طرح حدیث واحد صحیح اپنی اصل کے اعتبار سے تو قطعی اور یقینی ہے کیونکہ وہ معصوم نبی کی طرف منسوب ہے لیکن چونکہ خبر احاد کے ساتھ منقول ہو کر آتی ہے اس لئے یہ حدیث ظنی ہوگی، موجب عمل ہوگی اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا اسی طرح مذکورہ اجماع اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی اور یقینی ہوگا کیونکہ خطاء سے معصوم امت کی طرف منسوب ہے مگر چونکہ خبر احاد کے ساتھ منقول ہو کر آیا ہے اسلئے یہ اجماع ظنی ہوگا، موجب عمل ہوگا اور اس کا منکر کافر نہ ہوگا البتہ قیاس کے ساتھ متعارض ہونے کی صورت میں یہ اجماع اکثر علماء کے نزدیک قیاس پر مقدم ہوگا جیسا کہ حدیث واحد صحیح، قیاس پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ جمہور علماء کے مذہب کے مطابق قیاس اپنی اصل کے اعتبار سے ظنی ہوتا ہے اور اجماع اور حدیث واحد صحیح اپنی اصل کے اعتبار قطعی ہوتے ہیں اور قطعی ظنی پر مقدم ہوتا ہے لہذا اجماع اور حدیث واحد صحیح، قیاس پر مقدم ہوں گے۔

قیاس کی قسموں کا بیان

قیاس کی تحقیق اور اسکی شرعی حیثیت پر بحث کرنے سے پہلے ہم یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قیاس لغوی (۲) قیاس شبہی (۳) قیاس عقلی (۴) قیاس شرعی

قیاس لغوی وہ قیاس ہے جس میں ایک اسم ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف کسی علت مشترکہ کی وجہ سے متعدی ہو جائے جیسے لفظ خمر، مخامرہ عقل کی علت کی وجہ سے تمام حرام شرابوں کیلئے بولا جاتا ہے قیاس شبہی یہ ہے کہ ”حکم، علت مشاکلت فی صورت کی وجہ سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف متعدی ہو جائے جیسے کوئی قعدہ اخیرہ کی عدم فرضیت پر استدلال کرتا ہوا کہے کہ قعدہ اخیرہ چونکہ شکل و صورت میں قعدہ اولی کے مانند ہے اور قعدہ اولی فرض نہیں ہے لہذا قعدہ اخیرہ بھی فرض نہ ہوگا قیاس عقلی وہ قول ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جنکے تسلیم کر لینے کے بعد ایک دوسرے قول کا تسلیم کرنا لازم ہو جیسے العالم متعبر و کل متعبر حادث کو تسلیم کرنے کے بعد العالم حادث کا

تسلیم کرنا لازم ہے قیاس شرعی وہ قیاس ہے جو کتاب اللہ یا حدیث رسول یا اجماع سے ماخوذ ہو، قیاس کی ان چار قسموں میں سے ہم صرف قیاس شرعی کو حجت شرعی قرار دیتے ہیں باقی تین قسموں کو حجت شرعی قرار نہیں دیتے پس ہم آئندہ سطروں میں جس قیاس کے حجت شرعی ہونے پر دلائل پیش کریں گے اس سے ہماری مراد قیاس شرعی ہوگا نہ کہ قیاس کی باقی تین قسمیں۔ قیاس شرعی چونکہ اصول ثلاثہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سے ماخوذ اور مستحب ہوتا ہے اسلئے ہم پہلے ان تینوں کی نظیریں پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس قیاس کی نظیر جو کتاب اللہ سے ماخوذ ہے یہ ہے کہ حالت حیض میں وطی کی حرمت نص کتاب سے ثابت ہے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ *بَسْطَلُونَكُ عَنْ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذَى فاعْتزلوا النساء فی المحيض ولا تقربوهن حتی یطهرن۔* (پ ۲ رکوع ۱۲) لوگ تجھ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں تو کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک وہ پاک نہ ہو لیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں حرمت وطی کی علت ”ادی“ یعنی گندگی ہے اور یہ علت، لواطت میں بھی موجود ہے کیونکہ کل لواطت یعنی دبر پانچنا نہ اور نجاست غلیظہ کا محل ہے پس جب لواطت اور حالت حیض میں وطی، دونوں، علت اذی میں شریک ہیں تو حالت حیض میں وطی کی حرمت پر لواطت کی حرمت کو قیاس کیا گیا یعنی حالت حیض میں وطی کی حرمت نص کتاب سے ثابت ہے اور لواطت کی حرمت قیاس سے ثابت ہے اور اس قیاس کی نظیر جو حدیث سے ماخوذ ہے یہ ہے کہ حدیث سے چھ چیزوں کی بیع بکنبہ میں تفاضل کی حرمت ثابت ہے وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) گندم (۲) جو (۳) کھجور (۴) نمک (۵) سونا (۶) چاندی۔

احناف کے نزدیک حرمت کی علت قدر مع البکنبہ ہے پس یہ علت چونکہ چونہ میں بھی موجود ہے اسلئے چونہ کی بیع بکنبہ میں بھی تفاضل حرام ہوگا الحاصل چونہ کی بیع بکنبہ میں تفاضل کی حرمت مذکورہ چھ چیزوں کی حرمت پر قیاس کرتے ہوئے ثابت ہوئی ہے اس قیاس کی نظیر جو اجماع سے ماخوذ اور مستفاد ہے یہ ہے کہ مؤطوہ باندی کی ماں کا واطی

پر حرام ہونا اجماع سے ثابت ہے اور حرمت کی، علت، جزئیت اور بعضیت ہے۔ یعنی واطی کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ چونکہ واطی اور موطوء دونوں کا جز ہے اسلئے اس بچہ کے واسطے سے واطی اور موطوء کے درمیان بھی جزئیت اور اتحاد پیدا ہوگا یعنی موطوء، واطی کا جز ہوگی اور واطی، موطوء کا جز ہوگا اور اس جزئیت اور اتحاد کی وجہ سے واطی کے اصول اور فروع موطوء پر اور موطوء کے اصول اور فروع واطی پر حرام ہو جائیں گے۔ کیوں کہ انسان اپنے جز پر حرام ہوتا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جب واطی، موطوء کا جز ہے اور موطوء واطی کا جز ہے اور جز اپنے جز پر حرام ہوتا ہے تو واطی کو موطوء پر اور موطوء کو واطی پر حرام ہونا چاہئے تھا حالانکہ واطی، موطوء پر، اور موطوء واطی پر حرام نہیں ہوتے تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ واطی، موطوء، پر اور موطوء واطی پر حرام ہو جائے لیکن اس جگہ ضرورہ قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے بہر حال موطوء باندی، کی ماں واطی پر جزئیت اور بعضیت کی وجہ سے حرام ہے اور یہ علت مزنیہ کی ماں میں بھی پائی جاتی ہے لہذا مزنیہ کی ماں بھی زانی پر حرام ہوگی۔ الحاصل موطوء باندی کی ماں کی حرمت واطی پر اجماع سے ثابت ہے اور مزنیہ کی ماں کی حرمت زانی پر قیاس سے ثابت ہے۔

ان سطروں کے بعد عرض ہے کہ قیاس کے سلسلہ میں چند چیزیں قابل ذکر ہیں (۱) قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف (۲) قیاس کی حجیت پر قرآن و حدیث اور علماء و اسلاف کے اقوال سے استدلال (۳) قیاس کی شرط یعنی وہ چیز جس پر قیاس کی صحت موقوف ہے (۴) قیاس کا رکن، رکن سے مراد وہ علت ہے جو اصل اور فرع کے درمیان وصف جامع ہو (۵) قیاس کا حکم یعنی وہ اثر جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے۔

قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف

پہلی چیز کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کے لغوی معنی میں دو قول ہیں علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں کہ قیاس کے لغوی معنی مساوات اور برابری کے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں یقاس بفلاں فلاں فلاں کے مساوی اور برابر ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنے کے ہیں کہا جاتا ہے قست الارض بالفضة میں نے

بائس سے زمین کا اندازہ کیا یعنی اسکو ناپا قاس الطیب فعر الجرح "طیب نے زخم کی گہرائی کا اندازہ کیا یعنی اس کو ناپا قاس العل بالنعل ایک جوتے کا دوسرے جوتے کے ساتھ اندازہ کر، ایک جوتے کو دوسرے جوتے کی نظیر اور مثل بنا، اکثر علماء کہتے ہیں کہ تقدیر اور اندازہ کرنا چونکہ ایسی دو چیزوں کا تقاضہ کرتا ہے جن میں سے ایک دوسرے کی طرف مساوات کیساتھ منسوب ہوا سئلے لفظ قیاس بمعنی تقدیر، مساوات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ الحاصل ابن حاجب اور اکثر علماء کے اقوال کمال ایک ہے۔

اصطلاح شرع میں قیاس کی چند تعریفیں کی گئی ہیں چنانچہ بعض حضرات نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے نعدیة الحکم من الاصل الی الفرع حکم کو اصل سے فرع کی طرف منتقل اور متعدی کرنا لیکن یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ حکم اصل کیلئے وصف ہے اور اوصاف کا منتقل ہونا محال ہے اس اعتراض سے بچنے کیلئے بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے ہو ابانة مثل حکم احد المدکورین بمثل علة فی الآخر۔ اس تعریف میں آخر سے مراد فرع ہے اور احد المدکورین سے مراد اصل ہے یعنی اصل کی علت کی طرح علت کے پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مثل حکم ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے مطلب یہ ہے کہ جب فرع مقیس میں اصل (مقیس علیہ) کی علت کے مانند علت پائی جائے گی تو اس علت کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مانند حکم ظاہر کر دیا جائے گا۔ اور اسی کا نام قیاس ہوگا اس تعریف میں اثبات کی جگہ ابانت کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ قیاس مثبت حکم نہیں ہے بلکہ منظم حکم ہے مثبت تو اللہ تعالیٰ ہیں اور حکم اور علت سے پہلے مثل کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ اوصاف کے منتقل ہونے کا قائل ہونا لازم نہ آئے کیونکہ اگر مثل کا لفظ ذکر نہ کیا جاتا تو اصل کے حکم کا فرع کی طرف منتقل ہونا لازم آتا اور علت کا اصل سے فرع کی طرف منتقل ہونا لازم آتا حالانکہ حکم اور علت دونوں اوصاف کے قبیلہ سے ہیں اور اوصاف کا منتقل ہونا باطل ہے۔

اور مذکورین کا لفظ اسلئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ تعریف قیاس بین الوجودین

اور قیاس بین المعدومین دونوں کو شامل ہو جائے قیاس بین المعدومین کی مثال جنون کی وجہ سے عدیم العقل کو صغر کی وجہ سے عدیم العقل پر اس حکم میں قیاس کرنا کہ جس طرح صغر کی وجہ سے عدیم العقل سے خطاب الہی ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح جنون کی وجہ سے عدیم العقل سے بھی خطاب الہی ساقط ہو جائے گا۔

مصنف حسامی نے فقہاء کا حوالہ دیکر ایک تیسری تعریف ذکر کی ہے چنانچہ فرمایا ہے

العقضاء اذا احذوا حکم الفرع من الاصل سمو ادلک قیاسا لتقدیرهم الفرع بالاصل فی الحکم والعلة۔ یعنی فقہاء نے جب فرع کا حکم اصل سے لیا یعنی فرع کے اندر اصل کے حکم کے مثل حکم کو ظاہر کیا تو انہوں نے اس لینے اور ظاہر کرنے کو قیاس کے نام کے ساتھ موسوم کیا کیونکہ انہوں نے حکم اور علت میں فرع کا اصل کیساتھ اندازہ اور موازنہ کیا ہے حاصل یہ کہ فرع (مقیس) کے اندر اصل (مقیس علیہ) کی علت کے موجود ہونے کی وجہ سے فرع کو اصل کے ساتھ ملحق کرنے کا نام قیاس ہے

قیاس کے حجت شرعی ہونے میں اختلاف کا بیان

دوسری چیز قیاس کا حجت شرعی ہونا ہے سو اس بارے میں عامۃ العلماء کا مذہب یہ ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے اور موجب عمل ہے لیکن روافض، خوارج، بعض معتزلہ اور اس زمانے کے غیر مقلدین قیاس کے حجت شرعی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

منکرین قیاس کے دلائل اور ان کا جواب

منکرین قیاس اپنے قول پر تین دلیلیں پیش کرتے ہیں پہلی دلیل باری تعالیٰ کا قول ”نزلنا علیک الكتاب تبیاناً لكل شئی“ ہے ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ایک جگہ ہے ”ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین“ یعنی رطب و یابس ہر چیز کتاب اللہ میں موجود ہے منکرین قیاس کہتے ہیں کہ جب ہر چیز کتاب اللہ میں موجود ہے تو قیاس کی کیا ضرورت ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ بنو اسرائیل ایک زمانے تک راہ راست پر رہے یہاں تک

کہ فتوحات کی وجہ سے جب ان میں قیدیوں کی نسل بڑھی تو انھوں نے موجودہ احکام پر غیر موجود احکام کو قیاس کرنا شروع کر دیا جس سے وہ خود تو گمراہ ہوئے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا قیاس کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو اسرائیل کی مذمت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی نہیں ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ قیاس کی بنیاد چونکہ عقل پر ہوتی ہے اسلئے اس کی اصل ہی میں شبہ ہے کیونکہ یقینی طور پر کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس حکم کی علت وہ ہی ہے جس کو ہم نے قیاس سے نکالا ہے پس جب قیاس کی اصل ہی میں شبہ ہے تو قیاس حجت شرعی کیسے ہو سکتا ہے ہماری طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قیاس سے مستقل طور پر علیحدہ کوئی حکم ثابت نہیں کیا جاتا ہے بلکہ قرآن میں جو احکام مذکور ہیں قیاس ان کو ظاہر کرتا ہے یعنی قیاس مثبت احکام نہیں ہوتا بلکہ مظہر احکام ہوتا ہے اور جب ایسا ہے تو قرآن میں ہر چیز موجود ہونے کے باوجود قیاس کی ضرورت ہے اور قیاس قرآن کے منافی نہیں ہے دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا قیاس سرکشی اور عناد کے طور پر تھا۔ اسلئے ان کی مذمت کی گئی ہے اور ہم جس قیاس کے قائل ہیں وہ احکام شرعیہ کے اظہار کے لئے ہے لہذا ہمارا قیاس مذموم نہ ہوگا تیسری دلیل کا جواب یہ کہ علت میں شبہ کا ہونا اگرچہ علم و یقین کے منافی ہے لیکن عمل کے منافی نہیں ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ عمل واجب ہو اور علم یقینی حاصل نہ ہو۔

قائلین قیاس کے دلائل

عامۃ العلماء کی دلیل باری تعالیٰ کا ارشاد ”فاعتبروا یا لولبی الابصار“ ہے اعتبار کہتے ہیں شئی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا اور اسی کا نام قیاس ہے گویا اس آیت میں شئی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے یعنی قیاس کا امر کیا گیا ہے پس جب اس آیت میں قیاس کا امر کیا گیا ہے تو قیاس کا حجت ہونا خود بخود ثابت ہو گیا اور نہ امر کا عبث ہونا لازم آئے گا۔ دوسری دلیل حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ ان البی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعث معاذاً الی الیمن قال علیہ السلام لِمَ تقضی یا معاذ قال مکتاب اللہ قال فان لم تجد قال سنة رسول اللہ قال فان لم تجد قال

اجتہد برأئی فقال عليه السلام الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسوله۔
(ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۵)

رسول اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت کیا اے معاذ تم لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کس چیز سے کرو گے انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ سے آپ نے سوال کیا اگر تم کتاب اللہ میں حکم نہ پاؤ تو کس چیز سے فیصلہ کرو گے انہوں نے جواب دیا سنت رسول سے آپ نے پھر پوچھا اگر تم سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو کیا کرو گے عرض کیا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اجتہاد نام ہے قیاس کا یہ شکر آپ نے ارشاد فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اسی بات کی توفیق دی جس سے اس کا رسول خوش ہے ملاحظہ فرمائیے اگر قیاس حجت شرعی نہ ہوتا تو آپ ﷺ معاذ کا قول اجتہد برأی فوراً رد کر دیتے لیکن آپ نے رد نہیں فرمایا بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاذ کے قول کو رد نہ فرمانا بلکہ اللہ کا شکر اداء کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے حدیث معاذ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا قول۔ فان لم تجد في كتاب الله۔ قرآن کی آیت۔ ما فرطنا في الكتاب من شئ۔ کے معارض ہے کیونکہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حکم اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب اللہ میں موجود نہ ہو اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں نہ پانے سے اس میں موجود نہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ کتاب اللہ ہی کے اندر موجود احکام جو ظاہر نظر سے معلوم نہیں ہوتے بذریعہ قیاس ان کا استنباط کیا جاتا ہے تیسری دلیل بخاری اور مسلم کی حدیث ہے۔ عن عبدالله بن عمرو ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حكم الحاكم فاجتهدواصاب فله اجران واذا حكم الحاكم فاجتهدواخطا فله اجر واحد۔ جب حاکم حکم کرے اور اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچ جائے تو اسکے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کر کے حکم کرے اور خطا کرے تو اسکے لئے ایک اجر ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو بصورت صواب

دوا- زمین کے ایک اجتہاد کرنے کا اور ایک صواب کا اور اگر مجتہد کو استنباط میں خطا واقع ہوگئی تو ایک اجرا اجتہاد کا ملے گا اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ اجتہاد ہی کا نام قیاس ہے پس اجتہاد اور قیاس پر ثواب اور اجر کا وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے اور شریعت اسلام نے اس کا اعتبار کیا ہے ہے چوتھی دلیل بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال اتی رجل السی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان احثی بذرک ان تحج وانہامات فقال السی صلی اللہ علیہ وسلم لو کاد علیہادیں اکنت قاصیہ قال نعم قال فافض دیں اللہ فہو احق بالقضاء۔ ابن عباس سے مروی ہے ایک آدمی دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہنے لگا میری بہن نے حج کرنے کی نذر کی تھی لیکن وہ مر گئی آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا کیا تو ادا کرتا کہا، ہاں، پس خدا کا دین ادا کر کیونکہ وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔ ملاحظہ کیجئے اللہ کے نبی نے اس شخص کو قیاس ہی کے ذریعہ سمجھایا کہ جب بندے کا قرض اداء کیا جاسکتا ہے تو اللہ کا قرض بدرجہ اولیٰ اداء کرنا چاہئے۔ پانچویں دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خط ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا ہے چنانچہ یہی اور دارقطنی میں ہے المهم المهم فیا یختلج فی صدرك مما لم یبلغک فی الکتاب والسنة أعراف الاشباہ والامثال ثم فس الامور عند ذالك فاعمد الی احبها الی اللہ واشبہها بالحق فیما نری (الحديث) سمجھ سمجھ کر چلنا اس میں جو کہ خلجان کرے تمہارے قلب میں اس شئی کے بارے میں جو نہیں پہنچی تم کو کتاب اللہ اور حدیث میں۔ اشباہ اور امثال کو پہنچانو پھر اس وقت امور کو قیاس کرو۔ پس قصد کرو ان چیزوں میں سے اس کا جو اللہ کے نزدیک محبوب تر ہو۔ اور حق کے مشابہ ہو ان چیزوں میں جن کو تم دیکھتے ہو۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں قیاس کرنا مشروع ہے اور قیاس حجت شرعی ہے چھٹی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے ۔ ۔ ۔ اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم العلم ثلثة آية محکمہ ۔ رسالة قائمة او فیرضہ عادلة و ما سواد الث فهو ۔ ۔ ۔ عبد اللہ بن عمرو ۔ ۔ ۔ ہی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین

ہیں ایک آیت محکمہ دوم حدیث صحیح سوم احکام اجتہادی کہ وہ وجوب نفل میں قرآن و حدیث کے مانند ہیں اور اس کے سوا فضول ہے اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسائل قیاسیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط ہوں انہیں کے حکم میں ہیں اور جب ایسا ہے تو قرآن و سنت کی طرح وہ بھی حجت شرعی ہے۔

ساتویں دلیل بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنو قریظہ کی طرف ایک لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا لا یصلین احد العصر الا فی بسی فریطة کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں پس لشکر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں غروب کا وقت قریب آ گیا صحابہ کی ایک جماعت نے ظاہر ارشاد پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کو بنو قریظہ سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے لہذا ہم راستہ میں نماز نہیں پڑھیں گے چاہے نماز قضاء ہو جائے اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ کی غرض جلدی چلنے اور جلدی پہنچنے کی ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ راستہ میں نماز نہ پڑھنا اسلئے ہم کو نماز پڑھ لینی چاہئے نماز کو قضاء نہیں کرنا چاہئے چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھی۔ جب آپ کو معلوم ہوا آپ نے دونوں کو کچھ نہیں فرمایا بلکہ دونوں کی تقریر فرمائی ملاحظہ کیجئے اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت نے ظاہر ارشاد پر عمل کیا اور دوسری جماعت نے ظاہر ارشاد کے خلاف اپنی عقل اور سمجھ یعنی قیاس پر عمل کیا لیکن آنحضرت ﷺ نے اس جماعت پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے۔

آٹھویں دلیل عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال اصببت فاجنب آخر فتيمم وصلى فاتاه فقال نحو ما قال الآخر یعنی اصببت آخر جہ النسائی۔ طارق سے روایت ہے ایک شخص جنبی ہو گیا اس نے نماز نہیں پڑھی پھر اس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اس قصہ کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر دوسرا شخص جنبی ہوا اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی وہ بھی حاضر خدمت ہوا آپ نے اسکو بھی وہی جواب دیا جو دوسرے کو دے چکے تھے۔ یعنی تو نے ٹھیک کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتہاد اور قیاس جائز

ہے کیونکہ ان دونوں کو اگر نص معلوم ہوتی تو عمل کے بعد سوال کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد اور قیاس پر عمل کر کے آپ کو اطلاع دی تھی۔ اور آپ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔ اور شارع کا کسی امر کو سکرانکار اور رد نہ کرنا اسکی صحت کی دلیل ہے پس ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اسکو جائز رکھا اور جب ایسا ہے تو قیاس کے جائز اور حجت شرعی ہونے میں کیا شبہ ہے یہ خیال رہے کہ دونوں کو آپ کا یہ فرمانا کہ ”ٹھیک کیا“ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حکم ظاہر ہونے کے بعد بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے چاہے تیمم نہ کرے خواہ نماز پڑھے خواہ نماز نہ پڑھے

نویں دلیل عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتيممت ثم صليت باصحابی الصبح فذكروا ذالك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صليت باصحابك وانت حسب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا (اخرجه ابو داؤد)

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوة السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہو گیا اور مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا پس تیمم کر کے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی ان لوگوں نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی میں نے آپ کو اس امر کی اطلاع دی جو غسل سے مانع تھا اور عرض کیا میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے لا تقتلوا انفسکم اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔

اللہ تم پر مہربان ہے پس رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔ یہ حدیث بھی صراحۃً اجتہاد اور قیاس کے جواز پر دلالت کرتی ہے چنانچہ دریافت کرنے پر حضرت

عمر و نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپ نے اسکو جائز رکھا

وسویں دلیل عن ابی سعید ان رجلین تیمما و صلیا ثم وجدا ماء فی الوقت فتوضاء احدهما و عاد لصلوته ما کان فی الوقت ولم يعد الآخر فسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم يعد اصبت السنة واجزأتک وقال للآخر امانت فلتک مثل سهم (نسائی)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر ہی پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کر لیا اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپ نے فرمایا تو نے سنت کے موافق عمل کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہوگئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو ثواب کا پورا حصہ مل گیا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا۔

ملاحظہ کیجئے مذکورہ دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور صاحب شریعت ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح سو یہ تو ہمارا عین مذہب ہے المحتہد بخطی و یصیب مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر کیوں عمل کیا ہے الحاصل یہ حدیث بھی قیاس کے جواز اور اسکے حجت شرعی ہونے پر دلالت کرتی ہے

گیارہویں دلیل عن سالم قال سئل ابن عمر عن اجل یكون له علی رجل دین الی اجل فیضع عنه صاحب الحق لیعجل الدین فکره ذالک ونہی عنه (اخرجه مالک)

حضرت سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعاد دین واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے اس شرط کیساتھ معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اسکا دین دیدے آپ نے اسکو نا پسند کیا اور اس سے منع کیا چونکہ اس مسئلہ میں کوئی صریح مرفوع حدیث نہیں ہے اسلئے یہ ابن عمر کا قیاس ہی

کہلایگا بہر حال ابن عمر کے اس فتویٰ سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے

بارہویں دلیل عن مالک انه بلغه ان عمر رضى الله عنه سئل في رجل اسلف

طعاما على ان يعطيه اياه في بلد آخر فكره ذلك عمر وقال فابى كراء الحمل

امام مالک سے مروی ہے ان کو خبر پہنچی کہ حضرت عمر سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں اداء کرے حضرت عمر نے اس کو ناپسند کیا اور یہ فرمایا بار برداری کا کرایہ کہاں گیا اس مسئلہ میں بھی چونکہ کوئی حدیث مرفوعہ موجود نہیں ہے اسلئے یہ جواب بھی قیاس سے تھا۔

الحاصل اس واقعہ سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

تیرہویں دلیل عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ توضؤا مما

مست النار ولومن ثور اقط فقال ابن عباس يا ابا ہریرۃ فانا ندہن بالدھن وقد

سخن بالنار ونتوصاء بالماء وقد سخن بالنار (طحاوی)

ابو ہریرہ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے آگ میں پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کیا کرو۔ اگر چہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو ابن عباس نے کہا ابو ہریرہ ہم گرم تیل بدن پر لگاتے ہیں اور گرم پانی سے وضو کرتے ہیں اس کے بعد بھی وضو کیا کریں ملاحظہ کیجئے ابن عباس نے ابو ہریرہ کے خلاف قیاس کے ذریعہ حجت پیش کی ہے اور ابن عباس کا شمار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے ہے لہذا اس سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہو گیا۔

چودھویں دلیل اسی طرح مس ذکر کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے ذکر کو ناک کان، ران اور دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور مس ذکر کو غیر ناقض وضو قرار دیا ہے چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ مس ذکر ناقض وضو ہے یا نہیں حضرت علی نے فرمایا ما امانی انہی مسست او ادسی او دکری میں پرواہ نہیں کرتا میں اپنی ناک کو مس کروں یا کان کو یا ذکر کو یعنی جس طرح کان ناک کے مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح ذکر کو مس کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ ابن مسعود نے فرمایا ما امانی دکری مسست ہی

صدہ ذوالحجۃ و انھی حضرت حذیفہ نے فرمایا ما یائی و مسد و انھی حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا اما هو بضعۃ منہ مثل انھی و انھی حضرت سعد سے جب ایک شخص نے کہا میں نے نماز میں اپنے ذکر کو مس کر لیا ہے تو اس کے جواب میں حضرت سعد نے فرمایا اقطعہ اما هو بضعۃ منہ اس کو کاٹ دے اللہ کے بندے وہ بھی تیرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ (طحاوی)

ملاحظہ کیجئے! ان اجدہ صحابہ نے ذکر کو بدن کے دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور اس ذکر سے عدم نقص وضو کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ بھی قیاس کرتے تھے۔

پندرہویں دلیل: اسی طرح جب ایک جماعت ایک شخص کو عداقت کرے تو اس جماعت سے قصاص لینے میں شک تھا لیکن جب حضرت علی نے کہا کہ اگر ایک جماعت چوری میں شریک ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے پس اس پر قیاس کا تقاضہ ہے کہ پوری جماعت سے قصاص لیا جائے حضرات صحابہ نے اسی قیاس کی طرف رجوع کیا اور پوری جماعت سے قصاص کے قائل ہو گئے۔

سولہویں دلیل: اسی طرح حضرت عمر نے سوال کیا کہ اگر روزے دار بیوی کا بوسہ لیلے تو کیا روزہ ٹوٹ جائیگا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بٹاؤ اگر تم پانی سے کلی کر کے پھر پانی منہ سے باہر ڈالو تو کیا تم کو اس سے کچھ نقصان ہوگا کہا نہیں۔

سترہویں دلیل: اسی طرح حضرت ابو بکر نے اولاد ثانی کو تو میراث دلائی لیکن دادی کو محروم کیا مگر جب بعض انصار نے دادی کو ثانی پر قیاس کر کے اس کو بھی میراث کا حقدار قرار دیا تو صدیق اکبر نے اس قیاس کی طرف رجوع کر کے دونوں کو میراث میں شریک کیا اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے قیاس کا جواز معلوم ہوتا ہے امام عبدالبر نے جامع العلم میں تحریر کیا ہے لا خلاف بین فقہاء الامصار و سائر اهل السنة فی نفي القصاص فی التوحد و التاتہ فی الاحکام لا یدانہ بخلافہ فیما جمیعاً۔ تمام فقہاء انصار و اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ توحید میں تو قیاس

ثابت نہیں ہے البتہ احکام میں ثابت ہے سوائے داؤد ظاہری کے کیونکہ انہوں نے دونوں میں قیاس کی نفی کی ہے۔

صحیح قیاس کی شرطوں کا بیان

تیسری چیز قیاس کی شرط ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کی چار شرطیں ہیں ان میں دو عدی ہیں اور دو وجودی ہیں عدی شرطوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اصل کا حکم اصل کے ساتھ کسی نص کی وجہ سے خاص نہ ہو یعنی مقیس علیہ کے ساتھ اس کا حکم کسی نص کی وجہ سے خاص نہ کیا گیا ہو چنانچہ اگر مقیس علیہ کا حکم مقیس علیہ کے ساتھ کسی نص کی وجہ سے خاص کر دیا گیا تو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا جیسے تن تنہا حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قبول ہونا نص کی وجہ سے کریمہ حضرت خزیمہ کی خصوصیت ہے لہذا ان پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے وہ دوسرا شخص رتبہ میں خواہ ان کے برابر ہو خواہ ان سے بڑھ کر ہو چنانچہ خلفاء راشدین میں سے بھی کسی کی شہادت تن تنہا قبول نہ ہوگی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹنی خریدی اور اس کو ثمن ادا کر دیا اس کے بعد اعرابی نے ثمن وصول کرنے سے انکار کر دیا اور دوبارہ ثمن کا تقاضہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ثمن ادا کر چکا ہوں اس نے گواہوں کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا وہ معاملہ تو میرے اور تمہارے درمیان تنہائی میں ہوا ہے جہاں کوئی نہیں تھا گواہ کہاں سے لائے جائیں گے، حضرت خزیمہ نے یہ گفتگو سنا کر کہا اے رسول خدا میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ نے اس کی اونٹنی کی پوری قیمت ادا کر دی ہے آپ نے ازراہ تعجب فرمایا خزیمہ تم تو اس وقت موجود نہیں تھے پھر کس طرح میرے حق میں گواہی دے رہے ہو۔

خزیمہ نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم آسمان اور غیب کی عظیم الشان خبروں میں آپ کو سچا جانتے ہیں تو یہ اونٹنی اور اس کی حقیر قیمت کی کیا حقیقت ہے کہ اس کی ادائیگی کی بابت ہم آپ کی تصدیق نہ کریں آپ نے خوش ہو کر فرمایا من شہد لہ خزیمہ فہو حسبہ خزیمہ جس کے حق میں تنہا گواہی دیدیں تو اس کی گواہی کافی ہے

یہ خزیمرہ کا اعزاز و اکرام ہے کہ اللہ کے رسول نے ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا اور نہ گواہی معتبر ہونے کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَاسْتَشْهِدُوا شَهِدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ** فان لم یكونا رجلین فرجل وامرأتان اور ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے **وَاسْتَشْهِدُوا ذَوِیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ**۔ پس جب ایک آدمی کی گواہی کا معتبر ہونا حضرت خزیمرہ کی خصوصیت ہے تو خزیمرہ پر دوسرے لوگوں کو قیاس کرنا درست نہ ہوگا وہ دوسرے لوگ مرتبہ میں خواہ خزیمرہ کے برابر ہوں خواہ ان سے بڑھ کر ہوں۔

دوسری عدلی شرط یہ ہے کہ اصل و مقیس علیہ من کل وجہ خلاف قیاس نہ ہو اور اس کے معنی بالکل غیر معقول نہ ہوں کیونکہ جب اصل (مقیس علیہ) خود ہی خلاف قیاس اور غیر معقول ہوگا تو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا کیسے درست ہوگا جیسے صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو کا ٹوٹنا خلاف قیاس حدیث سے ثابت ہے حدیث یہ ہے **امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضحك من ضحك منكم فی الصلوۃ ان یعيد الوضوء والصلوۃ**۔ (رواہ البیہقی والطبرانی فی الکبیر)

سنو جو شخص تم میں سے نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسا وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے نماز کے دوران قہقہہ کا ناقض وضو ہونا خلاف قیاس اس لئے ہے کہ وضو خروج نجاست سے ٹوٹتا ہے اور قہقہہ نجاست نہیں ہے لہذا قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ ناقض وضو نہ ہو جیسا کہ نماز کے علاوہ میں قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے۔ لیکن حدیث کی وجہ سے صلوٰۃ کاملہ میں قہقہہ کو خلاف قیاس ناقض وضو قرار دیا گیا ہے اور جب صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ، خلاف قیاس ناقض وضو ہے تو اس پر صلوٰۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت کو قیاس نہیں کیا جائیگا کیونکہ اصل یعنی قہقہہ کا ناقض وضو ہونا صلوٰۃ کاملہ میں ثابت ہے اور صلوٰۃ جنازہ اور سجدہ تلاوت صلوٰۃ کاملہ نہیں ہیں لہذا ان دونوں میں قہقہہ کا پایا جانا ناقض وضو نہ ہوگا۔

صحت قیاس کی مذکورہ چار شرطوں میں سے تیسری اور دو وجودی شرطوں میں سے

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حکم شرعی جو نص یعنی کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع سے ثابت ہو وہ بعینہ بغیر کسی تغیر اور تفاوت کے فرع کی طرف متعدی اور منتقل ہو اور وہ فرع اصل کے مماثل اور مساوی ہو اصل سے کمتر نہ ہو اور اس فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص موجود نہ ہو یہ شرط اگرچہ عنوان میں ایک ہے لیکن حقیقت میں چار شرطوں پر مشتمل ہے (۱) وہ حکم جس پر قیاس کیا جائے شرعی ہو لغوی نہ ہو۔

(۲) فرع کی طرف اس حکم کا تعدیہ اور انتقال بعینہ ہو اس میں کسی طرح کا تغیر اور تبدل واقع نہ ہو۔

(۳) علت کے تحقق میں فرع اصل کے پورے طور پر مماثل اور مساوی ہو کسی حال میں اصل سے کمتر نہ ہو۔

(۴) فرع کے بارے میں کوئی مستقل نص موجود نہ ہو ان چار شرطوں میں سے پہلی شرط پر تفریع یہ ہے کہ احناف کے نزدیک خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں کے درمیان فرق ہے وہ یہ کہ خمر مطلقاً حرام ہے جس طرح اسکی مقدار کثیر (جسکے پینے سے نشہ آجائے) کا پینا حرام ہے اسی طرح اسکی مقدار قلیل (جسکے پینے سے نشہ نہ آئے) کا پینا بھی حرام ہے اور اسکی مقدار کثیر اور قلیل دونوں کا پینا موجب حد ہے۔ اسکے برخلاف دوسری نشہ آور چیزیں تو ان کی مقدار کثیر کا پینا حرام ہے لیکن مقدار قلیل کا پینا حرام نہیں ہے، اسی طرح ان کی مقدار کثیر تو موجب حد ہے لیکن مقدار قلیل موجب حد نہیں ہے اور شوائع کے نزدیک خمر اور دوسری نشہ آور چیزوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے بلکہ خمر کی طرح دوسری نشہ آور چیزوں کی مقدار قلیل اور کثیر دونوں حرام اور موجب حد ہیں شوائع کہتے ہیں کہ لغت میں خمر کے معنی ڈھاپنے کے ہیں لہذا جو چیز بھی مستور العقل ہوگی شوائع کے نزدیک خمر کہلائے گی اور اس پر خمر ہی کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ خمر کے طرح ہر نشہ آور چیز کا مطلقاً پینا بھی حرام ہوگا اور وہ موجب حد بھی ہوگی۔

اسی کا نام قیاس فی المثلت ہے شوائع چونکہ قیاس فی المثلت کے جواز کے قائل ہیں اسلئے انھوں نے اس مسئلہ میں قیاس فی المثلت کا اعتبار کیا ہے احناف کہتے ہیں کہ

عقل کی وجہ سے تمام نشہ آور چیزوں پر خمر کے احکام جاری کرنا اور ان کا خمر نام رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ تمام نشہ آور چیزوں پر لفظ خمر کا اطلاق حکم لغوی پر قیاس ہے نہ کہ حکم شرعی پر اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک صحت قیاس کیلئے مقیاس علیہ کے حکم کا شرعی ہونا ضروری ہے کیونکہ تمام اغات توقیفی ہیں ان میں قیاس کی چنداں ضرورت نہیں ہے جیسا کہ زمانے معنی کا لحاظ کر کے لواطت کے لئے زنا کا لفظ استعمال کرنا اور لواطت پر زنا کے احکام جاری کرنا حکم لغوی پر قیاس ہونے کی وجہ سے احناف کے نزدیک درست نہیں ہے۔

دوسری شرط پر (اس بات پر کہ فرع کی طرف اصل کے حکم کا تعدیہ اور انتقال بعینہ ہو) تفریع یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ذمی کا ظہار درست نہیں ہے لہذا ظہار کرنے کے باوجود اس کا اپنی مظاہرہ بیوی سے وطی کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک ذمی کا ظہار درست ہے لہذا ان کے نزدیک اس کا اپنی مظاہرہ بیوی سے وطی کرنا جائز نہیں ہے حضرت امام شافعیؒ نے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کرتے ہوئے اسی طرح صحیح قرار دیتے ہیں جس طرح مسلمان کی طلاق پر قیاس کرتے ہوئے ذمی کی طلاق صحیح ہے الحاصل امام شافعیؒ نے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح مسلمان کا ظہار صحیح ہے اسی طرح ذمی کا ظہار بھی صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ دوسری شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس قیاس میں اصل (مقیس علیہ) کا حکم فرع (مقیس) کی طرف بعینہ متعدی اور منتقل نہیں ہوتا ہے بلکہ متغیر ہو کر منتقل ہوتا ہے اسلئے کہ اصل یعنی مسلمان کے ظہار میں ایسی حرمت ثابت ہوتی ہے جو حرمت کفارہ ظہار سے ختم ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے ظہار کرنے سے حرمت تو ثابت ہوگی لیکن اس حرمت کی غایت کفارہ ہوگا یعنی کفارہ اداء کرتے ہی ظہار کی حرمت ختم ہو جائے گی اور مظاہرہ بیوی اس کے لیے حلال ہو جائے گی اور فرع یعنی کافر کے ظہار میں ایسی حرمت ثابت ہوگی جو حرمت کبھی ختم نہ ہو اس لئے کہ غایت حرمت یعنی کفارہ ایسی چیز ہے جس کا کافر اہل نہیں ہے اور کافر کا کفارہ کا اہل

نہ ہونا اسلئے ہے کہ کفارہ عبادت اور عقوبت کے درمیان دائر ہوتا ہے یعنی کفارہ من وجہ عبادت ہوتا ہے اور من وجہ عقوبت ہوتا ہے اور کافر اگرچہ عقوبت کا مستحق ہے لیکن عبادت کا اہل نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو وہ کفارہ کا اہل نہ ہوگا اور جب کافر کفارہ کا اہل نہیں ہے تو کافر یعنی ذمی مظاہر کا کفارہ اس کے ظہار کی حرمت کو ختم کرنے والا بھی نہ ہوگا اور جب ذمی کے ظہار کی حرمت ختم نہیں ہوتی تو وہ حرمت مؤبدہ ہوگی ملاحظہ فرمائیے اصل کا حکم یعنی مسلمان کے ظہار کی حرمت کفارہ سے ختم ہونے والی ہے لیکن فرع کا حکم یعنی ذمی کے ظہار کی حرمت کفارہ سے ختم ہونی والی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی رہنے والی ہے اور جب ایسا ہے تو اصل یعنی مسلمان کے ظہار کی حرمت بعینہ فرع یعنی ذمی کے ظہار کی طرف متعدی نہیں ہوئی بلکہ متغیر ہو کر متعدی ہوئی ہے اور جب اصل کا حکم فرع کی طرف بعینہ متعدی نہیں ہوا تو شرط ثانی کے فوت ہونے کی وجہ سے ذمی کے ظہار کو مسلمان کے ظہار پر قیاس کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ تیسری شرط (فرع اصل کے مساوی اور برابر ہو کمتر نہ ہو) پر تفریع یہ ہے کہ روزے دار نے اگر نسیا نہ کھاپی لیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر اس نے خطا کھاپی لیا یا جبراً کھاپی لیا تو امام شافعیؒ ماسی پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خاظمی اور مکرمہ کا روزہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ اسلئے کہ ماسی نفس فعل میں عام ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ اس کو اپنا روزہ یاد نہیں ہوتا البتہ کھانا پینا اسکے ارادے سے ہوتا ہے اور خاظمی اور مکرمہ یہ دونوں نفس فعل میں عام نہیں ہوتے اس طور پر کہ خاظمی کو اپنا روزہ یاد ہوتا ہے مگر کلی کرتے وقت بغیر اس کے ارادے کے پانی حلق میں چلا جاتا ہے اور ریا مکرمہ (بفتح الراء) تو اس کا فعل مکرمہ (بکسر الراء) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ مکرمہ (بفتح الراء) کا کوئی فعل باقی نہیں رہتا ہے الحاصل خاظمی اور مکرمہ نفس فعل میں عام نہیں ہوتے پس جب ماسی جو نفس فعل میں عام ہوتا ہے اس کا عذر مقبول ہے اور نسیا نہ کھانے پینے کے باوجود اس کا روزہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث احما اطعمك الله وسفاك سے ظاہر ہے تو خاظمی اور مکرمہ جو نفس فعل میں عام نہیں ہیں ان کا عذر بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگا اور کھانے پینے کے باوجود ان کا روزہ درست ہوگا۔ لیکن ہم

کہتے ہیں کہ شرط ثالث کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس قیاس میں فرع (خاطی اور مکروہ) اصل (ناسی) کے برابر نہیں ہیں بلکہ اس سے اذوقن اور کمتر ہے اس طور پر کہ خاطی اور مکروہ کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہے اور خاطی اور مکروہ کا عذر ناسی کے عذر عذر سے کمتر اس لئے ہے کہ نسیان امر مساوی ہے اور صاحب حق یعنی باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہے جیسا کہ ارشاد ہے انما اطعمک اللہ وسفاک یعنی اللہ نے تجھ پر نسیان ڈالا حتیٰ کہ تو نے کھایا اور پیا ناسی یعنی بندے کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے پس جب نسیان واقع ہونے میں ناسی کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع کیا گیا ہے تو ناسی نسیان کھانے پینے میں کامل طور پر معذور ہوگا رہا خاطی تو اس کو اپنا روزہ یاد ہوتا ہے لیکن کلی کرتے وقت احتیاط میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے پانی حلق میں چلا جاتا ہے پس خاطی اگر پورے طور پر احتیاط کرتا تو یہ نوبت نہ آتی اور جب ایسا ہے تو خطا خاطی کی طرف منسوب ہوگی نہ کہ صاحب حق یعنی باری تعالیٰ کی طرف اور جب خطا خاطی کی طرف منسوب ہے تو خاطی پورے طور پر معذور نہ ہوگا اور اس کا عذر ناسی کے عذر کی طرح نہ ہوگا بلکہ اس کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہوگا اسی طرح اگر صاحب حق یعنی باری تعالیٰ کے علاوہ یعنی مکروہ (بکسر الراء) کی طرف منسوب ہے اس کے باوجود مکروہ (بفتح الراء) امام عادل یا کسی دوسرے انسان سے فریاد کرتا تو بھی اگر اس سے اس کے لئے پچھا ممکن ہو جاتا الحاصل مکروہ بھی کھانے پینے میں کامل طور پر معذور نہیں ہے اور اس کا عذر ناسی کے عذر کی طرح نہیں ہے بلکہ ناسی کے عذر سے کمتر ہے پس جب خاطی اور مکروہ کا عذر ناسی کے عذر سے کمتر ہے تو روزہ فاسد نہ ہونے کے حکم کو ناسی سے خاطی اور مکروہ کی طرف متعدی کرنا ایسی چیز کی طرف متعدی کرنا ہے جو ناسی کی نظیر اور اسکے مساوی نہیں ہے حالانکہ حکم متعدی کرنے کیلئے یعنی قیاس کرنے کیلئے فرع کا اصل کے مساوی ہونا ضروری ہے الحاصل شرط ثالث کے فوت ہونے کی وجہ سے خاطی اور مکروہ کو ناسی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

چوتھی شرط (فرع کے سلسلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو) پر تفریع مگر تفریع سے پہلے

آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ اگر فرع (مقیس) کے سلسلہ میں کوئی نص موجود ہو تو اس کو اصل پر قیاس کرنا درست نہیں ہو سکتا قاضی امام ابو زید کے نزدیک تو وہ نص جو فرع کے سلسلہ میں موجود ہے قیاس کے موافق ہو یا مخالف ہو دونوں صورتوں میں قیاس کرنا درست نہ ہوگا البتہ امام شافعیؒ اور احناف میں سے مشائخ سمرقند کے نزدیک نص کے موافق قیاس کرنا درست ہے۔ یعنی جو نص فرع کے سلسلہ میں موجود ہے اگر قیاس اسکے موافق ہے تو قیاس کرنا درست ہوگا اور اگر قیاس نص کے خلاف ہے تو قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ اب اس تفریع کی تفصیل ملاحظہ کیجئے تفصیل یہ ہے کہ قتل خطاء کے کفارہ میں اگر قاتل رقبہ آزاد کرنے پر قادر ہو تو بالاتفاق رقبہ مومنہ آزاد کرنا واجب ہوگا رقبہ کافرہ کافی نہ ہوگا اور دلیل باری تعالیٰ کا یہ قول ہے **ومن قتل مومنا خطاء فتحرير رقبه مومنة** لیکن کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ میں احناف کے نزدیک مومنہ ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ مطلقاً رقبہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام شافعیؒ نے کفارہ قتل پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کا مومنہ ہونا اسی طرح شرط ہے جس طرح کفارہ قتل کے رقبہ کا مومنہ ہونا شرط ہے چنانچہ ان کے نزدیک کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں بھی رقبہ مومنہ کا آزاد کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن ہم احناف کہتے ہیں کہ چوتھی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کو کفارہ قتل کے رقبہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فرع یعنی کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں موجود ہے چنانچہ کفارہ یمین کے رقبہ کے سلسلہ میں او تحریر رقبہ (پ ۷ رکوع ۱) میں فرمایا گیا ہے اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں فتحریر رقبہ من قبل ان یتعاسا (پ ۲۸ رکوع ۱) میں فرمایا گیا الحاصل جب فرع یعنی کفارہ یمین اور کفارہ ظہار کے رقبہ کے سلسلہ میں نص موجود ہے تو شرط رابع (فرع کے سلسلہ میں نص کا نہ ہونا) کے فوت ہونے کی وجہ سے ان کے رقبہ کو کفارہ قتل کے رقبہ پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اور ان کے رقبہ کے سلسلہ میں چونکہ نص قید ایمان سے مطلق ہے اسلئے کفارہ یمین اور کفارہ ظہار میں مطلقاً رقبہ کا آزاد کرنا کافی ہو جائے گا رقبہ

مومنہ کا آزاد کرنا واجب نہ ہوگا۔

ہم نے ابتداء میں صحت قیاس کے لئے چار شرطیں دوعدمی اور دو وجودی بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے دوعدمی شرطیں بیان کی جا چکی ہیں اور دو وجودی شرطوں میں سے بھی ایک کا بیان ہو چکا ہے اب ہم دو وجودی شرطوں میں سے دوسری شرط اور صحت قیاس کی چار شرطوں میں سے چوتھی کا بیان کریں گے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ اصل (مقیس علیہ) کے سلسلہ میں جو نص وارد ہوئی ہے اسکا حکم تعلیل کے بعد ای صفت پر باقی رہے جس صفت پر تعلیل سے پہلے تھا یعنی فرع کی طرف تعدیہ سے حکم میں جو تقسیم ہوتی ہے یعنی نص کا حکم اصل اور فرع دونوں کو عام ہو جاتا ہے اسکے سوانص کے اصل مفہوم میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا ہو کیونکہ رائے اور قیاس سے نص کے حکم کو متغیر کرنا جائز نہیں ہے الحاصل اگر قیاس کرنے سے اصل کے سلسلہ میں وارد شدہ نص کا حکم متغیر ہو جاتا ہو۔ تو وہ قیاس درست نہ ہوگا۔

اسن چوتھی شرط کی مثال ہم سوال و جواب کے انداز پر ذکر کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے سوال اونٹوں کے بعض نصاب کی زکوٰۃ میں شارع علیہ السلام نے بکری واجب کی ہے چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے ”فی خمس من الابل شاة“ (مشکوٰۃ) پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے لیکن احناف نے بکری ادا کرنے کے حکم کی علت بیان کرتے ہوئے کہا کہ شارع علیہ السلام کا اصل منشاء فقیر کی حاجت پوری کرنا ہے لہذا شارع کا یہ منشاء جس چیز سے بھی پورا ہو جائے اسکا اداء کرنا جائز ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فقیر کی حاجت جس طرح بکری سے پوری ہو سکتی ہے اسی طرح اسکی قیمت سے بھی پوری ہو سکتی ہے لہذا اونٹوں کی زکوٰۃ میں جس طرح بکری اداء کرنا جائز ہے اسی طرح اسکی قیمت اداء کرنا بھی جائز ہے غور کیجئے جب آپ نے اشتراک علت کی وجہ سے بکری کی قیمت اداء کرنے کو جائز قرار دیدیا تو شاة کی قید جو نص حدیث سے صراحتاً مفہوم ہے تعلیل کے ذریعہ اسکو باطل کر دیا اور جب شاة کی قید باطل ہو گئی تو تعلیل کے بعد نص حدیث کا حکم متغیر ہو گیا کیونکہ تعلیل سے پہلے عین شاة کا اداء کرنا

واجب تھا لیکن تعلیل کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا بلکہ متغیر ہو گیا اور جب تعلیل کے بعد نص کا حکم متغیر ہو گیا تو صحت قیاس کی چوتھی شرط فوت ہونے کی وجہ سے آپ کے نزدیک قیاس درست نہ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ آپ نے حاجت فقیر کو پورا کرنے کی علت کی وجہ سے عین شاکہ پر قیاس کر کے اسکی قیمت اداء کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

جواب :- بکری کی جگہ بکری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز دلالت النص یا اقتضاء النص سے ثابت ہے نہ کہ تعلیل سے یعنی نص کے حکم میں جو تغیر پیدا ہوا ہے وہ نص کی وجہ سے تعلیل سے پہلے ہی پیدا ہو گیا ہے تعلیل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے البتہ یہ حسن اتفاق ہے کہ نص کی وجہ سے جو تغیر پیدا ہوا ہے وہ تعلیل کے موافق ہے یعنی دلالت النص اور اقتضاء النص بھی اسی بات کو چاہتے ہیں کہ اونٹوں کی زکوٰۃ بکری کی جگہ قیمت اداء کرنے سے بھی جائز ہو اور تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی دلیل کہ نص کا حکم دلالت النص یا اقتضاء النص سے متغیر ہوا ہے یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے فقراء بلکہ سارے جہان کو رزق دینے کا وعدہ کیا ہے ارشاد باری ہے وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها یعنی زمین پر چلنے والے تمام جانوروں کا رزق اللہ کے ذمہ ہے پھر اس وعدے کو پورا کرنے کیلئے الگ الگ طریقہ معاش مقرر فرمایا ہے چنانچہ ایک طبقہ کو تجارت زراعت حرفت اور ملازمت کے ذریعہ رزق پہنچایا اور فقراء کو رزق پہنچانے کے لئے مالداروں پر ان کے مال کا ایک حصہ مقررہ یعنی زکوٰۃ واجب کی ارشاد باری تعالیٰ ہے اتوا زکوٰۃ اور ایک جگہ ارشاد ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا گیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا ان اللہ قد فرض علیہم صدقة توخذ من اغنیائہم فتد علی فقرائہم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۶) معاذ تم جس قوم کے پاس جا رہے ہو اللہ نے اس قوم کے لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے ان کے مالداروں سے لیکر انہیں کے فقراء کو دیدی جائے مگر زکوٰۃ چونکہ عبادت ہے اور عبادت کا مستحق صرف اللہ ہے اسلئے زکوٰۃ اولاً اللہ کے قبضہ میں پہنچتی ہے پھر فقیر کے قبضہ میں پہنچتی ہے جیسا کہ ابوالقاسم

ﷺ کا ارشاد ہے الصلقة تقع فی کف الرحمن قبل ان تقع فی کف الفقیر زکوٰۃ فقیر کے قبضہ میں جانے سے پہلے رحمٰن کے قبضہ میں جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اگر ابتداء اللہ کے قبضہ میں واقع نہ ہو تو یہ وہم ہوگا کہ اللہ نے فقراء کو رزق نہیں دیا ہے بلکہ مالداروں نے ان کو رزق دیا ہے حالانکہ یہ بات نص قرآن و مامن دانا فی الارض الاعلیٰ اللہ رزقہا کے بھی خلاف ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے پس اس وہم کو دور کرنے کیلئے کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ ابتداء اللہ کے قبضہ میں واقع ہوئی ہے پھر اللہ اپنا وعدہ رزق پورا کرنے کے لئے فقراء کو دیتا ہے لیکن فقراء کی ضرورتیں مختلف ہیں ان کو اگر اناج کی ضرورت ہے تو کپڑے اور مکان کی بھی ضرورت ہے دواؤں اور مشروبات کی بھی ضرورت ہے

الحاصل فقراء کی ضرورتیں مختلف ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مقررہ مال یعنی عین شاة سے مذکورہ تمام ضرورتوں کا پورا کرنا ناممکن ہے البتہ بکری کی قیمت سے جملہ ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں یعنی بکری پورے طور پر رزق کا وعدہ پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ وعدہ رزق میں روٹی، سالن، لکڑی، پوشاک، وغیرہ بہت سی چیزیں داخل ہیں اور عین شاة میں صرف سالن کا وعدہ پورا ہو سکتا ہے اور رہی قیمت تو اس سے پورے طور پر وعدہ رزق پورا ہو سکتا ہے اور جب ایسا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حدیث فی خمس من الابل شاة میں آنحضور ﷺ کا مقصود بکری کی قیمت واجب کرنا ہے بعینہ بکری واجب کرنا آپ کا مقصود نہیں ہے اور ہا حدیث میں بکری کا ذکر تو وہ زکوٰۃ کی مقدار واجب کا اندازہ کرنے کیلئے کیا گیا ہے بعینہ بکری واجب کرنے کیلئے نہیں کیا گیا ہے چنانچہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی مالیت اور قیمت کے برابر زکوٰۃ واجب ہے الحاصل عین شاة کا تغیر یعنی بکری کے بدلے بکری کی قیمت کا جائز ہونا دلالت النص یا اقتضاء النص سے ثابت ہوا ہے نہ کہ تعلیل سے البتہ یہ حسن اتفاق ہے کہ تعلیل بھی دلالت النص اور اقتضاء النص کے موافق ہے اور جب ایسا ہے تو صحت قیاس کی چوتھی شرط کے فوت ہونے کا

اعتراض بھی وارد نہ ہوگا۔

قیاس کے ارکان کا بیان

چوتھی چیز قیاس کا رکن ہے۔ فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں رکن وہ ہوتا ہے جسکے بغیر شی کا وجود ممکن نہ ہو خواہ وہ شی کی تمام ماہیت ہو جیسے کھانے پینے جماع سے رکناروزے کا رکن ہے اور یہ رکن روزے کی تمام ماہیت ہے خواہ وہ رکن شی کی ماہیت کا جز ہو جیسے رکوع نماز کا رکن ہے اور یہ رکن نماز کی تمام ماہیت نہیں ہے بلکہ نماز کا ایک جز ہے الحاصل رکن شی کی تمام ماہیت ہو یا اس کا ایک جز ہو بہر صورت شی کا وجود اسکے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا ہے۔

قیاس کا رکن وہ وصف جامع اور وصف مشترک ہے جسکو نص یعنی اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو اور وہ وصف ان اوصاف میں سے ہو جن پر نص مشتمل ہو یعنی جس وصف کو علامت قرار دیا گیا ہے اس وصف پر نص کا مشتمل ہونا ضروری ہے یہ اشتمال خواہ صراحتاً ہو خواہ اشارۃً ہو صراحتاً مشتمل ہونے کی مثال آنحضور ﷺ کا قول اللہ ربیست بنحسۃ لانہا من الطوافین والطوافات علیکم (ابوداؤد، طحاوی) ہے کیونکہ اس نص کا حکم یہ ہے کہ بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے اور اس ناپاک نہ ہونے کی علت طواف (چکر لگانا) ہے اور یہ نص اس علت پر صراحتاً مشتمل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوافین فرمایا ہے اور اشارۃً مشتمل ہونے کی مثال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لا تتبعوا الطعام الا کیلابکیل۔ (مسلم ثانی) ہے کیونکہ اس نص کا حکم یہ ہے کہ طعام کو طعام کے عوض مساویا بیچنا جائز ہے لیکن متفاضلاً اور منسیئۃً بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور اسکی علت قدر مع الجنس ہے یعنی قدر اور جنس میں دونوں عوضوں کا متحد ہونا تفاضل اور ربا کے حرام ہونے کی علت ہے لیکن یہ نص اس علت پر صراحتاً مشتمل نہیں ہے بلکہ اشارۃً مشتمل ہے اسطور پر کہ کیا بکیل قدر کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور طعام کا مقابلہ طعام کے ساتھ جنس کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ الحاصل قیاس کا رکن وہ وصف ہے جس کو حکم نص پر علامت قرار دیا گیا ہو اور نص اس وصف پر صراحتاً یا

اشارہ مشتمل ہو دراصل قیاس کے چار رکن ہیں

(۱) اصل (مقیس علیہ) (۲) فرع (مقیس) (۳) حکم (۴) وہ وصف جسکو اصل

کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہے مگر چونکہ قیاس کا بنیادی رکن یہ ہی وصف ہے اسی پر قیاس کا دار و مدار ہے اور اسی کی وجہ سے اصل کا حکم فرع کی طرف متعدی ہوتا ہے اسلئے خادم نے اسی کو رکن قرار دیا ہے اور باقی تین کا ذکر نہیں کیا ہے یہ بھی خیال رہے کہ وہ وصف جو قیاس کا رکن ہے اور اس پر قیاس کا دار و مدار ہے اس کو علت جامعہ اور علت مشترکہ بھی کہا جاتا ہے لیکن خادم نے اس کو علامت کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا ہے تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ احکام شرع کی علتیں احکام کو پہچاننے کی محض علامت ہوتی ہیں مثبت احکام نہیں ہوتیں، مثبت احکام تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ وہ وصف جسکو حکم نص پر علامت قرار دیا گیا ہے اس کیلئے دو باتیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ وہ صالح ہو یعنی وہ وصف اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اسکی طرف حکم مضاف اور منسوب ہو سکے دوم یہ کہ معذل ہو یعنی اس وصف کی عدالت ثابت ہو عدالت سے مراد تاثیر ہے مطلب یہ ہے کہ وہ وصف مؤثر ہو ان دونوں باتوں کو اسلئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وصف شاہد کے مرتبہ میں ہے یعنی دعویٰ میں جو حیثیت شاہد کی ہوتی ہے قیاس میں وہی حیثیت وصف کی ہوتی ہے پس جس طرح شاہد کیلئے صالح (عقل بالغ مسلمان اور آزاد) ہونا ضروری ہے اور وصف عدالت یعنی دیانت کا ثابت ہونا ضروری ہے اسی طرح وصف مذکور کیلئے صلاحیت اور عدالت کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ البتہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی بات یعنی وصف کا صالح ہونا عمل کے جواز کیلئے شرط ہے اور دوسری بات یعنی وصف کا معذل ہونا وجوب عمل کیلئے شرط ہے یعنی وصف مذکور میں اگر صلاحیت اور اہلیت ظاہر ہوگئی اور عدالت ظاہر نہیں ہوئی تو اس قیاس پر عمل کرنا جائز ہوگا واجب نہ ہوگا اور اگر صلاحیت کے ساتھ عدالت بھی ظاہر ہوگئی تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا جیسے گواہ میں اگر صلاحیت اور اہلیت ظاہر ہو جائے اور عدالت ظاہر نہ ہو تو اس گواہی پر عمل کرنا جائز ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا یعنی اس گواہ کی گواہی پر اگر قاضی فیصلہ کر دے تو بھی ٹھیک

ہے اگر فیصلہ نہ کرے تو بھی ٹھیک ہے لیکن اگر صلاحیت کے ساتھ عدالت بھی ظاہر ہوگئی تو اس کو ایسی پر عمل کرنا واجب ہوگا یعنی قاضی پر فیصلہ دینا واجب ہوگا نہ کورہ دونوں باتوں میں پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ وصف کے صالح ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ وصف حکم کے موافق اور مناسب ہو اس طور پر کہ حکم کو اس وصف کی طرف مضاف کرنا صحیح ہو وہ وصف اس حکم سے آبی اور منکر نہ ہو مثلاً میاں بیوی دونوں کافر ہوں اور پھر ان میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا ہو تو ان دونوں کے درمیان فرقت واقع ہو جاتی ہے مگر اس فرقت کا سبب کیا ہے اس بارے میں اختلاف ہے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس فرقت کا سبب احد الزوجین کا اسلام ہے اور یہ فرقت اسلام کی طرف مضاف و منسوب ہے احناف نے کہا کہ اس فرقت کا سبب اسلام نہیں ہے بلکہ آخر کا اسلام قبول کرنے سے اباؤ اور انکار کرنا ہے اب آپ غور کریں کہ فرقت کو اباؤ عن الاسلام کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے یا احد الزوجین کے اسلام کی طرف منسوب کرنا صحیح ہے ہم نے دیکھا کہ اسلام حقوق کا محافظ ہے قاطع حقوق نہیں ہے لہذا اسلام اس حکم یعنی فرقت سے آبی اور منکر ہوگا اور اس حکم کو اباؤ عن الاسلام کی طرف منسوب کرنا مناسب اور صحیح ہوگا۔ الحاصل وصف کے صالح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف حکم کے مناسب اور موافق ہو یعنی حکم کو اس وصف کی طرف مضاف کرنا مناسب اور صحیح ہو اور وہ وصف اس حکم سے آبی نہ ہو۔ دوسری بات کی تفصیل یہ ہے کہ اس وصف کے معذیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وصف کی عدالت یعنی تاثیر ثابت ہو پھر اس تاثیر کی چار قسمیں ہیں اور احناف کی نزدیک چاروں مقبول ہیں۔

(۱) اس وصف کے عین کا اثر اس حکم کے عین میں ظاہر ہو یعنی بعینہ وہ وصف جو نص میں مذکور ہے نص کے عین حکم میں مؤثر ہو جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہرہ کے ناپاک نہ ہونے کی علت، طواف (چکر لگانا) قرار دیا ہے پس عین طواف عین حکم نص یعنی سورہ ہرہ کی عدم نجاست میں مؤثر اور علت ہے تاثیر کی اس نوع پر سب متفق ہیں حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تاثیر اسی نوع میں منحصر ہے اسکے علاوہ دیگر انواع

تاثیر ان کے نزدیک معتبر نہیں ہیں۔

(۲) اس وصف کے عین کا اثر حکم کی جنس میں ظاہر ہو یعنی عین وصف جنس حکم کیلئے علت ہو جیسے صغر، ولایت مال میں شوائع اور احناف دونوں کے نزدیک علت ہے یعنی صغیر کے مال میں تصرف کی ولایت بالا جماع صغیر کے ولی کو حاصل ہے اور اس ولایت کی علت صغیر کا صغر ہے پس ولایت مال چونکہ ولایت نکاح کی ہم جنس ہے اس لئے احناف نے ولایت نکاح میں بھی صغر کو علت قرار دیا ہے

(۳) وصف کی جنس کا اثر اس حکم کے عین میں ظاہر ہو یعنی جنس وصف کو عین حکم کیلئے علت قرار دیا گیا ہو جیسے جنون کا اسقاط صلاۃ کیلئے علت ہونا نص سے ثابت ہے اور جنون، اغناء کا ہم جنس ہے لہذا جب جنون کا نماز ساقط کرنے کی علت ہونا ثابت ہے تو اسکے ہم جنس یعنی اغناء کو بھی اسقاط صلاۃ کی علت قرار دینا درست ہوگا

(۴) جنس وصف کا اثر اس حکم کی جنس میں ظاہر ہو یعنی جنس وصف کو جنس حکم کیلئے علت قرار دیا گیا ہو جیسے مشقت سفر کا دو رکعت کے لئے سقوط کی علت ہونا نص سے ثابت ہے اور مشقت، حیض کے ہم جنس ہے اور دو رکعت کا سقوط پوری نماز کے سقوط کی ہم جنس ہے لہذا اجماع کا اعتبار کرتے ہوئے حیض کو پوری نماز کے سقوط کی علت قرار دینا درست ہوگا۔

قیاس کے حکم کا بیان

پانچویں چیز قیاس کا حکم ہے حکم سے وہ اثر مراد ہے جو قیاس پر مرتب ہوتا ہے قیاس کا حکم تعدیہ ہے یعنی وہ حکم جو نص سے ثابت ہے اسکا مثل اس فرع میں ثابت ہو جائے جس میں نص یا اجماع کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو قیاس سے بڑھ کر ہو کیونکہ صحت قیاس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ فرع کے سلسلہ میں قیاس سے قوی اور فائق کوئی دلیل نہ ہو خادم نے تعدیہ کی تشریح کرتے ہوئے مثل کا لفظ اس لئے زائد کیا ہے کہ فرع کے اندر اصل کا عین حکم ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ شی جب اپنے محل سے متعدی ہو جاتی ہے تو اسکا پہلا محل فارغ اور خالی ہو جاتا ہے پس اگر عین حکم کا تعدیہ تسلیم کر لیا جائے تو

تعدیہ کے بعد نص کو اس حکم سے خالی اور فارغ ہونا چاہئے تھا حالانکہ تعدیہ کے بعد بھی نص کا حکم اسی طرح باقی رہتا ہے جیسا کہ تعدیہ سے پہلے تھا۔ اور جب ایسا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ فرع کی طرف عین حکم متعدی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مثل متعدی ہوتا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

جمیل احمد سکروڈوی

استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۴ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ



مقالہ نمبر ۲

علم حدیث

میں

امام ابو حنیفہؒ کا مقام و مرتبہ

از

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی جلالتِ قدر و عظمتِ شان کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ تابعیت کے عظیم دینی اور روحانی شرف کے حامل ہیں امام ابو حنیفہؒ کی یہ ایسی فضیلت ہے جس نے انہیں اپنے معاصر۔۔۔ فقہاءِ محدثین میں اسنادِ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مہتمی مکی لکھتے ہیں۔

”إنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بهاسنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يشك ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام، والحمادي بالبصرة، والثوري بالكوفة و مالك بالمدينة المشرفة، والليث بن سعد بمصر“ (۱)

امام ابو حنیفہ نے اپنی پیدائش سن ۸۰ء کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے جو کوفہ میں تھے اس لیے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں، اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین و فقہاء جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ، امام حماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک، اور بصرہ میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہیں ہو سکا۔

حافظ الدین امام ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت کو بطریقِ دائل کے ساتھ بیان کیا ہے ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے!

أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفى فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها، وقد أورد

(۱) الخيرات الحسان فصل سادس ص: ۲۱، از علامہ ابن حجر مہتمی مکی۔

ابن سعد بسند لا بأس به أن أبا حنيفة رأى أسأ و كان غير هديس في الصحابة بعده من البلاد احياء۔

وقد جمع بعضهم جزأفهما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو اسنادها من ضعف والمعتمد على ادراكه ماتقدم وعلى رويته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد في الطبقات، فهو بهذا الاعتار من ضقه التابعين اه (۱)

امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے کیونکہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے کیونکہ ان کی وفات بالاتفاق ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالک موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے اور ابن سعد نے اسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، نیز ان دنوں اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں بقید حیات تھے اور بعض علماء نے امام ابو حنیفہ کی محلبہ سے روایت کردہ احادیث کو ایک خاص جلد میں جمع کیا ہے لیکن ان کی سندیں ضعف سے خالی نہیں ہیں، امام ابو حنیفہ کا صحابہ کے زمانے کو پانے کے متعلق قابل اعتماد بات وہی ہے جو گزر چکی ہے اور بعض صحابہ کو دیکھنے کے بارے میں قابل اعتماد بات وہ ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہذا اس اعتبار سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں الخ۔

علامہ بیہقی کی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ امام دارقطنی، حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابن عبد البر، امام خطیب بغدادی، ابن الجوزی، امام سمعانی، حافظ عبد الغنی مقدسی، سبط ابن الجوزی، حافظ زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی ابن الوزیر یمانی، وغیرہ ائمہ حدیث نے بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تابعیت کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

طلب حدیث کے لیے اسفار

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ و کلام کے علاوہ بطور خاص حدیث پاک کی تعلیم و تحصیل کی تھی اور اس کے لئے حضرات محدثین کی روش کے مطابق اسفار بھی کئے چنانچہ امام ذہبی جو رجال علم و فن کے احوال و کوائف کی معلومات میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں اپنی مشہور اور انتہائی مفید تصنیف ”سیر اعلام النبلاء“ میں امام صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: **وعسی يطلب الآثار وارتحل فی ذالک (۱)** ”امام صاحب نے طلب حدیث کی جانب خصوصی توجہ کی اور اس کے لئے اسفار کئے۔ مزید یہ بھی لکھتے ہیں:-

ان الامام اباحیفة طلب الحديث واكثر منه سنة مئة وبعدها (۲)
امام ابو حنیفہؒ نے حدیث کی تحصیل کی بالخصوص ۱۰۰ سال اور اس کے بعد کے زمانہ میں اس اخذ و طلب میں بہت زیادہ سعی کی۔

امام ذہبی کے بیان ”وارتحل فی ذالک“ کی قدر رے تفصیل صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ نے اپنی مشہور جامع کتاب ”مناقب الامام الاعظم میں ذکر کی ہے۔ وہ لکھتے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کوئی نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال، سال مہر سے قریب قیام رہتا تھا۔“ (۳)

اس زمانے میں سفر حج ہی افادہ و استفادہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا کیونکہ بلاد اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے ارباب فضل و کمال حرمین شریفین میں آکر جمع ہوتے تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ امام ابو الحسن مرغینانی نے بالسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے۔ اور یہ تاریخ اسلام میں کوئی عجیب بات نہیں کہ اسے مبالغہ آمیز تصور کیا جائے کیونکہ متعدد شخصیتوں کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں جن کی حج کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے چنانچہ امام ابن ماجہؒ کے شیخ علی بن منذر نے اٹھاون حج کئے تھے اور ان میں اکثر پاپیادہ ہی تھے، (۱) محدث سعید بن سلیمان ابو عثمان واسطی نے

(۱) سیر اعلام النبلاء ۳۹۲/۶ (۲) سیر اعلام النبلاء ۳۹۶/۶ (۳) مناقب الامام الاعظم ۵۹۱ =

ساتھ حج کئے تھے (۲) اور حافظ عبد القادر قرشی نے جواہر المصنوعہ فی صفات انھم فیہ میں امام سفیان بن عیینہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے ستر حج کئے تھے۔

علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ تک جسکی مدت چھ سال کی ہوتی ہے آپ کا مستقل قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا (۳)

ظاہر ہے کہ اس دور کے طریقہ رائج کے مطابق دوران حج اور اس چھ سالہ مستقل قیام کے زمانہ میں آپ نے شیعہ حرمین شریفین اور وادین و صدرین اصحاب حدیث سے خوب خوب استفادہ کیا سوگا طلب علم کے اسی والہانہ اشتیاق اور بے پناہ شغف کا ثمرہ ہے کہ آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی (۴)۔ پھر ان چار ہزار اساتذہ سے آپ نے کس قدر احادیث حاصل کیں اس کا کچھ اندازہ مشہور امام حدیث حافظ مسعر بن کدام کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے جسے امام ذہبی نے ”مناقب امام ابی حنیفہ و صاحبہ“ میں نقل کیا ہے۔

علم حدیث میں مہارت و امامت

امام مسعر بن کدام جو اکابر حفاظ حدیث میں ہیں امام صاحب کی جلالت شان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

طلبت مع ابی حنیفہ الحدیث فغلبننا، و احدا فی الرہد فبرع علیا و طلبنا معہ الفقہ فجاء ماترون حوالہ تلخیص (۵)

”میں نے امام ابو حنیفہ کی رفاقت میں حدیث کی تحصیل کی تو وہ

ہم پر غالب رہے اور زہد و پرہیزگاری میں مصروف ہوئے تو اس میں بھی وہ

فائق رہے اور فقہان کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہو کہ اس فن میں کمالات

کے کیسے جوہر دکھائے۔“

(۱) سنن ابن ماجہ باب صید الکلب = (۲) مناقب امام احمد از ابن الجوزی ص ۳۸۷ = (۳) متوال الجمان از مورخ کبیر و محدث امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی ص ۳۱۲ (۴) متوال الجمان میں امام صالحی نے الباب الرابع فی ذکر بعض شیوخ کے تحت ۲۴ صفحات میں شیوخ امام اعظم کے اسامی ذکر کئے ہیں۔ (۵) مناقب ذہبی ص ۲۷

یہ مسعر بن کدام وہ بزرگ ہیں جنکے حفظ و اتقان کی بناء امام شعبہ انہیں مصحف کہا کرتے تھے (۱) اور حافظ ابو محمد رامبرمزی نے اصول حدیث کی اولین جامع تصنیف الحمد للفاضل میں لکھا ہے کہ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ ”ادھسا الی المیزان مسعر“ ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو فن حدیث کے میزان علم ہیں، ذرا غور تو فرمائیے کہ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری دونوں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں پھر ان دونوں بزرگ کی میزان جس ذات کے بارے میں یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم پر فوقیت رکھتی ہے اس شخصیت کا فن حدیث میں پایہ کیا ہوگا۔

مشہور امام تاریخ و حدیث حافظ ابوسعید سمعانی کتاب الانساب میں امام صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

اشتعل طلب العلم و مانع فیه حتی حصل له مالہ یحصل لعیبرہ (۲)۔

”امام ابو حنیفہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے

ساتھ ہوئے کہ جس قدر علم انہیں حاصل ہوا دوسروں کو نہ ہو سکا“

غالباً امام صاحبؒ کے اسی کمال علمی کے اعتراف کے طور پر امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کے استاذ حدیث شیخ الاسلام حافظ ابو عبد الرحمن مقرئ جب امام صاحب سے کوئی حدیث روایت کرتے تو اس الفاظ کے ساتھ روایت کرتے تھے اخبرنا شاہنشاہ ہمیں علم حدیث کے شہنشاہ نے خبر دی۔ یہ حافظ ابو عبد الرحمن مقرئ امام ابو حنیفہ کے خاص شاگرد ہیں اور امام صاحب سے نو سو ۹۰۰ حدیثیں سنی ہیں جیسا کہ علامہ کردی مناقب الامام الاعظم (ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد) میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن یزید المقرئ (ابو عبد الرحمن) سمع من الإمام تسع مائة حدیث (

اسی بات کا اعتراف محدث عظیم حافظ یزید بن ہارون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

کان ابو حنیفۃ نقیاً نقیاً، تغیاراً تغیاراً، صدوق اللسان، حفظ اہل زمانہ (۳)۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ۱۸۸ = (۲) کتاب الانساب طبع لندن ورق ۱۹۶ = (۳) انباء ابی حنیفہ اسحاق بن حمیری ص ۳۶ =

امام ابو حنیفہ پاکیزہ سیرت، متقی، پرہیزگار، صداقت شعار اور اپنے زمانہ میں بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔

امام ابو حنیفہؒ کے علوم و قرآن و حدیث میں امتیازی تبحر اور وسعت معلومات کا اعتراف امام الجرح والتعديل یحییٰ بن سعید القطان نے ان وقیع الفاظ میں کیا ہے۔ اِنَّہ وَاللّٰہُ لَاَعْلَمُ ہٰذِہٖ اِلَا مَہٗ بِمَاحِیَآءِ عَنِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۱)

”بخدا ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہو رہے

اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔“

امام بخاریؒ کے ایک اور استاذ حدیث امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں۔

کان أبو حنیفۃ زاہداً، عالماً، راغباً فی الآخرۃ صدوق اللسان أحفظ اہل

زمانہ (۲)

”امام ابو حنیفہ، پرہیزگار، عالم، آخرت کے راغب، بڑے راست باز

اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔“

امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں کثرت معلومات کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحب نے حدیث پاک میں اپنی اولین تالیف کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے۔ چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد کی محدث کبیر امام الائمہ بکر بن محمد زرنجری متوفی ۵۱۲ھ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

وانتخب ابو حنیفۃ رحمہ اللہ الآثار من اربعین الف حدیث۔ (۳)

”امام ابو حنیفہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔“

پھر اسی کے ساتھ امام حافظ ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری متوفی ۲۹۸ھ کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے جسے انہوں نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں خود امام اعظم سے یہ سند نقل کیا ہے کہ:

(۱) مقدمہ کتاب التعلیم از مسعود بن شیبہ سندھی بحوالہ ابن ماجہ اور منہ حدیث ص ۱۱۶ از محقق کبیر علامہ

محمد عبدالرشید نعمانی (۲) مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی (۳) مناقب الامام الاعظم ۹۵۱

عندی صادق الحدیث ما أخرجت منهما إلا اليسير الذي ينتفع به۔ (۱)

”میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان

میں سے تموزی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اٹھائیں۔“

اب خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان صندوقوں کی تعداد کیا تھی اور ان میں احادیث کا کس قدر ذخیرہ محفوظ تھا۔ لیکن اس سے اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ والغفران کثیر الحدیث ہیں اور یار لوگوں نے جو یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حدیث کے باب میں امام صاحب تہی دامن تھے اور انہیں صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں یہ ایک بے بنیاد الزام ہے علمی دنیا میں قطعاً غیر معروف اور اوپر ا ہے۔ جو بازاری افسانوں سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

ضروری تنبیہ

اس موقع پر یہ علمی نکتہ پیش نظر رہے کہ یہ چالیس ہزار متون حدیث کا ذکر نہیں بلکہ اسانید کا ذکر ہے پھر اس تعداد میں صحابہ و اکابر تابعین کے آثار و اقوال بھی داخل ہیں کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث و اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔

امام صاحب کے زمانہ میں احادیث کے طرق و اسانید کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی بعد کو امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے زمانہ میں سندوں کی یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی کیونکہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس تلامذہ سے بیان کیا تو اب محدثین کی اصطلاح کے مطابق یہ دس سندیں شمار ہونگی اگر اب کتاب الآثار اور مؤطا امام مالک کی احادیث کی تخریج دیگر کتب حدیث کی احادیث سے کریں تو ایک ایک متن کی دسیوں دسیوں سندیں مل جائیں۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بسند متصل سحی بن نصر صاحب کی زبانی نقل کیا ہے کہ

رحمت علیہ اے حبیبة فی ست مملوء کتباً فقلت: ما ہدہ؟

قال هذه أحاديث كلها وما حدثت به إلا بسير الـدى يتبع به (۱)
 ”میں امام ابو حنیفہ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا جو کتابوں سے
 بھر ا ہوا تھا۔ میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا یہ سب کتابیں
 حدیث کی ہیں اور میں نے ان سے تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے
 نفع اٹھایا جائے۔“

مشہور محدث ابو مقاتل حفص بن مسلم امام ابو حنیفہ کی فقہ و حدیث میں امامت کا
 اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وكان أبو حنيفة إمام الدنيا في زمانه فقهًا وعلمًا وورعًا قال: وكان
 أبو حنيفة محنة يعرف به أهل البدع من الجماعة وقد صرب بالسباط على
 الدخول في الدنيا لهم فابى (۲)

امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں فقہ و حدیث اور پرہیزگاری میں امام الدنیا تھے
 ۔ ان کی ذات آزمائش تھی جس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت میں فرق و امتیاز
 ہوتا تھا انہیں کوڑوں سے مارا گیا تاکہ وہ دنیا داروں کے ساتھ دنیا میں داخل ہو جائیں
 (کوڑوں کی ضرب برداشت کر لی) مگر دخول دنیا کو قبول نہیں کیا۔

حفص بن مسلم کے قول ”وكان أبو حنيفة محنة يعرف به أهل البدع من الجماعة“
 (امام ابو حنیفہ آزمائش تھے ان کے ذریعہ اہل سنت اور اہل بدعت میں تمیز
 ہوتی تھی) کی وضاحت امام عبدالعزیز ابن ابی رواد کے اس قول سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں:
 أبو حنيفة المحنة من أحب أبا حنيفة فهو سبي ومن أبغض فهو مبتدع (۳)

”امام ابو حنیفہ آزمائش میں ہیں جو امام صاحب سے محبت رکھتا ہے وہ سنی
 ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔“

مؤرخ کبیر شیخ محمد بن یوسف صاکی اپنی معتبر، مقبول اور جامع کتاب عقود الجمان

(۱) الانتقاء لحافظ عبدالر ص ۳۱۹ مصبوعہ دفتر انتشار الاسلام: مبد بیروت ۱۴۱۷ھ

(۲) احبار اسی حبیفہ و اصحابہ ار امام صمیری ص ۷۹ (۳) احبار اسی حبیفہ و اصحابہ ار امام
 صمیری ص ۷۹

فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان۔ میں امام صاحب کی عظیم محدثانہ حیثیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اعلم رحمک اللہ أن الإمام أبا حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ من کبار حفاظ الحديث وقد تقدم انه اخذ عن أربعة آلاف شیخ من التابعین وغيرهم وذكره الحافظ الفاقد ابو عبد اللہ الذہبی فی کتابہ الممتع طبقات الحفاظ من المحدثین منهم ولقد اصاب وأجاد، ولولا کثرة اعتنائه بالحديث ماتہیالہ استنباط مسائل الفقه فانه أول من استنبطه من الأدلة ۱۵۱ (۱)

”معلوم ہونا چاہئے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کبار حفاظ حدیث میں سے ہیں اور اگلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام صاحب چار ہزار شیوخ تابعین وغیرہ سے تحصیل علم کیا ہے اور حافظ ناقد امام ذہبی نے اپنی مفید ترین کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حفاظ محدثین میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا ہے (جو امام صاحب کے حافظ حدیث ہونے کی بڑی پختہ دلیل ہے) ان کا یہ انتخاب بہت خوب اور نہایت درست ہے اگر امام صاحب تکثیر حدیث کا مکمل اہتمام نہ کرتے تو مسائل فقہیہ کے استنباط کی استعداد ان میں نہ ہوتی جبکہ دلائل سے مسائل کا استنباط سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا ہے۔“

علم حدیث میں امام صاحب کے اسی بلند مقام و مرتبہ کی بناء پر اکابر محدثین اور ائمہ حفاظ کی جماعت میں عام طور پر امام اعظم کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے:- چنانچہ امام المحمّد ثین ابو عبد اللہ الحاکم اپنی مفید و مشہور کتاب ”معرفۃ علوم الحدیث“ کی انچاسویں ۳۹ نوع کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذا النوع من هذه العلوم معرفة الائمة الثقات المشهورين من التابعين وأتباعهم ممن يجمع حديثهم للمحفظ والذاكرة والترك وذكرهم من

الشرق الى الغرب ۔

”علوم حدیث کی یہ نوع مشرق و مغرب کے تابعین اور اتباع تابعین میں سے مشہور ائمہ ثقات کی معرفت اور ان کے ذکر میں ہے جن کی بیان کردہ احادیث حفظ و مذاکرہ اور تہرک کی غرض سے جمع کی جاتی ہیں۔“

پھر اس نوع کے تحت بلاد اسلامیہ کے گیارہ علمی مراکز مدینہ، مکہ، مصر، شام، یمن، یمامہ، کوفہ، جزیرہ، بصرہ، واسط، خراسان کے مشاہیر ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے

۱۔ محدثین مدینہ میں سے امام محمد بن مسلم زہری، محمد بن المنکدر قرشی، ربیعہ بن ابی عبد الرحمن الرائی، امام مالک بن انس، عبد اللہ بن دینار، عبید اللہ بن عمر بن حفص عمری، عمر بن عبد العزیز، سلمہ بن دینار، جعفر بن محمد الصادق وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ محدثین مکہ میں سے ابراہیم بن میسرہ، اسماعیل بن امیہ، مجاہد بن جبر، عمرو بن دینار، عبد الملک بن جریج، فضیل بن عیاض وغیرہ کے اسماء ذکر کئے ہیں۔

۳۔ محدثین مصر میں سے عمرو بن الحارث، یزید بن ابی حبیب، عیاش بن عباس القتبانی، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر، حیوۃ بن شریح الجیمی، رزق بن حکیم الایلی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۔ محدثین شام میں سے عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی، شعیب بن ابی حمزہ الحمصی، رجاء بن حیوۃ الکندی، امام مکحول (الفقیہ) وغیرہ کے اسماء بیان کئے گئے ہیں۔

۵۔ اہل یمن میں سے ہمام بن مدبہ، طاؤس بن کیسان، ضحاک بن فیروز ویلمی، شریل بن کلیب صنعانی وغیرہ کے نام لئے ہیں۔

۶۔ محدثین یمامہ میں سے یحییٰ بن ابی کثیر، ابو کثیر یزید بن عبد الرحمن الجیمی، عبد اللہ بن بدر یمانی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۷۔ محدثین کوفہ میں سے عامر بن شراحیل الشعفی، ابراہیم نخعی، ابواسحاق السبعی، عون بن عبد اللہ، موسیٰ بن ابی عائشہ البہدانی سعید بن مسروق الثوری، الحکم بن عتیہ الکندی، حماد بن ابی سلیمان (شیخ امام ابو حنیفہ) منصور بن المعتمر السلمی، زکریا بن ابی زائدہ البہدانی،

معمر بن کدام البہالی، امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت التیمی، سفیان بن سعید الثوری، الحسن بن صالح بن حی، حمزہ بن حبیب الزیات، زفر بن ابہذیل (تلمیذ امام ابوحنیفہ) وغیرہ کا نام لیا ہے۔

۸۔ محدثین جزیرہ میں سے میمون بن مہران، کثیر بن مرة حضرمی، ثور بن یزید ابو خالد الرجبی، زہیر بن معاویہ، خالد بن معدان العابد وغیرہ کے اسماء ذکر کئے ہیں

۹۔ اہل بصرہ کے محدثین میں سے ایوب بن ابی تیمیہ السخثانی معاویہ بن قرۃ مرنی، عبد اللہ بن عون، داؤد بن ابی بند شعبہ بن الحجاج (امام الجرح والتعدیل) ہشام بن حسان، قتادہ بن دعامة سدوسی، راشد بن کحج حمائی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے

۱۰۔ اہل واسطہ میں سے یحییٰ بن دینار رمانی، ابو خالد یزید بن عبد الرحمن والانی، عوام بن حوشب وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

۱۱۔ محدثین خراسان میں عبد الرحمن بن مسلم، عتیبہ بن مسلم، ابراہیم بن ادہم الزاہد، محمد بن زیاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے (۱)

اس نوع میں امام حاکم نے پانچ سو سے زائد ان ثقات ائمہ حدیث کو ذکر کیا ہے جن کی مرویات محدثین کی اہمیت کی حامل ہیں اور انہیں جمع کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور ان ائمہ حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر ہے کیا اس کے بعد بھی امام صاحب کے حافظ حدیث بلکہ کبار حفاظ حدیث میں ہونے کے بارے میں کسی تردد کی گنجائش رہ جاتی ہے اسی طرح امام ذہبی جو بقول حافظ ابن حجر عسقلانی نقدر جال میں استقر اتمام کے مالک تھے۔ اپنی اہم ترین و مفید ترین تصنیف سیر اعلام النبلاء میں امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے قول ”العلم يدور على ثلاثة مالک، واللیث وابن عیینہ“

(علم حدیث تین بزرگوں امام مالک، امام لیث بن سعد اور امام سفیان بن عیینہ پر دائر ہے) کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

قلت بل وعلى سبعة معهم، وهم الاوراعى، الثورى، و أبو حنيفة، وشعبة،

والحمادان (۱)

میں کہتا ہوں کہ ان تینوں مذکورہ ائمہ حدیث کے ساتھ مزید سات بزرگوں یعنی امام اوزاعی، امام ثوری، امام معمر امام ابو حنیفہ، امام شعبہ امام حماد اور امام حماد بن زید پر علم دائر ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں امام ذہبی ان اکابر ائمہ حدیث کے زمرہ میں جن پر علوم حدیث دائر ہے امام ابو حنیفہ کو بھی شمار کر رہے ہیں امام صاحب کے کبار محدثین کے صف میں ہونے کی یہ گنتی بڑی اور معتبر شہادت ہے اس کا اندازہ اہل علم کر سکتے ہیں۔

نیز اسی سیر اعلام النبلاء، میں مشہور امام حدیث یحییٰ بن آدم کے تذکرہ میں محمود بن غیلان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

”سمعت أبا أسامة يقول كان عمر في زمانه رأس الناس وهو جامع

وكان بعده ابن عباس في زمانه وبعده الشعبي في زمانه وكان بعده سفیان الثوری و كان بعد الثوری يحيى بن آدم“

محمود بن غیلان کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد میں علم واجتہاد کے اعتبار سے لوگوں کے سردار تھے اور وہ جامع فضائل تھے۔ اور ان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں، اور ان کے بعد امام شعبی اپنے زمانہ میں اور امام شعبی کے بعد سفیان ثوری اپنے زمانہ میں اور ان کے بعد یحییٰ بن آدم اپنے زمانے میں علم واجتہاد کے امام تھے۔

اس قول کو نقل کرنے کے بعد اس بارے میں اپنی رائے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قلت: قد كان يحيى بن آدم من كبار أئمة الاجتهاد، وقد كان عمر كما

قال في زمانه ثم كان علي، وابن مسعود، ومعاذ، وأبو الدرداء، ثم كان بعدهم في زمانه زيد بن ثابت، وعائشة، وأبو موسى، وأبو هريرة، ثم كان ابن عباس وابن عمر، ثم علقمة، ومسروق، وأبو إدريس، وابن المسيب، ثم عروة، والشعبي، وإبراهيم، وأبو حنيفة، ومجاهد، وسفيان، وعنه ثم الثوري وعمر بن

عبدالعرر، و قتادة و أيوب ثم الأعمش و ابن عوف و ابن جريح و عبيد الله بن عمر ثم الأوراعي و سفیان الثوري، و معمرو و ابو حنيفة و شعبه ثم مالك و الليث و حماد بن زيد و ابن عيينة ثم ابن المبارك و يحيى القطان و وكيع و عبدالرحمن و ابن وهب، ثم يحيى بن آدم و عفان و الشافعي و طائفة ثم أحمد و إسحاق ابو عبيد و علي المديني و ابن معين ثم ابو محمد الدارمي و محمد بن اسماعيل البخاري و آخرون من ائمة العلم و الاجتهاد۔ (۱)

میں کہتا ہو یقیناً یہی بن آدم کبار ائمہ اجتہاد میں سے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلاشبہ اپنے زمانہ میں علم و اجتہاد میں سر تاج مسلمین تھے پھر ان کے بعد حضرت علی، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل ابو درداء رضی اللہ عنہم کا مرتبہ ہے، ان حضرات کے بعد زید بن ثابت عائشہ صدیقہ ابو موسیٰ اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا علم و اجتہاد میں مرتبہ تھا، ان حضرات کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا مقام تھا پھر ان حضرات صحابہ کے بعد علقمہ، مسروق، ابو ادریس خولانی اور سعید بن المسیب کا درجہ تھا پھر عروہ بن زبیر، امام شعبی، حسن بصری، ابراہیم نخعی، مجاہد، طاؤس وغیرہ تھے پھر ابن شہاب زہری، عمر بن عبد العزیز، قتادہ، ایوب سختیانی کا مرتبہ تھا پھر امام اعظم، ابن عون، ابن جریج، عبید اللہ بن عمر کا درجہ تھا پھر امام اوزاعی، سفیان ثوری، معمر، امام ابو حنیفہ اور شعبہ بن حجاج کا مقام و مرتبہ تھا پھر امام مالک، لیث بن سعد، حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ تھے، پھر عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع بن جراح، عبد الرحمن بن مہدی، عبد اللہ بن وہب تھے پھر یحییٰ بن آدم، عفان بن مسلم، امام شافعی وغیرہ تھے پھر امام احمد بن حنبل اسحاق بن راہویہ، ابو عبید، علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین تھے پھر ابو محمد دارمی، امام بخاری اور دیگر ائمہ علم و اجتہاد اپنے زمانہ میں تھے۔

اس موقع پر بھی امام ذہبی نے اکابر ائمہ حدیث کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا ہے جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں ان اکابر کے ہم پایہ ہیں۔

یہ اکابر محدثین یعنی امام مسعر بن کدام، امام ابوسعید سمعانی، حافظ حدیث یزید بن ہارون، استاد امام بخاری مکی بن ابراہیم ابومقاتل، امام عبدالعزیز بن رداد، مؤرخ کبیر المحمّد بن محمد بن یوسف صاکی، امام المحمّد بن ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری امام ذہبی وغیرہ بیک زبان شہادت دے رہے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اپنے عہد کے حفاظ حدیث میں امتیازی شان کے مالک تھے ان اکابر متقدمین و متأخرین علمائے حدیث کے علاوہ امام ابن تیمیہ، ان کے مشہور تلمیذ ابن القیم وغیرہ حفاظ حدیث بھی امام صاحب و کثیر الحدیث ہی نہیں بلکہ اکابر حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔

اس موقع پر بغرض اختصار انہیں مذکورہ ائمہ حدیث وفقہ کی نقول پر اکتفا کیا گیا ہے امام اعظمؒ کی مدح و توصیف کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ امام حافظ عبدالبر اندلسی مالکی اپنی انتہائی وقیع کتاب ”الانتقاء فی فصائل الائمة الثلاثة الفقهاء“ میں سرسکھ اکابر محدثین وفقہاء کے اسماء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکل هؤلاء ائسوا علیہ ومدحہ بالفاظ مختلفة (۱)

ان سارے بزرگوں نے مختلف الفاظ میں امام ابو حنیفہؒ کی مدح و ثنا کی ہے امام صاحب کے بارے میں تاریخ اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں کے اقوال کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس صحیح حدیث کی روشنی میں دیکھئے خادم رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ:

مرّوا بجنّازة فأتوا علیہا خیر أفعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم! وحتّٰ

فقال عمر ما وحتّٰ؟ فقال هذا أنتم علیہ خیرا، فوحتّٰ له الحمة أنتم شهداء اللہ فی الأرض (متفق علیہ) (۲)

حضرات صحابہ کا ایک جنازہ کے پاس سے گزر ہوا تو ان حضرات نے اس کی خوبیوں کی تعریف کی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے خیر و بھلائی کو بیان کیا لہذا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی تم زمین

میں اللہ کے گواہ ہو۔

اس حدیث پاک کے مطابق یہ اعیان علماء اسلام یعنی محدثین فقہاء، عباد و زہاد اور اصحابِ امانت و دیانت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی عظمت شان اور دینی امامت کے بارے میں شہداء اللہ فی الارض ہیں اور اللہ کے ان گواہوں کے شہادت کے بعد مزید کسی شہادت کی حاجت نہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر اک کا نصیب یہ بخت رسا کہاں

امام صاحب کی عدالت و ثقاہت

سید الفقہاء، سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علم و فضل اور امامت و شہرت کے جس بلند و بالا مقام پر ہیں، ان کی عظمت شان بذات خود انہیں ائمہ جرح و تعدیل کی انفرادی تعدیل و توثیق سے بے نیاز کر دیتی ہے
چنانچہ امام تاج الدین سبکی اصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب ”جمع الجوامع“ کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ونعتقد أن أباحنيفة ومالكا، والشافعي، وأحمد، والسفيانين، والأوزاعي، وإسحاق بن راهويه، وداود الظاهري، وابن جرير وسائر أئمة المسلمين على هدى من الله في العقائد وغيرها ولا التفات إلى من تكلم فيهم بما هم بريئون منه فقد كانوا من العلوم الدنيوية والمواهب الإلهية والاستباط الدقيقة والمعارف العزيرة والدين والورع والعبادة والرهادة والجلالة بالمحل لا بسامي - (۱)

ہمارا اعتقاد ہے کہ ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری، ابن جریر طبری اور سارے ائمہ مسلمین عقائد

واعمال میں منجانب اللہ ہدایت پر تھے اور ان ائمہ دین پر ایسی باتوں کی حرف گیری کرنے والے جن سے یہ بزرگان دین بری تھے مطلقاً لائق التفات نہیں ہیں کیونکہ یہ حضرات علوم لدنی، خدائی عطا یا، باریک استنباط، معارف کی کثرت، اور دین و پرہیز گاری، عبادت و زہد نیز بزرگی کے اس مقام پر تھے جہاں پہنچا نہیں جاسکتا ہے۔

نیز شیخ الاسلام ابواسحاق شیرازی شافعی اپنی کتاب الملصع فی اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں۔

وجملته أن الراوی لا یخلو إماماً ان یکون معلوم العدالة أو معلوم الفسق أو مجهول الحال، فإن کانت عدالته معلومة كالصحابة رضی اللہ عنہم أو أفاضل التابعین كالحمس وعطاء والشعمی و النخعی أو أجلاء الأئمة کمالک، وسفیان، وأبی حنیفة، والشافعی، وأحمد، وإسحاق، ومن یجری معراجهم وحب قبول خیره ولم یحب البحث عن عدالته۔ (۱)

”جرح و تعدیل کے باب میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی کی یا تو عدالت معلوم و مشہور ہوگی یا اس کا فاسق ہونا معلوم ہوگا، یا وہ مجہول الحال ہوگا (یعنی اس کی عدالت یا فسق معلوم نہیں) تو اگر اس کی عدالت معلوم ہے جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا افاضل تابعین جیسے حسن بصری، عطاء بن رباح، عامر شعسی، ابراہیم نخعی یا جیسے بزرگ ترین ائمہ دین جیسے امام مالک، امام سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور جو ان کے ہم درجہ ہیں تو ان کی خبر ضرور قبول کی جائے گی اور ان کی عدالت و توثیق کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی۔“

یہی بات اپنے الفاظ میں حافظ ابن صلاح نے اصول حدیث پر اپنی مشہور و معروف کتاب علوم الحدیث میں تحریر کی ہے۔ لکھتے ہیں

فمن اشتهرت عدالته یس۔ أهل القل من أهل العلم وشاع كالثناء علیه

(۱) الملصع فی اصول الفقہ ص ۳۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی انجلی بمصر ۱۳۵۸ھ

بالثقة والأمانة استغنى فيه بدالك عن بينة شاهد بعدالته تصبصاً (۱)
 ”علمائے اہل نقل میں جس کی عدالت مشہور ہو اور ثقاہت و امانت
 میں جس کی تعریف عام ہو اس شہرت کی بناء پر اس کے بارے میں صراحۃً
 انفرادی تعدیل کی حاجت نہیں ہے۔“

حافظ شمس الدین سخاوی ”الحواهر الدر فی ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر“
 میں رقم طراز ہیں:-

وسئل ابن حجر مما ذكره النسائي في ”الضعفاء والمتروكين عن أبي
 حنيفة رضي الله عنه ليس بقوى في الحديث وهو كثير العلط والخطاء على قلة
 روايته هل هو صحيح؟ وهل وافقه على هذا أحد من أئمة المحدثين أم لا؟
 فأجاب: النسائي من أئمة الحديث والذي قاله إنما هو حسب ما طهر
 له وأداه إليه اجتهاده، وليس كل أحد يؤخذ بجميع قوله، وقد وافق النسائي
 على مطلق القول في جماعة من المحدثين، واستوعب الخطيب في ترجمته
 من تاريخه أقاويلهم وفيها ما قبل وما يرد وقد اعتذر عن الإمام بأنه كان يرى
 أنه لا يحدث إلا بما حفظه منذ سمعه إلى أن أداه، فلهذا قلت الرواية عنه
 وصارت روايته قليلة بالنسبة لذلك، وإلا فهو في نفس الأمر كثير الرواية -
 وفي الجملة: ترك الخوص في مثل هذا أولى فإن الإمام وأمثاله ممن
 قفروا لقطرة فما صار يؤثر في أحد منهم قول أحد بل هم في الدرجة التي
 رفعهم الله تعالى إليها من كونهم متبوعين يقتدى بهم فليعتمد هذا والله ولي
 التوفيق (۲)

”شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے دریافت کیا گیا کہ امام نسائی
 نے اپنی کتاب ”الضعفاء والمتروكين“ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے متعلق

(۱) علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن صلاح ص ۱۱۵

(۲) بحوالہ الحدیث الشریف فی اختلاف الأئمہ رضی اللہ عنہم ص ۱۱۶، ۱۱۷ از محقق علامہ محمد عوامہ

جو یہ لکھا ہے کہ ”انہ لیس بالقوی فی الحدیث وهو کثیر العلط والخطاء علی فہمہ روايتہ“ (کیا یہ درست ہے اور ائمہ محدثین میں کسی نے اس قول میں انکی موافقت کی ہے؟) تو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جواب دیا۔ نسائی ائمہ حدیث میں ہیں انہوں نے امام اعظمؒ کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ اپنے علم و اجتہاد کے مطابق کہی ہے۔ اور ہر شخص کی ہر بات لائق قبول نہیں ہوتی، محدثین کی جماعت میں سے کچھ لوگوں نے اس بات میں نسائی کی موافقت کی ہے اور امام خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام اعظمؒ کے تذکرے میں ان لوگوں کے اقوال کو جمع کر دیا ہے جن میں لائق قبول اور قابل رد دونوں طرح کے اقوال ہیں، امام اعظمؒ کی قلت روایت کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ روایت حدیث کے سلسلے میں چونکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ اسی حدیث کا نقل کرنا درست ہے جو سننے کے وقت سے بیان کرنے کے وقت تک یاد ہو باب روایت میں اسی کڑی شرط کی بناء پر ان سے منقول روایتیں کم ہو گئیں ورنہ وہ فی نفسہ کثیر الروایت ہیں۔“

”بہر حال (امام اعظمؒ کے متعلق) اس طرح کی باتوں میں نہ پڑنا ہی بہتر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ اور ان جیسے ائمہ دین ان لوگوں میں ہیں جو اس پل کو پار کر چکے ہیں (یعنی باب جرح میں ہماری بحث و تحقیق سے بالاتر ہیں) لہذا ان میں کسی کی جرح مؤثر نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو امامت و مقتداۃ کی جو رفعت و بلندی عطا کی وہ اپنے اسی مقام بلند پر قائم ہیں۔ ان ائمہ حدیث کے متعلق اسی تحقیق پر اعتماد کرو اللہ تعالیٰ ہی توفیق کے مالک ہیں۔“

ان اکابر علماء حدیث و فقہ کی مذکورہ بالا تصریحات اور حدیث و فقہ کے اس مسلمہ اصول کے پیش نظر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق و تعدیل سے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کے انفرادی اقوال پیش کئے جائیں پھر بھی بغرض

فائدہ مزید امام اعظمؒ کی توثیق و تعدیل سے متعلق ذیل میں کچھ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال درج کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان أبو حنیفة ثقة لا یحدث بالحديث إلا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ۔ (۱)
 ”محمد بن سعد عوفی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے وہ اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جو انہیں محفوظ ہوتی تھی اور جو حدیث یاد نہ ہوتی بیان نہیں کرتے تھے۔“

۲۔ وقال صالح بن محمد الأسدی الحافظ سمعت یحییٰ بن معین یقول کان أبو حنیفة ثقة فی الحديث۔ (۲)
 ”حافظ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔“

۳۔ وقال علی بن المدینی أبو حنیفة روى عنه الثوری، وابن المبارک وحماد بن زید و ہشیم و وکیع بن الجراح و عباد بن العوام و جعفر بن عون و هو ثقة لا بأس به۔ (۳)

امام بخاری کے استاذ کبیر علی بن المدینی کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ سے سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن عوام اور جعفر بن عون روایت کرتے ہیں اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی خرابی نہیں تھی۔

۴۔ قال محمد بن اسماعیل سمعت شبابة بن سوار کان شعبۃ حسنة الراى فی أبی حنیفة۔ (۴)

(۱) تہذیب الکمال لزحاحط مری ۳۴۰/۷ مطبوعہ موسسة الرسالة ۱۴۱۸ھ۔ (۲) ایضاً۔

(۳) جامع بیان العلم وفضله ۱۰۸۳/۲۱ الزحاحط ابن عبد البر مطبوعہ دار الحوزة طبعہ ثا

۱۴۱۸ھ (۴) الانتقاء فی مسائل الائمة الثلاثة للفقهاء ص ۱۹۶ الزحاحط ابن عبد البر مطبوعہ

دار النشر الاسلامیہ بیروت لطبعة الاولى ۱۴۱۷ھ۔

شبابہ بن سوار کا بیان ہے کہ امام شعبہ بن الحجاج امام ابو حنیفہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

۵۔ قال عبد اللہ بن أحمد بن ابراہیم الدورقی قال مثل یحییٰ بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفۃ فقال: ثقۃ ما سمعت احداً یضعف هذا شعبۃ بن الحجاج یشکک الیہ ان یحدث ویامرہ وشعبۃ شعبہ (۱)

”عبداللہ دورقی کہتے ہیں یحییٰ بن معین سے امام ابو حنیفہ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا وہ ثقہ ہیں میں نے کسی سے اس کی تضعیف نہیں سنی، یہ امام شعبہ ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کو مکتوب لکھا کہ آپ حدیث روایت کیجئے یعنی امام شعبہ نے انہیں حدیث کی روایت کا حکم دیا اور جرح و تعدیل کے فن میں شعبہ کا جو مقام ہے وہ سب کو معلوم ہے“

اس موقع پر بغرض اختصار ائمہ جرح و تعدیل میں سے امام یحییٰ بن معین، امام علی بن المدینی اور امام شعبہ بن الحجاج کے اقوال پر اکتفاء کیا جا رہا ہے ورنہ ”بقول امام ابن عبدالبر الذہبی رووا عن ابی حنیفۃ وثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذہبی نکلموا فیہ“

یعنی امام ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت کرنے اور ان کی توثیق و تعریف کرنے والوں کی تعداد ان پر کلام کرنے والوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔

پھر ان مذکورہ ائمہ کا فن جرح و تعدیل میں جو مقام و مرتبہ ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ ان میں سے صرف ایک کی تعدیل کسی کی عدالت کے ثبوت کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ اور فن جرح و تعدیل

سراج الامت، سید الفقہاء نہ صرف ایک عادل و ضابطہ حافظ حدیث تھے بلکہ ائمہ محدثین کی اس صف میں شامل تھے جو علوم حدیث اور رجال حدیث میں مہارت، نیز ذکاوت و فراست اور عدالت و ثقاہت میں اس معیار پر تھے جن کے فیصلوں پر راویان

حدیث کے مقبول و غیر مقبول ہونے کا مدار ہے۔

چنانچہ الامام الناقد الحافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ طبقات
المحدثین کے فن میں اپنی جامع و نافع ترین کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ کے سرورق پر رقم طراز ہیں۔
هذه تذكرة اسماء معلى حملة العلم النبوى ومن وير جمع الى
اجتهادهم فى التوثيق والتضعيف والتصحيح والتعريف۔ (۱)

”یہ مستقیم السیرت حاملین حدیث اور رجال کی توثیق و تضعیف نیز
حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جن کے اجتہاد و رائے کی جانب رجوع کیا جاتا
ہے کے اسماء کا تذکرہ ہے۔“

اور تذکرہ میں امام ذہبی پانچویں طبقہ کے حفاظ حدیث میں امام صاحب کا بھی ذکر کیا
ہے (۲) جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ذہبی نے (جن کے بارے میں حافظ ابن حجر کا
فیصلہ ہے کہ نقد رجال میں استقرء تام کے مالک ہیں) کے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ
کا شمار ان ائمہ حدیث میں ہے جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی
جاتی ہے۔

پھر یہی امام ذہبی اپنے رسالہ ”ذکر من يعتمد قوله فى الجرح والتعديل“
میں لکھتے ہیں۔

فاول من زكى وجرح عند انقراض عصر الصحابة

۱۔ الشعبى، ۲۔ وابن سيرين ونحوهما حفظ عنهم توثيق أناس وتضعيف
آخرين۔ وسبب قلة الضعفاء قلة متبوعهم من الضعفاء إذاكثر المتبوعين
صحابة عدول واكثرهم من غير الصحابة بل عامتهم ثقات صادقون يعون
ما يرون وهم كبار التابعين..... ثم كان فى المائة الثانية فى ادائها جماعة من
الضعفاء من ارساط التابعين وصغارهم..... فلما كان عند انقراض عامة
التابعين فى حدود الخمسين ومائة تكلم طائفة من الجهابذة فى التوثيق
والتضعيف ۳۔ فقال ابو حنيفة ما رايت أكذب من جابر الجعفى الخ۔ (۱)

”عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے خاتمہ کے بعد اولین جرح و تعدیل کرنے

(۱) تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بلا تارخ (۲) ایضاً ۱۶۸

والوں میں امام شافعی اور امام ابن سیرین ہیں ان دونوں بزرگوں سے کچھ لوگوں کی توثیق اور کچھ دوسرے لوگوں کی جرح محفوظ ہے۔ اس عہد میں ضعفاء کی کمی کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ کے متبوعین میں حضرات صحابہ ہیں جو سب کے سب عادل ہی ہیں اور غیر صحابہ میں کبار تابعین ہیں جو عام طور پر ثقہ صادق اور اپنی مرویات کو محفوظ رکھنے والے تھے پھر دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اوساط و مغاربا تابعین میں ضعفاء کی ایک جماعت ہے۔ پھر جب ۱۵۰ھ کے حدود میں اکثر اور عام تابعین ختم ہو گئے تو ناقدین رجال کی ایک جماعت نے توثیق و تضعیف کے باب میں کلام کیا چنانچہ امام ابو حنیفہ نے جابر جہلی پر جرح کرتے ہوئے فرمایا ملائمت اکذب من جابر الجعفی، جابر جہلی سے بڑا جھوٹا میں نے نہیں دیکھا۔

جابر جہلی کے بارے میں امام صاحب کی اس جرح کی بنیاد پر عام طور پر ائمہ رجال نے یہی فیصلہ صادر کیا ہے کہ جابر جہلی کی روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ امام ترمذی کی کتاب العلل میں امام صاحب کے حوالہ سے جابر جہلی پر جرح نقل کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غیلان، حدثنا ابو یحییٰ الحماني قال سمعت ابا حنیفہ یقول: ما رأیت أحداً أكذب من جابر الجعفی ولا أفضل من عطاء۔ (۲)
”امام ترمذی ناقل ہیں کہ مجھ سے محمود بن غیلان نے اور انہوں نے اپنے شیخ ابو یحییٰ حماني سے نقل کیا کہ میں نے ابو حنیفہ سے کہتے ہوئے سنا کہ جابر جہلی سے بڑا جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل میں نے نہیں دیکھا۔“

جرح و تعدیل کے باب میں امام صاحب کے اس قول کی امام ترمذی کے علاوہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حافظ ابن عدی نے ”الکامل فی الضعفاء“ میں اور حافظ

(۱) اربع رسائل فی علوم الحدیث ص ۱۷۲-۱۷۵ مطبوعہ دارالانشاء الاسلامیہ الطبعہ السادسة ۱۴۱۶ھ تحقیق علامہ محدث عبدالفتاح ابو غلہ۔ (۲) جامع ترمذی ۳۳۳/۲ طبع مصر ۱۲۹۲ھ حوالہ ابن منہ اور عنہ حدیث از محقق علامہ عبدالرشید نعمانی ص ۲۲۹، تنہید التنہید ۴۸۰۲ (۲) ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۹ مطبوعہ دہلی ۱۸۱۵

ابن عبد البر نے ”جامع بیان العلم وفضلہ“ میں نقل کیا ہے۔

امام بیہقی کتاب القراءات خلف الامام میں لکھتے ہیں۔

”ولو لم یکن فی جرح الجعفی الا قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لکفادہ شرافاہ راہ وجرہ وسمع منہ ما یوجب تکذیبہ فاخبرہ۔“ (۱)

”جابر جعفی کی جرح میں اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ ہی کا قول ہوتا تو بھی اس کے مجروح ہونے کیلئے یہ کافی تھا کیونکہ امام صاحب نے اسے دیکھا اور اس کا تجربہ کیا تھا اور اس سے ایسی باتیں سنی تھیں جس سے اسکی تکذیب ضروری تھی لہذا انہوں نے اسکی خبر دی“ اور امام ابو محمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم اپنی مشہور کتاب ”المحلی فی شرح المجلی“ میں لکھتے ہیں۔

جابر الجعفی کذاب واول من شہد علیہ بالکذب ابو حنیفۃ (۲)
جابر جعفی کذاب ہے اور سب سے پہلے جس نے اسکے کاذب ہونے کی شہادت دی وہ امام ابو حنیفہ ہیں۔

ان نقول سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جرح و تعدیل کے باب میں امام بخاری امام علی بن المدینی استاذ امام بخاری امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمن بن مہدی، امام شعبہ وغیرہ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کی طرح امام ابو حنیفہ کے اقوال سے بھی ائمہ حدیث احتجاج و استدلال کرتے ہیں کتب رجال مثلاً تہذیب الکمال از امام مزی، تہذیب المتہذیب از امام ذہبی، تہذیب المتہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ میں جرح و تعدیل سے متعلق امام صاحب کے دیگر اقوال بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس مختصر مقالہ میں ان سب اقوال کے نقل کی گنجائش نہیں کسی دوسرے موقع پر انشاء اللہ اس اختصار کی تفصیل بھی پیش کر دی جائے گی۔ یار زندہ صحبت باقی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی

سید المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ واتباعہ أجمعین

مقالہ نمبر ۳

مسئلہ تقلید

(قرآن و حدیث اور اقوال علمائے سلف کی روشنی میں)

(از)

جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دارالعلوم دیوبند



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا وجوب اور اس کی ضرورت

اس امر سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ دین و شریعت کی حفاظت انتہائی ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ دین کی حفاظت کے بغیر انسان نہ تو دین پر چل سکتا ہے اور نہ ہی ان کامیابیوں کو حاصل کر سکتا ہے جن کی طرف دین لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں بار بار دین اور امور دین کی حفاظت کی تاکید و تلقین آئی ہے۔ دین کے وہ معاملات جن کا صراحت اور وضاحت کے ساتھ کتاب و سنت میں حکم آیا ہے ان کو واجب بالذات کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض وہ واجبات ہوتے ہیں کہ کتاب و سنت سے واجب قرار دے ہوئے اعمال پر عمل کرنا ان کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ چونکہ وہ واجب کی ادائیگی کا مقدمہ اور ذریعہ بنتے ہیں اور یہ شرعی ضابطہ ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور یہ ضابطہ معلوم شریف کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

عن عقیقۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصى (رواہ مسلم) (۱)

ترجمہ :- عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو

شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہے۔

ف۔ ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ نہیں ہے، مگر چونکہ بوقت ضرورت ایک واجب یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک کرنے پر وعید فرمائی جو اس کے واجب ہونے کی علامت ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ واجب کا مقدمہ

بھی واجب ہوتا ہے۔ شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً قرآن کریم اور احادیث شریفہ کو جمع کر کے لکھنے کی کتاب وسنت میں کہیں بھی تاکید نہیں آئی ہے۔ لیکن ان کے محفوظ رکھنے ضائع ہونے سے بچانے کی زبردست تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہے کتابت کے بغیر ان کا محفوظ رہنا عادتاً ممکن نہیں، اس لیے قرآن وحدیث کی کتابت کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس کے واجب اور ضروری ہونے پر پوری امت کا دلالت اجماع ہے اس قسم کے واجب کو واجب بالغیر کہتے ہیں۔

تقلید شخصی کا واجب ہونا بھی اسی قبیل سے کیونکہ دین کی حفاظت جو ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے وہ خیر القرون کے بعد تقلید شخصی کے بغیر ممکن نہیں ہے تقلید نہ کرنے سے دین کے بے شمار امور بلکہ پورے دین میں زبردست خلل واقع ہوتا ہے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھئے کہ مسائل فرعیہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا ثبوت ایسی آیات کریمہ یا احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہوتا ہے جن میں بظاہر نہ تو کوئی تعارض ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کئی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں بلکہ مسائل پر ان کی دلالت قطعی اور حتمی ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں اس طرح کے مسائل میں کسی بھی مجتہد کیلئے اجتہاد کرنا جائز نہیں کیونکہ اجتہاد کی شرائط میں سے ہے کہ وہ حکم صراحۃً ثابت نہ ہو۔ اور جب ان مسائل میں اجتہاد نہیں تو ان مسائل میں کسی کی تقلید بھی نہیں ہے۔

دوسری قسم ان مسائل کی ہے۔ جن کا ثبوت وضاحت کے ساتھ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ملتا۔ یا اگر ثبوت پایا جاتا ہے تو وہ آیت اور حدیث اور بھی معانی اور وجوہ کا احتمال رکھتی ہے۔ یا کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہے۔ ایسے مسائل کو مسائل اجتہادیہ کہتے ہیں اور ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے اندر اجتہاد کی قوت نہیں رکھتا۔ اگر ان مسائل میں رائے زنی کرنے لگے تو نفسانی خواہشات کے پھندوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے بعض افراد کو ایسی قوت استنباط واجتہاد عطا کی جائے جس کے ذریعے وہ نصوص کتاب وسنت میں غور و فکر کر کے مسائل غیر منصوصہ کے احکام حاصل کر کے عام

امت کے سامنے پیش کر دے تاکہ ان کیلئے دین پر عمل کا راستہ بے خطر اور آسان ہو جائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے وہ حضرات جو ہمہ وقت دربار نبوی کے حاضر باش تھے۔ انہیں اس قوت اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا کافی و شافی جواب تھی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اس لئے وہ ہر بات حضور ﷺ سے براہ راست معلوم کر سکتے تھے، مگر وہ حضرات جو اس دور مبارک میں دربار نبوی سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا وہ حضرات جو بعد میں پیدا ہوئے وہ اس قوت اجتہاد کے حد درجہ محتاج تھے کیونکہ ان کے دین کی حفاظت ہی اس قسم کے مسائل اجتہادیہ میں اسی اجتہاد کے ذریعہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے خدائے رحیم و کریم نے بے شمار صحابہ کرام تابعین عظام، تبع تابعین اور بعد والوں کو (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس دولت اجتہاد سے سرفراز فرمایا۔ جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے صاف لفظوں میں نعمت اجتہاد کی تائید و تحسین اور اس پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔

عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء؟ قال اقصى بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب الله قال فبسنه رسول الله ﷺ قال فان لم تجد في سنة رسول الله ولا في كتاب الله قال اجتهد برائي ولا آلو فصر ب رسول الله ﷺ صدره فقال الحمد لله الذي وفق رسول الله صلى الله عليه وسلم لما يرصني رسول الله (۱)

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا جب کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے عرض کیا

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟
 عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر
 کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں میں نہ ملے تو؟ عرض کیا اس وقت اپنی رائے
 سے فیصلہ کروں گا اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر
 آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ
 اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

الغرض! دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی حضرات مجتہدین نے مسائل شرعیہ غیر
 منصوصہ میں اجتہاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور جو حضرات رتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچ سکتے تھے
 انہوں نے یہ یقین کر کے کہ یہ حضرات مجتہدین علم و تقویٰ فہم و فراست دین و دیانت
 اور توفیق الہی سے سرفراز ہونے میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور انہوں نے بذریعہ
 اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ درحقیقت یا تو رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جو
 بغرض اختصار موقوف کر دی گئی ہیں۔ یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص کتاب و سنت سے
 لیے گئے ہیں اس لیے وہ بہر حال قابل اتباع ہیں۔ اس بنا پر عمل کرنا شروع کر دیا۔
 حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے۔

و يستدل باقوال الصحابة والتابعين علماً منهم انها احاديث منقولة عن
 رسول الله صلى الله عليه وسلم احتصروها فحفظوها موقوفة الى ان قال او ان
 يكون استنباطاً منهم من المصوص او اجتهداً منهم بأرائه وهم احسن
 صنيعاً في كل ذلك ممن يحثي بعدهم واكثر اصابة واقدم رماً واوعى علماً
 فتعين العمل بها (۱)

ترجمہ:- اور (تابعین) صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال سے استدلال کیا
 کرتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو احادیث ہیں جو منقول ہیں رسول
 اللہ ﷺ سے جن کو مختصر کر کے موقوف بنالیا ہے یا یہ اقوال

حکم

منصوص سے حضرات صحابہ و تابعین کے استنباط ہیں یا ان کی راہوں سے بطور اجتہاد لیے گئے ہیں اور حضرات صحابہ کرام اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کے بعد میں ہوئے۔ صحت تک پہنچنے میں اور زمانے کے اعتبار پر بیشتر اور علم کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں اس لیے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے

اپنے اسلاف پر اعتماد کرنا اور ان کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ رکھنا وہ دولت ہے جس کے صدقہ میں آج دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے اسی بات کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید میں بیان فرمایا ہے۔

ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة
فالتابعون اعتمادوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمادوا على التابعين
وهكذا في كل طبقة اعتمادوا العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن
دالك لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان
ياخذ كل طبقة عن قبلها بالا اتصال (۱)

ترجمہ :- معرفت شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح بعد والے علماء اپنے متقدمین پر اعتبار کرتے آئے۔ اور عقل سلیم بھی اس کو اچھا سمجھتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہو سکتی اور نقل اسی وقت صحیح ہوگی جب بعد والے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتے چلے آئیں۔

خطیب بغدادی نے "المقیہ والمتفقہ" میں اجتہاد اور تقلید کی ان ضروریات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

والاحکام على صريين عقلي و شرعي - فالعقلي فلا يجوز فيه التقليد
كمعرفة الصانع وصناعاته ومعرفة الرسول ﷺ وصدقته وغير ذلك من الاحكام

وحكى عن عبيد الله الحسن العنبري انه قال يحوز التقليد في اصول الدين وهذا حظاء لقول الله تعالى اتبعوا ما أنزل اليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه اولياء قليلاً ما تدكرون (الاعراف) قال الله تعالى وادقيل لهم اتبعوا ما ابرل الله قالوا بل تتبع ما الفينا عليه آثنا ولو كان آثانهم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون (الفره) واما الاحكام فصرنا احدهما ما يعلم بالضرورة من دين الرسول ﷺ كالصلوات الخمس والزكاة وصوم شهر رمضان والحج وتحريم الربا وشرب الحمر وما اشبه ذلك فهذا لا يحوز التقليد فيه لان الناس كلهم يشتركون في ادراكه والعلم به فلا معنى للتقليد فيه - وصرح لا يعلم إلا بالضرورة والاستدلال كفروع العبادات والمعاملات والمساكحات وغير ذلك من الاحكام فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون (الحل) وامامنا يسوغ له التقليد فهو العاقل الذي لا يعرف طرف احكام شريعته فيحوز له ان يقلد عالماً ويعمل بقوله قال الله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون (واهل الذكر اهل العلم كما قال عمر بن قيس) وعن ابن عباس ان رجلاً اصابه جرح في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحتلم فامر بالاغتسال فمات فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال قتلوا قتلهم الله ان شفاء العي السؤال الخ -

ولانه ليس من اهل الاجتهاد فكان فرضه التقليد كتقليد الاعمي فانه لما لم يكن معه آلة الاجتهاد في القبلة كان عليه تقليد الصغير فيها (۱)

ترجمہ :- احکام کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی اور شرعی۔

عقلی احکام میں تقلید جائز نہیں ہے جیسے صانع عالم اور اس کی صفات کی معرفت اس طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے سچے ہونے کی معرفت وغیرہ نبید اللہ حسن عنبری سے منقول ہے کہ وہ اصول دین میں بھی تقلید کو جائز کہتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے تمہارے رب کی جانب سے جو وحی آئی اسی پر عمل کرو اس کے

علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو کس قدر کم تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کی اتباع کرو تو وہ لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس چیز کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ و دادا کو پایا ہے چاہے ان کے باپ و دادا بے عقل اور بے ہدایت ہوں۔ دوسری قسم احکام شرعیہ، اور ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دین کے وہ احکام جو وضاحت و صراحت کے ساتھ معلوم ہوں۔ جیسے روزہ نماز حج زکوٰۃ اسی طرح زنا اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ تو ان میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے جاننے میں سارے لوگ برابر ہیں اس لیے ان میں تقلید کا کوئی معنی نہیں۔

(۲) دین کے وہ احکام جن کو نظر و استدلال کے بغیر نہیں جانا جاسکتا جیسے عبادات معاملات۔ نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل تو ان میں تقلید کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے قول **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون** کی دلیل سے۔ اور وہ لوگ جن کو تقلید کرنی ہے وہ حضرات ہیں جن کو احکام شرعیہ کے استنباط کے طریقے معلوم نہیں ہیں۔ تو ان کے لیے کسی عالم کی تقلید اور اس کے قول پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **امل علم سے معلوم کرو اگر تم کو معلوم نہیں ہے**

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضور مصطفیٰ کے دور مبارک میں زخمی ہو گئے پھر انہیں غسل کی حاجت ہو گئی لوگوں نے انہیں غسل کرنے کا حکم دے دیدیا جس کی وجہ سے ان کی موت ہو گئی۔ اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے ان لوگوں نے تو اس بچارے کو قتل کر دیا۔ عاجز رہ جانے والے کی کامیابی سوال کر لینے ہی میں ہے۔

دوسری اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ شخص اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس پر تقلید ہی فرض ہے۔ جیسے اندھا جب اس کے پاس ذریعہ علم نہیں ہے تو قبلہ کے سلسلہ میں اس کو کسی دیکھنے والے کی بات ماننی ہوگی۔

تقلید کی حقیقت

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام شریعت کی جڑ ہی گزشتہ بڑوں پر اعتماد و اعتبار ہے تو اب تقلید کا معنی سمجھنا آسان ہو گیا کہ کسی آدمی کا کسی رہنمائے دین کے قول و فعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کر کے عمل کر لینا اور اپنے تسلیم و عمل کو اس بزرگ کی دلیل معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا۔

مولانا قاضی محمد اعلیٰ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا للحقية من غير بطر الى الدليل كان هذا المتبع جعل قول العير او فعله فلابد في عقبه من غير مطالعة دليل (۱)

ترجمہ: تقلید انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس کے قول یا فعل میں

اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کیے بغیر گویا اس متبع نے نیر کے قول یا فعل کو بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے اپنی گردن کا ہار بنا لیا۔

نامی شرح حسامی کے اندر سے التقليد اتباع العير على انه محقق بلا بطر في الدليل۔

ترجمہ: تقلید غیر کی اتباع کرنا اس کے برحق ہونے کے گمان پر بلا کسی دلیل کے مطالبہ کے۔

دونوں تعریفوں کا حاصل یہی ہے کہ مجتہد کے قول و فعل کو معلوم کر کے محض حسن ظن اور عقیدت کی بنا پر تسلیم اور عمل کرے اور تسلیم و عمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے۔ اور نہ اس سے دلیل طلب کرے خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہو جائے جو مجتہد کے پیش نظر تھی یا اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اس مسئلہ کے بہت سے دلائل معلوم ہو جائیں تو یہ معلوم ہو جانا تقلید کے خلاف نہیں ہے تقلید کے مفہوم میں عمل کرتے وقت اور تسلیم کرتے وقت دلیل کا مطالبہ نہ کرنا داخل ہے لیکن دلیل نہ ہونا یا دلیل کا علم نہ ہونا یہ مفہوم تقلید میں داخل نہیں ہے لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لوازم جہالت میں ہے صحیح نہیں ہے۔

تقلید شخصی اور غیر شخصی کی تعریف

تقلید کی تعریف کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں (۱) تقلید شخصی (۲) اور تقلید غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک متعین مذہب کی تقلید کرنا جس کی نسبت کسی ایک امام کی طرف ہو۔

تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ ایک متعین مذہب کی تمام مسائل میں پابندی نہ کرنا بلکہ کوئی مسئلہ کسی مجتہد کا لینا اور کوئی مسئلہ کسی اور مجتہد کا لینا۔

تقلید غیر شخصی کا دور

جناب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں مسائل دینیہ حاصل کرنے کے تین طریقے تھے ایک تو خود جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی دوسرا طریقہ اجتہاد۔ تیسرا تقلید جو لوگ حضور ﷺ کے قریب تھے یا ان کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ آسان تھا تو وہ حضور ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔ لیکن جن لوگوں کی حضور ﷺ سے ملاقات یا رابطہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تو وہ حضرات اگر اپنے اندر خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے تو اجتہاد کر لیتے تھے اور اگر صلاحیت اجتہاد نہ ہوتی یا اجتہاد نہ کرنا چاہتے تو جو معتبر عالم مل جاتا اس سے تحقیق کر لیتے اور عمل پیرا ہو جاتے تھے۔ ... حضور ﷺ کے وصال کے بعد اب دین حاصل کرنے کے دو ہی طریقے رہ گئے ایک اجتہاد دوسرا تقلید خدائے کریم کے اس امت پر خصوصی فضل و کرم کی وجہ سے امت میں بے شمار مجتہدین پیدا ہوئے۔ مگر ابتداء میں کسی مجتہد کے اصول و قواعد منضبط اور مرتب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے مسائل اجتہاد یہ فرعیہ منضبط اور مدون ہوئے تھے اس لئے کسی خاص مجتہد کے تمام مسائل اجتہاد یہ کی اطلاع حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا آسان نہ تھا۔ اس وجہ سے جس کو جو مجتہد مل جاتا اس سے اپنی ضرورت کا مسئلہ دریافت کر کے اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کر لیتا۔ کسی خاص مجتہد کی پابندی نہ تھی اور لوگوں کے طبائع میں دین اور تقویٰ

کے غلبہ کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی اور نہ ہی اس وقت یہ ممکن تھا یہ سلسلہ دوسری صدی کے اخیر تک بلا کسی نکیر کے جاری رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں۔

لا ان الناس لم يزالوا من زمن الصحابة الى ان طهرت المذاهب الاربعة
يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير من احد يعتر اكاره ولو كان ذلك
باطلاً لا نكره (۱)

ترجمہ :- اس لیے کہ لوگ زمانہ صحابہ کرامؓ سے مذاہب اربعہ کے ظاہر
ہونے تک جو علماء انہیں مل جاتے تھے ان کی تقلید کر لیا کرتے تھے اس پر کسی معتبر آدمی
نے انکار بھی نہیں کیا اگر یہ غلط ہوتا تو لوگ ضرور اس پر نکیر کرتے۔

تقلید شخصی کا رواج

دوسری صدی ہجری میں مجتہدین کرام کے اصول و فروع کی تدوین اور ترتیب کا
سلسلہ شروع ہوا۔ مجتہدین کرام کے قابلِ قدر شاگردوں نے اپنے اساتذہ کرام کے
مذاہب کی بقا اور ان کی ترویج و اشاعت کی کوشش کرنی شروع کیں تو دوسری صدی کے
بعد اکثر لوگوں میں مذہب معین کی تقلید کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر اس وقت چونکہ مجتہدین
حضرات کے مذاہب کے مدون اور مرتب مجموعے ہر جگہ موجود نہ تھے اور نہ ہر شخص کو
بآسانی فراہم ہو سکتے تھے۔ اس لیے یہ مجموعے جن حضرات کی دسترس سے باہر تھے وہ
اب بھی حسبِ دستور تقلید غیر شخصی پر ہی عامل تھے۔ اور جو حضرات تقلید شخصی پر عمل کرنے
لگے تھے وہ بھی ان چار مذاہب تک محدود نہ تھے۔ بلکہ ان چار کے علاوہ بہت سے
مجتہدین کے مذاہب اور ان کے ماننے والے پائے جاتے تھے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی
کی ملی جلی مگر تقلید شخصی کے غلبہ کی یہ کیفیت چوتھی صدی ہجری تک جاری رہی۔ حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الانصاف میں فرماتے ہیں۔

وبعد الماتین ظہر فہم التمثیل للمجتہدین باعیانہم وقل من کان لا یعتمد علی مذهب مجتہد بعینہ وکان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان۔ (الا انصاف ص ۵۲)

ترجمہ :- دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کے مذہب پر چلنے کا رواج ظاہر ہوا۔ کسی غیر متعین مذہب پر نہ چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہو گئی اور اس زمانے میں یہی واجب تھا۔

مذہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار

مگر چوتھی صدی ہجری میں جب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی کتابیں مرتب اور مدون ہو کر اطراف عالم میں پھیل گئیں اور ان مذاہب پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔ اور ان چاروں حضرات کے علاوہ دیگر مجتہدین کرام کے مذاہب کے آثار جو چوتھی صدی ہجری سے قبل کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے رفتہ رفتہ مفقود ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان چاروں حضرات کے مذاہب کے سوا اہل حق کا کوئی اور مذہب باقی نہ رہ گیا اور اب کسی نئے اجتہاد کی ضرورت بھی نہ تھی تو مشیت الہی سے انہیں چاروں مذاہب کے اندر تقلید شخصی کا انحصار ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحب ”عقد الجید“ میں فرماتے ہیں۔

”لما اندرست المذاهب الحق لا هذه کل اتباعها اتباعاً لسواد الاعظم“ (عقد الجید ص ۳۳)

ترجمہ :- جب ان چاروں کے علاوہ دیگر مذاہب حق ناپید ہو گئے تو اب ان کی اتباع ہی سواد اعظم کی اتباع ہے۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں فرماتے ہیں۔

وقف التقليد فی الدیار والامصار عند هؤلاء الاربعة ودرس المقلدون لماسواہم وسد الناس باب الخلاف وطرقہ ولما کثرت تشعب الاصطلاحات فی العلوم ولما عاق عن الاصول الی رتبة الاجتهاد ولما حشی من اسناد الی غیر اہلہ من لا یوثق بدينہ ولا رأیہ فصرحوا بالعجز والا عوا زورد الناس الی تقلید هؤلاء کل من احتض من المقلدین وحضروا ان يتداول تقلید ہم لما فیہ من

التلاعب ولم يبق الا نقل مذاهبهم وعمل كل مقلد بمذهب من قلده منهم بعد تصحيح الاصول واتصال سندها بالرواية لا محصول اليوم للفقہ غیر ہذا ومدعی الاجتهاد لهذا العہد مردود علی عقبہ ومہجور تقلیدہ وقد صار اہل الاسلام علی تقلید جوہ لاء الاربعۃ۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۳۸)

ترجمہ :- دیار و اصہار میں انہیں ائمہ کرام پر تقلید آ کر ٹھہرائی گئی اور ان کے علاوہ کے مقلدین حضرات ختم ہو گئے لوگوں نے اختلافات کے راستے اور دروازے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علیہ بدل گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد کا سلسلہ ایسے آدمی تک نہ پہنچ جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ اور اس کی رائے اور دین داری قابل اعتماد نہ ہو۔ اس بنا پر علمائے کرام نے اجتہاد سے اپنا بجز اور اس کے دشوار ہونے کی صراحت کر دی اور لوگ جن مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آ رہے تھے انہیں کی تقلید کی ہدایت کرنے لگے انہوں نے اس بات کا خطرہ محسوس کیا کہ کبھی کسی اور کبھی کسی کی تقلید دین کو کھیل نہ بنادے۔ لہذا اب صرف مذاہب فقہیہ کی نقل باقی رہ گئی۔ اصول کی تصحیح اور سند کے اتصال کا لحاظ کر کے ہر مقلد اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اور اب فقہ کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں رہ گیا اور اس زمانے میں اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا قابل رد اور اس کی تقلید قابل ترک ہے اب اہل اسلام کا انہیں چاروں مذاہب کی تقلید پر اجماع ہو گیا۔

فضل الہی سے صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب کا باقی رہ جانا

حاصل یہ رہا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد سارے مذاہب فقہیہ ناپید ہو گئے اور پورے عالم میں اہل حق کے گروہ میں سے صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی باقی رہ گئے تو اب دو ہی صورت سامنے رہ گئی یا تو لوگ اپنی رایوں اور خیالوں کو کافی سمجھ کر دین کو کھیل و تماشا بنالیں اور خواہشات نفسانی کا اتباع کرنے لگیں یا پھر ائمہ اربعہ کے محفوظ اور برحق مذاہب میں سے کسی کی تقلید کر کے اپنے دین کو بچالیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ

کی امت کو قیامت تک گمراہی سے بچانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے غیب سے یہ نظم فرمایا کہ خود بخود لوگوں کے قلوب میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا ہوگئی اور ان کا دین و ایمان اختلاف و انتشار کا شکار ہونے سے بچ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ”الانصاف“ میں فرماتے ہیں۔

فالتمذهب للمجتہدین سر الہمہ اللہ تعالیٰ العلماء و جمعہم علیہ من حیث یشعرون اولا یشعرون۔

ترجمہ :- ائمہ اربعہ کے مذاہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے جو اللہ نے اس امت کے علماء کے قلوب میں ڈال کر انہیں اس پر جمع کر دیا۔ خواہ وہ اس کے راز کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے بڑے بڑے علماء کرام اور محدثین عظام گذرے ہیں وہ کے سب ان میں سے کس نہ کسی کے مقلد ہوئے ہیں۔

حافظ زیلعی، علامہ طیبی، محقق ابن الہمام، ملا علی قاری وغیرہ جو علم حدیث میں جلیل القدر رتبوں کے حامل ہیں حنفی المذہب تھے۔ ابن عبد البر جیسے عالی مرتبہ محدث مالکی تھے۔

نووی، بغوی، خطابی، ذہبی، عسقلانی، قسطلانی، سیوطی، وغیرہ جن کا فن حدیث میں طوطی بولتا ہے شافعی المذہب تھے۔ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم وغیرہ حنبلی تھے۔

اب تک کے مباحث کا حاصل یہ نکلا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر دوسری صدی تک تو تقلید غیر شخصی ہی رائج رہی۔ پھر دوسری صدی کے بعد تیسری صدی کے اخیر تک تقلید غیر شخصی کم اور تقلید شخصی زیادہ رائج رہی پھر چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی ہی کے انحصار پر امت کے سوا داعظم کا اجماع ہو گیا۔ جو اللہ کے فضل سے آج تک باقی ہے اور اس امت مرحومہ کے حق میں رحمت الہی تائید ربانی اور نصرت نبوی ہے۔ اور بقول

صاحب تفسیر احمدی لا مجال فیہ للتوجہات والادلة۔ (تفسیر احمدی ص ۲۹۷)

یہ فضل الہی کسی توجیہ اور دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ادھر کچھ لوگوں کو حفاظت شریعت اور ہدایت امت کا یہ غیبی اور ربانی سلسلہ پسند نہیں آیا، اور اس کے

خلاف ایک ہنگامہ برپا کر کے اسے ناجائز حرام بدعت بلکہ شرک تک کہنے کی جسارت میں مبتلا ہو گئے اور سادہ لوح عوام کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے انہیں تقلیدائِمہ سے روکنا شروع کر دیا۔۔۔ اس لیے اس سلسلہ میں کتاب و سنت سے کچھ دلائل پیش کیے جاتے ہیں تاکہ حق طلب طبیعتیں مطمئن ہو سکیں۔ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ تقلید کی دو قسمیں ہیں شخصی اور غیر شخصی اس لیے نفس تقلید کے ثبوت سے ان دونوں کا ثبوت ہوگا۔ کیونکہ مطلق تقلید میں دونوں داخل ہیں۔

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے

پہلی آیت:- فاسئلوا اهل الذکر ان کتم لا تعلمون (النحل)

ترجمہ:- اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بها علی وجوب المراجعة للعلماء فيما لا تعلم (روح المعانی ص ۱۳۸ ج ۴)

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس بات کا خود علم نہ ہو اس میں علماء کی

جانب رجوع کرنا واجب ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر التوفی ۴۶۳ ہجری فرماتے ہیں۔

ولم یختلف العلماء ان العامة علیها تقلید علماء ہم وانهم مرادون بقول الله عز وجل فاسئلوا اهل الذکر ان کتم لا تعلمون۔ و اجمعوا علی ان الاعمی لا بد له من تقلید غیره ممن یشق بمیزه بالقبلة اذا اشکلت علیه کذا لک من لا علم له ولا نصر بمعنی ما یدین به لا بد له من تقلید عالمه

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۹۸۹، ج ۲)

ترجمہ:- علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام کے لیے اپنے علماء کی تقلید

واجب ہے اور اللہ کے قول فاسئلوا اهل الذکر الخ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور سب کا

اتفاق ہے کہ اندھے پر جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو جس شخص کی تمیز پر اسے بھروسہ ہے

قبلہ کے سلسلہ میں اس کی بات ماننی لازم ہے اسی طرح وہ لوگ جو علم اور دینی بصیرت

سے عاری ہیں ان کے لیے اپنے عالم کی تقلید لازم ہے۔

ابوبکر احمد علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۲ھ کے حوالہ سے بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ اس آیت میں اہل الذکر سے ”اہل علم“ ہی مراد ہیں۔ ... حاصل یہ کہ اس آیت سے تقلید کا ثبوت نہایت وضاحت اور صراحت سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت :- ”وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَبْطُونَهُ مِنْهُمْ“ (سورۃ النساء پ ۵)

ترجمہ :- جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اگر پیغمبر خدا اور اپنے میں سے اولی الامر کے پاس اسے لے جاتے تو ان میں جو اہل استنباط (یعنی مجتہدین) ہیں اسے اچھی طرح جان لیتے۔

اس آیت میں از خود عمل کرنے اور اہم معاملات کی تشہیر کو منع کر کے مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مسئلہ کی حقیقت کا حق وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں نیز اس آیت میں معاملہ کو لوٹانے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ علماء مجتہدین کو شریک کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی جانب رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار و اعتماد کی بنا پر ہے اسی طرح مجتہدین کی طرف رجوع کرنا محض حسن ظن اور اعتبار و اعتماد کے ساتھ ہونا چاہئے گو اعتماد کی نوعیت میں دونوں جگہ بڑا فرق ہے۔ اسی چیز کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر میں اس آیت سے چند امور اخذ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ثبت ان الاستنباط حجة والقياس اما الاستنباط او داخل وفيه فوجب ان يكون حجة اذ ثبت هذا فنقول الآية دالة على امور احدها ان في احكام الحوادث ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانيها ان الاستنباط حجة وثالثها ان العامي يجب عليه تقليد العلماء في احكام الحوادث (۱)

ترجمہ:- تو ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل تو وہ بھی حجت ہوا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ آیت چند امور پر دلالت کرتی ہے (۱) پیش آمدہ مسائل میں بعض ایسے امور ہیں، جو نص سے نہیں بلکہ استنباط سے جانے جاسکتے ہیں (۲) استنباط حجت ہے۔ (۳) عام آدمی کے لیے ان پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید واجب ہے۔

تیسری آیت:- یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ النساء پ ۵)

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ اور رسول اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

لفظ ”اولی الامر“ کی تفسیر، مفسرین کرام نے حکام و سلاطین اور علمائے مجتہدین دونوں سے کی ہے۔ مگر یہاں علمائے مجتہدین مراد لینا زیادہ بہتر اور رائج ہے کیونکہ حکام دنیوی احکام دینیہ میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ وہ علمائے شریعت کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لہذا علمائے کرام حکام دنیاوی کے خاتم اور امیر ہوئے۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں۔

ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفہ علی فتاوی العلماء والعلماء فی الحقیقۃ امراء الامراء فکانہ دخل لفظ اولی الامر علیہم اولی ۔

تفسیر کبیر ص ۳۴۳، ج ۳

ترجمہ:- بے شک امراء و سلاطین کے اعمال علمائے کرام کے فتاویٰ پر موقوف ہیں اور

علماء در حقیقت سلاطین کے بھی امیر ہیں تو لفظ ”اولی الامر“ کا ان پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے

اسلاف میں حضرت ابن عباسؓ حضرت جابر بن عبد اللہؓ حضرت عطاءؓ حضرت مجاہدؓ حضرت حسن بصریؓ، حضرت ضحاکؓ، حضرت امام مالکؓ وغیرہ کی یہی رائے ہے کہ ”اولی الامر“ سے علماء فقہاء اور مجتہدین مراد ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر خازن۔ مدارک وغیرہ)

یہ بات ذہن میں رہے کہ ”اولی الامر“ کی تفسیر میں علماء اور فقہاء کا جو لفظ آیا ہے اس سے مجتہدین ہی مراد ہیں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

فان العلماء هم المستبطون المستخرجون الاحکام (۱)

ترجمہ :- بے شک علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جو احکام کا استنباط اور انہیں اخذ کرتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ شریعت میں اولی الامر سے مجتہدین مراد ہیں تو ان کی بھی اتباع واجب ہوئی اور اتباع وہی کرتا ہے جو متبوع کے درجے کو نہ پہونچے تو اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں ہے اس کے لئے کسی مجتہد کی اطاعت اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اب رہی یہ بات کہ مجتہد کا اجتہاد محض حسن ظن کی بنیاد پر مان لیا جائے یا اس سے دلیل طلب کی جائے۔ تو اس کا جواب خود آیت سے طلب کیا جائے چنانچہ ”اولی الامر“ کو فعل اطاعت کے اعادہ کے بغیر ”الرسول“ پر عطف کیا گیا ہے۔ جو اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ جس طرح رسول ﷺ کی اطاعت بغیر دلیل طلب کیے ہوئے محض حسن ظن کی بنیاد پر واجب ہے اسی طرح مجتہد کی اطاعت بھی مسائل اجتہاد یہ میں حسن ظن کی بنیاد پر دلیل طلب کیے بغیر ہونی چاہئے۔ اگرچہ حسن ظن کا منشاء دونوں جگہ الگ ہے۔ پہلی جگہ حسن ظن کا منشاء ذات رسالت ہے جس کی اطاعت واجب قطعی ہے۔ دوسری جگہ حسن ظن کا منشاء مجتہد کا تقویٰ اور اس کا علم صحیح ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے۔ اور کسی مجتہد کی ایسی اطاعت جس کی بنیاد حسن ظن ہو اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے ثبوت تقلید اظہر من الشمس ہو گیا۔

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا وجوب

۱- عن ابی حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ (ترمذی ص ۲۰۷، ج ۲)

ترجمہ :- ان دونوں کی اقتداء کرو جو میرے بعد ہو یعنی ابو بکر اور عمرؓ کی

اس حدیث میں شخصین کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ان سے دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

۲- عن العریاض ابن ساریۃ یقول قام فیہ رسول اللہ ﷺ قال سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنی وسنة الخلفاء الراشدین المہدیین۔ (ابن ماجہ ص ۵)

ترجمہ :- عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم میں خطبہ دیا (اور اس کے درمیان فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت سے اختلافات دیکھو گے تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی کرو۔ اس حدیث سے علمائے کرام نے خلفائے راشدین کے عموم میں ائمہ مجتہدین کو بھی داخل کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب "حاشیہ ابن ماجہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومن العلماء من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والحلفاء
کالائمة الاربعة المتبوعین المجتہدین والائمة العادلین کعمر بن عبد العزیز
کلہم موارد لہذا الحدیث۔ (انجام الحاشیہ علی ابن ماجہ ص ۵)

ترجمہ :- جو جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر ہوں، جیسے چاروں ائمہ اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز سب اس حدیث کے مصداق ہیں۔

علمائے کرام کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے مستند اور معتبر علمائے کرام گذرے ہیں سب نے تقلید کی ہے اور تقلید کے وجوب کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سارے اہم ترین علمائے کرام کے اقوال گذشتہ مباحث میں بیان کیے جا چکے ہیں اگر ان تمام علمائے کرام کے اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر بے پایاں ہو جائے۔ یہاں بطور اختصار۔ مزید چند علماء کرام کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے۔

یحجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبة الاجتہاد التزام مذهب

معین من مذاہب المجتہدین (شرح جمع الجوامع بحوالہ خیر المعنی ص ۱۷۵)
عام لوگ اور وہ حضرات جو اجتہاد کے درجے کو نہ پہنچیں ان پر مذاہب مجتہدین میں
سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب "حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں۔

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتمد به
منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا
سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جداً واشربت النفوس الهوى
واعجب كل ذي رأى برأيه۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۳، ج ۱، طبع مصر)

اس میں شک نہیں کہ ان چاروں مذاہب کی اب تک تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت
کا یہ جنگی بات کا اعتبار کیا جاسکتا ہے اجماع ہے اس لیے کہ یہ مذہب ہو کر تحریری صورت
میں موجود ہیں اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ بھی مخفی نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں
بہت ہی زیادہ پست ہو چکی ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔
بحر العلوم مولانا عبد العلیٰ قرنگی محلی "شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔
وعليه بنا ابن الصلاح منع التقليد غير الأئمة الأربعة۔

(فوائد الرحمت شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹)

اسی بناء پر ابن صلاح نے ائمہ اربعہ کے سوا دوسروں کی تقلید سے ممانعت فرمائی ہے۔
علامہ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صاحب "تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔
قد وقع الاجماع على ان الاتباع إنما يجوز للاربع و كذا لا يجوز الا
تباع لمن حدث مجتهداً مخالفاً لهم۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۳۶)

اس پر اجماع ہو گیا کہ اتباع صرف ائمہ اربعہ ہی کی جائز ہے۔ ان حضرات کے
بعد میں پیدا ہونے والے ان کے مسلک کے مخالف مجتہد کی تقلید درست نہیں۔

انشاء اللہ یہ مختصر مباحث مسئلہ تقلید کی حقیقت سمجھنے میں مفید ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم
سب لوگوں کو حق سمجھنے اور اسے اختیار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔



مقالہ نمبر ۴

فقہ حنفی اقرب الی النصوح ہے

از

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالمن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند



الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے

فقہ حنفی جس قدر اقرب الی النصوص ہے، دوسری کوئی فقہ نہیں، مدقق و محقق، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مبدأ و معاد (ص ۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں:

”بہیں فقیر غار ساختہ اند کہ در خلائیات کلام حق بجانب حنفی است، و در

خلائیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی، و در اقل متردد“

ترجمہ: اس فقیر پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت منکشف کی ہے کہ علم کلام کے (تمام) اختلافی مسائل میں حق مسلک احناف (یعنی ماتریدیہ) کی طرف ہے اور فقہ کے اکثر مختلف فیہ مسائل میں حق بجانب احناف ہے اور بہت کم مسائل میں تردد ہے (کہ حق کس جانب ہے؟) اور امام المسلمین، مسند الہند، حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:

عَرَفْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَن فِي الْمَذْهَبِ الْحَنَفِيِّ طَرِيقَةً أَنْفَقْتُ، هِيَ أَوْفَقُ

الطَّرِيقَ بِالسَّالِسَةِ الْمَعْرُوفَةِ، الَّتِي حُجِّمَتْ وَنُقِّحَتْ فِي رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ!

ترجمہ: مجھے (کشف میں) آنحضور ﷺ نے یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ فقہ حنفی کی شکل

میں ایک عمدہ طریقہ ہے، جو دیگر طرق سے زیادہ ہم آہنگ ہے ان احادیث مشہورہ

سے جو امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانہ میں جمع کی گئیں اور ان کی تنقیح کی گئی (یعنی

تدوین حدیث کے تیسرے دور میں جو احادیث صحیحہ منقح ہو کر کتابوں میں مدون کی

گئیں، ان سے فقہ حنفی بہ نسبت دوسری فقہوں کے زیادہ ہم آہنگ ہے)

مذکورہ دونوں بزرگوں کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل جہاں ایک طرف عقل کے بلند معیار پر پورے اترتے ہیں وہاں قرآن وحدیث سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب امام اعظم رحمہ اللہ کو احادیث کا جامع مانا جائے بلکہ آپ کی کامل حدیث فہمی کا اعتراف کیا جائے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے کہ

”احادیث و آثار کو لازم پکڑو، مگر ان کے معانی کے لئے امام ابو حنیفہ کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ احادیث کے معانی جانتے تھے“ (مناقب کروری)

فقہا قیاس کب کرتے ہیں؟

اور احناف بھی دوسرے فقہائے کرام کی طرح قیاس پر اسی وقت عمل کرتے ہیں جب نص موجود نہیں ہوتی، اور انکا یہ طرز عمل عین منشا نبوی کے مطابق ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو دریافت کیا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی قضیہ آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، آپ نے دریافت کیا کہ اگر قرآن کریم میں حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا کہ اگر حدیث میں بھی حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

اجتہد رأیی ولا آلا! اپنی رائے کو تھکاؤں گا، اور ذرا کوتاہی نہ کروں گا

یعنی حکم شرعی دریافت کرنے کے لئے آخری درجہ تک غور و فکر کروں گا اور پوری کوشش کر کے اجتہاد سے حکم دریافت کر کے فیصلہ کروں گا یہ جواب سن کر آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سینہ ٹھوکا اور شاباشی دی اور فرمایا کہ:

الحمد لله الذی وفق رسول اس اللہ کیلئے ستائش ہے جس نے رسول
رسول اللہ لما یرضی رسولہ اللہ ﷺ کے فرستادہ کو اس بات کی
(مسند احمد ۵: ۲۴۲) توفیق دی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے!

اس روایت سے دو باتیں صاف معلوم ہوئیں:

- (۱) جب نص (قرآن و حدیث) میں صریح حکم موجود نہ ہو تو حکم شرعی
اجتہاد سے دریافت کرنا چاہئے اور اسی کا نام قیاس ہے۔
- (۲) اور یہ بات عین منشا شارع کے مطابق ہے، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات
پسند ہے۔

تقلید کی ضرورت کب اور کیوں ہے؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ:

- (۱) ہر امر کا حکم شرعی نصوص (قرآن و حدیث) میں صراحتاً مذکور نہیں
ہوتا، بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
(النحل ۴۴)

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے
تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ مضامین
ظاہر کر دیں جو لوگوں کے پاس بھیجے
گئے ہیں اور تاکہ وہ (بھی) سوچیں۔

اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بیان نبوی (احادیث
شریفہ) کے بعد بھی غور و فکر اور سوچنے کی حاجت باقی رہتی ہے۔ یہی وہ اجتہادی
مسائل ہیں، جو مجتہدین کرام کے غور و فکر کے محتاج ہیں۔

(۲) ہر مسلمان ہر حکم شرعی سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

سو اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم
سے پوچھو

اور حدیث شریف میں ہے کہ **إِنَّمَا شَفَاءُ الْبُعْثِ السُّؤَالُ** (درماندہ کی شفا پوچھنے میں ہے) ان نصوص سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ بعض احکام اہل علم ہی جانتے ہیں، دوسرے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سے دریافت کیا کریں۔

(۳) ہر ناواقف حکم شرعی قرآن و حدیث سے نہیں نکال سکتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

پس غیر مجتہدین یعنی وہ مسلمان جو قرآن و حدیث سے براہ راست احکام مستنبط نہیں کر سکتے وہ ہمیشہ اس کے محتاج ہیں کہ وہ کسی ایک مجتہد کے دامن سے وابستہ رہیں۔

غیر مقلدین کا غلط خیال

مگر غیر مقلد حضرات سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، وہ خوب زور و شور سے اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کو چھوڑ کر اماموں کی تقلید کرنا ان کو **أَزْبَابًا مِّنْ ذُنُوبِ اللَّهِ** بناتا ہے۔ اور غیر معصوم کی تقلید حرام ہے اور قیاس ایک شیطانی فعل ہے، وہ کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ حالانکہ قیاس، یعنی اجتہاد ایک ضروری امر ہے قرآن و حدیث سے اس کا مطلوب ہونا ثابت ہے اور شیطانی قیاس وہ ہے جو کسی نص کی طرف منسوب نہ ہو، محض ایجاد بندہ ہو، اور تقلید کے لئے عصمت کی قید شیعوں کے علاوہ کوئی نہیں لگاتا اور اوپر جو نصوص ذکر کی گئی ہیں وہ بھی مطلق ہیں اہل الذکر عام لفظ ہے اور ہر زمانے میں معصوم کا وجود ممکن بھی نہیں، اور جو بات غیر مقلدین اماموں کے تعلق سے کہتے ہیں، وہی بات فرقہ اہل قرآن احادیث اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا، غیر اللہ کو رب بنالینا ہے پس یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر فرقہ اہل قرآن کی یہ بات غلط ہے، اور یقیناً غلط ہے، کیوں کہ اللہ کا

رسول جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کہتا ہے، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، اس لئے یہ رسول کو رب بنانا نہیں ہے، پس غیر مقلدین کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین بھی جو کچھ کہتے ہیں قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے کہتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، پھر ان کی بات ماننا ان کو رب بنانا کیسے ہوا؟

اہل قرآن اور اہل حدیث

اصول شرع کیا ہیں؟ یعنی قانون اسلام کے ماخذ کیا ہیں؟ یہ الفاظ دیگر دین کا مدار کن چیزوں پر ہے؟ یعنی حجت شرعیہ کیا چیزیں ہیں؟ اس میں اسلامی فرقوں میں اختلاف ہوا ہے۔

فرقہ اہل قرآن کہتا ہے کہ حجت شرعیہ بس قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ (دین کی تمام باتوں کی خوب وضاحت کرنے والا) ہے اس لئے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں یہ فرقہ حدیث شریف کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتا، اس کی حجیت کا انکار کرتا ہے، یہ فرقہ احادیث شریفہ کو بزرگوں کے ملفوظات کا درجہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث سے نصیحت پذیری کا نفع حاصل کیا جاسکتا ہے مگر اس کو قانون اسلامی کا ماخذ نہیں بنایا جاسکتا۔

یہ فرقہ اپنا نام اگرچہ ”اہل قرآن“ رکھتا ہے مگر یہ نام وجہ امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ قرآن کریم کو تو سبھی مسلمان حجت مانتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ ”منکرین حدیث“ ہیں، اور یہی نام ان کے لئے موزوں ہے۔

اور فرقہ اہل حدیث کہتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریفہ بھی حجت شرعیہ ہیں اور بس۔ احادیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں یعنی اجماع امت حجت نہیں اگرچہ وہ صحابہ کرام کا اجماع ہو، اسی طرح قیاس بھی حجت نہیں، اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی حجت شرعیہ نہیں ہیں۔

یہ فرقہ گواپنے آپ کو ”اہل حدیث“ کہتا ہے، مگر حقیقت میں یہ نام بھی وجہ

امتیاز نہیں بن سکتا، کیونکہ فرقہ اہل قرآن کے علاوہ کبھی مسلمان احادیث شریفہ کو حجت مانتے ہیں، پھر یہی فرقہ ”اہل حدیث“ کیوں کہلائے؟

قدیم زمانہ میں یہ لوگ ظاہری، اہل الظاہر اور اصحاب ظواہر کہلاتے تھے یعنی وہ فرقہ جو نصوص کے ظاہری اور سرسری مطلب پر اکتفا کرتا ہے، نصوص میں غور و فکر اور قیاس و استنباط کا روادار نہیں، یہ نام کسی درجہ میں اس فرقہ کے لئے موزوں تھا، مگر حضرت اقدس شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے بعض تلامذہ نے ان سے اعتزال کی راہ اختیار کی تو اپنا نام ”اہل حدیث“ رکھا، پھر انگریزی دور میں باقاعدہ درخواست دے کر حکومت برطانیہ سے اپنے لئے یہ نام الاٹ کر لیا۔

حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۱ھ) نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے آخر میں اس فرقہ کا تعارف اس طرح کر لیا ہے:

والظاہری: من لا یقول اور ظاہری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو نہ بالقیاس ولا بأثار الصحابة قیاس کو مانتے ہیں نہ صحابہ و تابعین والتابعین، کذاود وابن حزم کے آثار (ارشادات) کو جیسے دلاؤد ظاہری اور ابن حزم۔ (۱: ۱۶۱)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحب (متوفی ۱۲۰۳ھ) اجماع کا وجود اور اس کو حجت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے، وہ إفادة الشیوخ (ص ۱۲۱) میں لکھتے ہیں کہ:

”و خلاف است در امکان اجماع فی نفسہ، و امکان علم بدار، و امکان نقل آں بسوئے ما، و حق عدم اوست۔ و بر تقدیر تسلیم ایں ہمہ، خلاف است در آں کہ حجت شرعی است یا نہ؟ مذہب جمہور حجیت اوست، و دلیل بر آں نزد اکثر سمع است فقط، نہ عقل و حق عدم حجیت اوست و اگر تسلیم کنیم کہ حجت است، و علم بدار ممکن، پس اقصیٰ مافی الباب آنست کہ مجمع علیہ حق باشد،

ولازم نمی آید ازین وجوب اتباع او“

ترجمہ: ”اس میں اختلاف ہے کہ فی نفسہ اجماع ممکن ہے یا نہیں؟ اور اجماع کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اجماع ہم تک منقول ہو کر آ سکتا ہے یا نہیں؟ اور حق بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں ناممکن ہیں اور یہ سب باتیں مان لینے کی صورت میں بھی اس میں اختلاف ہے کہ وہ حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ جمہور (یعنی اہل السنۃ والجماعہ) کا مذہب یہ ہے کہ وہ حجت ہے اور اس کی دلیل اکثر کے نزدیک صرف نقلی ہے، عقلی کوئی دلیل نہیں اور حق بات اس کا حجت نہ ہوتا ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ حجت ہے اور اس کا علم ممکن ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ جس بات پر اجماع ہوا ہے وہ برحق بات ہوگی۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی پیروی واجب ہو“

نواب صاحب نے مذکورہ عبارت میں حجیت اجماع کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ دو عجیب باتیں بھی کہی ہیں:

(۱) جمہور یعنی اہل السنۃ والجماعہ جو اجماع کو حجت شرعیہ مانتے ہیں تو وہ دلیل نقلی کی وجہ سے مانتے ہیں یعنی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۵ وَتَشِيعُ غَيْرَ مَسْبِلِ الْمُؤْمِنِينَ کی وجہ سے اجماع کو حجت مانتے ہیں، نواب صاحب کے نزدیک حجیت اجماع پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے اور مسئلہ کا صرف دلیل سمعی پر مدار رکھنا نواب صاحب کے نزدیک درست نہیں، دلیل عقلی بھی ضروری ہے۔

حالانکہ یہ مزاج تو معتزلہ کا ہے، ان کے نزدیک عقل حاکم ہے شرع پر، نواب صاحب تو اصحاب ظواہر میں سے ہیں، جنہوں نے عقل کو گروہ رکھ دیا ہے۔ ان کو عقل سے کیا سروکار! مگر دیوانہ بکار خویش فرزانہ! نواب صاحب کو بھی جب حجیت اجماع کے انکار کی ضرورت پیش آئی تو عقل کی اتنی اہمیت بڑھ گئی کہ تنہا دلیل نقلی اثبات حکم کے لئے کافی نہ رہی، فیاللعجب!

(۲) نواب صاحب یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ بصورت اجماع وہ بات برحق

ہو سکتی ہے جس پر اجماع منعقد ہوا ہے، مگر پھر یہ گل کھلاتے ہیں کہ: ”اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس (حق بات) کی پیروی واجب ہو“۔ ماشاء اللہ! چشم بدور! جب اس حق کی پیروی واجب نہ ہوگی تو کیا اس کے مقابل جو باطل ہے اس کی پیروی کی جائے گی؟ ع

بریں عقل و دانس بیاہد گریست

یہ تو گھر کی شہادت تھی، اس کے علاوہ اصول فقہ کے مشہور متن حسامی کے باب الاجماع کے شروع میں، اس کی شرح نامی میں صراحت ہے کہ اصحاب ظواہر اجماع کو حجت نہیں مانتے، علاوہ ازیں شیخ ابو منصور عبد القاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب اصول الدین (ص ۲۰) میں صراحت کی ہے کہ یہ حضرات اجماع کی حجت کے منکر ہیں۔

اہل السنۃ والجماعہ کون ہیں؟

مذکورہ بالا دونوں اسلامی فرقوں کے علاوہ امت کا سوا ا عظیم یعنی جمہوریہ کہتے ہیں کہ حجت شریعہ تین چیزیں ہیں، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماع امت اور اجماع کا اعلیٰ فرد صحابہ کرام کا اجماع ہے جو سب سے پہلے حجت ہے پھر مابعد کے قرون کا اجماع ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ (۲: ۲۷۳) میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

فإن أهل السنة تتضمن النص، أهل السنة كاللفظ نص کو مضمّن ہے اور والجماعۃ تتضمن الإجماع، جماعت كاللفظ اجماع کو شامل ہے پس فاهل السنة والجماعۃ هم أهل السنۃ والجماعۃ وہ لوگ ہیں جو نص المتبعون للنص والایجماع اور اجماع کے قبیح ہیں۔

اور امت کے سوا ا عظیم کا یہ نام ایک حدیث شریف سے لیا گیا ہے۔ ترمذی

شریف میں روایت ہے کہ:

”بخدا! میری امت پر بھی وہ احوال ضرور آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے ہیں، بالکل ہو بہو، حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے علانیہ اپنی ماں سے بد فعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو یہ حرکت کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، (اور) سب جہنم رسید ہوں گے بجز ایک فرقہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ وہ ایک فرقہ جو ناجی ہو گا وہ کونسا ہے؟ آنحضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ:

ما أنا علیہ وأصحابی
میں جس طریقہ پر ہوں، اور میرے
صحابہ جس روش پر ہیں۔

حضور ﷺ کا طریقہ ”سنت“ کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعہ کا نام ”جماعت“ ہے، مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں یہی لفظ آیا ہے مشکوٰۃ شریف باب الاعظام بالکتاب والسنة، فصل ثانی میں وہی الجماعۃ کا لفظ موجود ہے۔

غرض اس حدیث شریف سے جمہور امت کا نام اہل السنۃ والجماعہ رکھا گیا ہے۔ اور اہل حدیث حضرات کا جمہور سے نقطہ اختلاف احادیث شریفہ کا حجت ہونا نہ ہونا نہیں ہے۔ یہ نقطہ اختلاف تو فرقہ اہل قرآن سے ہے، بلکہ اصل نقطہ اختلاف اجماع امت اور بالخصوص اجماع صحابہ کا حجت ہونا نہ ہونا ہے، اہل حدیث حضرات حجت کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ صرف ”اہل السنۃ“ ہیں اور جمہور حجت مانتے ہیں اس لئے وہ ”اہل السنۃ والجماعہ“ ہیں۔

قیاس کا کیا درجہ ہے؟

رہا قیاس تو وہ مذکورہ اصول ثلاثہ کے درجہ کی چیز نہیں ہے، اس وجہ سے وہ بنیادی نقطہ اختلاف نہیں ہے، منار الانوار میں جو اصول فقہ کا متن متین ہے اور جس کی شرح نور الانوار ہے، قیاس کو اصول ثلاثہ سے الگ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

إعلم أن أصول الشرع ثلاثة: جان لیں کہ مآخذ شرع تین ہیں (۱) الكتاب والسنة وإجماع 'ایمۃ' کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اور والأصل الرابع القياس اجماع امت، اور چوتھی بنیاد قیاس ہے۔ پھر خود مصنف نے اپنی شرح کشف الامرار میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ قیاس بھی اگر بنیاد ہے تو اربعۃ کیوں نہ کہا؟ اور اگر قیاس اصل نہیں ہے الاصل الرابع کیوں کہا؟ پھر یہ جواب دیا ہے کہ:

”قیاس صرف ہماری بہ نسبت اصل ہے، کیونکہ ہم فرع کا حکم قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور درحقیقت قیاس اصل نہیں ہے کیونکہ احکام شرعیہ میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، شارع صرف اللہ تعالیٰ ہیں، حکم شرعی لگانے میں ان کا کوئی شریک نہیں، بلکہ قیاس تو اصول مٹاؤ کی فرع ہے، کیونکہ وہ یا تو کتاب اللہ سے مستنبط ہوتا ہے یا سنت رسول اللہ سے یا اجماع امت سے“

بہ الفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قیاس کوئی مستقل چیز نہیں ہے، قیاس تو ایک آلہ (Tool) ہے، جس کے ذریعے اصول مٹاؤ سے احکام نکالے جاتے ہیں، پس وہ منجملہ قواعد الفقہ ہے، مگر چونکہ وہ بظاہر مثبت حکم نظر آتا ہے اس لئے اس کو اصل رابع کہہ دیتے ہیں۔

حقیقی اہل حدیث کون حضرات ہیں؟

صحابہ کرام علیہ السلام کے زمانہ تک ”اسلامی عقائد“ میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا، البتہ مسائل فقہیہ میں اختلاف ہوتا تھا، مگر نظریاتی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا یعنی دبستان فکر وجود میں نہیں آئے تھے، اس لئے اس زمانہ میں تقلید تو تھی، مسائل نہ جاننے والے جاننے والوں سے احکام دریافت کر کے ان پر عمل کرتے تھے، مگر کسی خاص مکتب فکر کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا کیونکہ اس وقت تک کوئی مکتب

فکر وجود ہی میں نہیں آیا تھا۔

اکابر تابعین کے دور میں بھی یہی صورت حال رہی، کیونکہ یہ دور صحابہ کے دور کے ساتھ مقارن تھا۔ مگر تابعین کے آخری دور سے صورت حال بدلنے لگی، امت میں دودبستان فکر وجود میں آئے، جو تبع تابعین کے دور میں خوب ممتاز ہو گئے۔ ایک مکتب فکر فقہاء محدثین کا تھا تو دوسرا محدثین فقہاء کا یعنی بعض حضرات کا اصل کام احکام شرعیہ کا استنباط تھا، مگر وہ حدیثوں کے بھی خوب ماہر تھے کیونکہ احادیث کے بغیر احکام کیسے مستنبط کئے جاسکتے ہیں؟ مگر حدیثیں روایت کرنا ان کا اصل مشغلہ نہیں تھا البتہ بوقت ضرورت وہ یہ کام بھی کرتے تھے دوسری جماعت کا اصل کام روایت حدیث تھا، مگر وہ مجتہد بھی تھے، نصوص سے مسائل بھی مستنبط کرتے تھے اور بوقت ضرورت غیر منصوص احکام اجتہاد سے بیان بھی کرتے تھے۔

پہلا گروہ ”اہل الرائے“ سے موسوم تھا اور دوسرا ”اہل حدیث“ اور ”اصحاب حدیث“ سے، علامہ ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں دونوں جماعتوں کی لمبی فہرست دی ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کو پہلے گروہ میں شمار کیا ہے اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کو دوسرے گروہ میں شامل کیا ہے۔ الغرض اصل ”اہل حدیث“ اور ”اصحاب الحدیث“ یہ حضرات ہیں۔ شیخ الطائفہ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں ”اہل حدیث اور اصحاب الرائے کا فرق“ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اس طبقہ (اہل حدیث) کے بڑے بڑے قبحر علماء یہ تھے: عبد الرحمن بن مہدی، یحییٰ بن سعید القطان، یزید بن ہارون، عبد الرزاق، ابو بکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، فضل بن دکین، علی بن المدینی اور ان کے دیگر ہم عصر علماء طبقات محدثین میں سے ہیں، یہی وہ طبقہ ہے جو دیگر تمام طبقات محدثین کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے۔

پھر طبقہ اہل حدیث میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے تین کو شہرت عام حاصل ہوئی، یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کو اور اہل الرائے متفق رہے ان میں کوئی خاص اختلاف رونما نہ ہوا۔

غرض جب یہ مکاتب فکر وجود میں آئے تو اب امت نے خاص مکتب فکر کی تقلید شروع کی، کیونکہ دین کی حفاظت کے لئے یہ تخصیص ضروری تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اصحاب الحدیث کی پیروی کرتا تھا اور امت کا بڑا حصہ اہل الرائے کے زیر اثر تھا۔ پھر چوتھی صدی میں جب یہ اختلاف شدید ہوا اور محدثین کے طبقہ میں متعدد مکاتب فکر وجود میں آگئے تو اس وقت کے اکابرین امت نے چار مکاتب فکر کو تقلید کے لئے متعین کر دیا، جو آج تک مستر چلی آرہی ہے۔

تقلید شخصی کی حقیقت کیا ہے؟

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ ”تقلید شخصی“ میں ”شخص“ سے مراد شخص حقیقی (Real person) نہیں ہے، بلکہ شخص حکمی (Legal person) ہے۔ یعنی خاص مکتب فکر کی تقلید کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے، کسی معین آدمی کی ہر ہر مسئلہ میں تقلید نہیں کی جاتی، کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ مذاہب اربعہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کسی بھی مکتب فکر میں کسی ایک امام کے سارے ہی اقوال مفتی بہ نہیں ہوتے۔ نیز زمانہ کی رفتار رکھنے والی نہیں، اورائمہ مجتہدین دنیا سے گزر گئے، پھر نئے پیش آنے والے معاملات کے احکام وہ کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ ان کے احکام تو ہر زمانہ میں موجود اس مکتب فکر کے اکابر بیان کریں گے اور وہ اس دبستان فکر کی رائے شمار ہوگی۔

کیا فرقہ اہل حدیث غیر مقلد ہے؟

تقلید کے بغیر زندگی کی گاڑی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی، بچہ جب تک

باب کی انگلی نہیں پکڑتا چلنا نہیں سیکھتا۔ اہم سنگر، زرگر بلکہ ہر کارگیر اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا ہے، دین کا معاملہ دنیوی معاملات سے زیادہ اہم ہے، اس میں پیروی کے بغیر کامیابی کیسے ممکن ہے؟ اور محض پیروی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتی، بلکہ اس شخص کی پیروی ضروری ہے جو منزل کی طرف رواں دواں ہو، جو خود ہی گم کردہ راہ ہو، وہ کسی کو منزل تک کیا پہنچا سکتا ہے! سورۃ البقرہ آیات ۱۶۶ و ۱۶۷ میں تابعین و متبوعین کا ذکر ہے، معلوم ہوا کہ کفر و شرک اور گمراہی میں بھی تقلید جاری ہے۔

رہا وہ فرقہ جو خود کو اہل حدیث کہتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو ”غیر مقلد“ کہتے ہیں، وہ درحقیقت ائمہ اربعہ کے مقلدین سے بھی زیادہ سخت مقلد ہے۔ ائمہ اربعہ کے مقلدین تو ایک دوسرے کی راہوں کا احترام کرتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کو اختیار بھی کرتے ہیں، مگر یہ فرقہ تو سب کو گمراہ تصور کرتا ہے اور صرف اپنے ہی مکتب فکر کی پیروی کرتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب ترجمان دہلیہ (ص ۵۲) میں لکھتے ہیں:

”مگر ہمارے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ سارے جہاں کے مسلمان دو طرح پر ہیں۔ ایک خالص اہل سنت و جماعت جن کو اہل حدیث بھی کہتے ہیں، دوسرے مقلد مذہب خاص۔ وہ چار گروہ ہیں: حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی“ (بحوالہ طائفہ منصورہ ص ۱۱)

مشہور غیر مقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب (ضلع حصار) لکھتے ہیں کہ:

”حق مذہب اہل حدیث ہے، اور باقی جموع نے اور جہنمی ہیں، تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں“ (سیاحۃ الجنان بمناکحہ اہل ایمان ص ۴)

اور نیز لکھا ہے کہ:

”خواص تو جانتے ہیں، میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین

موجودہ دس دھجوں سے گمرہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں، جن سے مناکحت جائز نہیں ہے“ (ص ۵)

اور وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”وجہ اول یہ ہے کہ موجودہ حنفیوں میں تقلید شخص پائی جاتی ہے، جو سراسر حرام اور ناجائز ہے“ (ص ۵)

اور نیز لکھا ہے کہ:

”اسی طرح مولوی محمد صاحب جو ناگذاہی نے اپنی تصنیفات میں حنفیوں کو گمرہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج قرار دیا ہے“ (ص ۱۱)

اور آخر میں توحید ہی کر دی ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ:

”سچا فرقہ اور ناجیہ اہل حدیث ہے، باقی سب فی النار ولسقر ہیں، لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہئے، اہل بدعت سے نہ ہو، تاکہ مخالفت لازم نہ آئے“ (ص ۲۳)

غور کیجئے، کس طرح مقلدین اور حنفیوں کو فرقہ ناجیہ سے نکال کر صرف اہل بدعت ہی میں شمار نہیں کیا، بلکہ فی النار ولسقر کر کے دم لیا ہے (معاذ اللہ!) اور ان سے رشتہ اور نکاح کو یک لخت موقوف کرنے کا شاہی حکم بھی صادر کیا ہے، اس سے بڑھ کر تعصب کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے! (طائفہ منصورہ ص ۱۵ مصنفہ حضرت مولانا سر فراز خاں صاحب منصورہ مدظلہ)

مقالہ نمبر ۵

حضرت امام ابو حنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت

از

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند



نشر عظیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين اما بعد !
 امام اعظم رحمہ اللہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں، اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں جن کی ثقاہت، عدالت اور امامت پر امت کا اجماع ہے اور اجماع کے ثبوت کے جتنے بھی طریقے ہیں، ان میں ہر طریقے سے ان کی عدالت و ثقاہت پر اجماع ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس کے خلاف بعض لوگوں کی جانب سے اب بھی امام اعظم کی طرف ار جاء کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایمان کے بارے میں فقہاء و محدثین ائمہ اور اسلامی فرقوں کے مذاہب کا بیان ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتداء

نبی علیہ السلام، اور اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، برابر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے، جو شخص بھی ان تمام باتوں پر جسے نبی علیہ السلام اللہ کی طرف سے لائے، ایمان لاتا اور مانتا، اور ان کی اطاعت کا اقرار کرتا، اس پر اسلامی احکام جاری کرتے، اور دنیاوی احکام میں اسی پر اکتفاء کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوا، اور اس فتنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، اور جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا، اس جنگ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے قرآن کو نیزوں پر بلند کیا جس میں اس بات کا اشارہ تھا کہ قرآن کو حکم مان لیا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ ایک جنگی چال ہے، اس لیے ہم کو جنگ جاری رکھنی چاہئے، اور لڑائی پر اصرار کرتے رہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے چند آدمیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چاروں چار اس کو تسلیم کیا۔ پھر مصالحت کے لیے دو ثالث مقرر ہوئے، مگر سخت حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحکیم کے قبول کرنے پر مجبور کیا، وہی لوگ اپنے خیالات سے منحرف ہو گئے اور تحکیم کو ایک جرم اور گناہ قرار دینے لگے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہم نے تحکیم کو قبول کر کے کفر کا ارتکاب کیا، ہم اس سے تائب ہوتے ہیں، آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کر کے توبہ کا اعلان کریں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ایک بڑی جماعت مل گئی اور اس جماعت نے "ابن الحکمہ الا للہ" کو اپنا شعار بنایا، اور

انہوں نے حضرت علی کے خلاف لڑائی کا آغاز کیا، جو تاریخ میں خوارج کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اسی فرقے نے سب سے پہلے اس مسئلہ ایمان کو اٹھایا، اور کہا کہ: جتنے لوگ اس فتنے میں ملوث ہوئے وہ سب کے سب کافر ہیں۔

قال الحافظ ابن عبد الہادی الحنبلی:

اول خلاف حدیث فی الملة فی الفاسق العملی، هل هو کافر او مؤمن
فقالت الخوارج: انه کافر، وقالت الجماعة: مؤمن، وقالت الطائفة المعتزلة: هو لا
مؤمن ولا کافر. (لوائح الانوار لابن السفارینی)

مسلمانوں میں جو اختلاف سب سے پہلے رونما ہوا وہ عملاً فاسق کے بارے میں تھا کہ وہ مؤمن ہے یا کافر، خوارج کہنے لگے کہ کافر ہے، اور تمام اہل سنت والجماعت نے کہا کہ وہ مؤمن ہے، اور معتزلہ کہنے لگے کہ نہ وہ مؤمن ہے اور نہ ہی کافر۔

خوارج کے عقائد

خوارج، ہر گناہ گار کو کافر سمجھتے تھے۔ چاہے اس نے اس گناہ کو ارادہ گناہ سے کیا ہو، یا غلط فہمی اور خطائے اجتہادی کی بنیاد پر۔ اسی لیے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ معاذ اللہ۔ کافر سمجھتے تھے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حکیم کے لیے تیار نہیں تھے، انہیں لوگوں نے ان کو مجبور کیا تھا، بالفرض اگر حکیم درست نہیں تھی، تو زیادہ سے زیادہ یہی تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ اجتہادی غلطی سرزد ہوئی، ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر پر اصرار تو یہی بتلا رہا ہے کہ وہ لوگ اجتہادی خطا، کو بھی، دین سے خارج ہونے کا سبب جانتے تھے، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ کو کافر کہتے ہیں، جب کہ ان خارجیوں کو ان حضرات سے جن جزوی باتوں میں اختلاف تھا، اگر بالفرض ان کی رائے صحیح بھی مان لی جائے تو زیادہ سے زیادہ ان حضرات کی یہ خطا، اجتہادی ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی تردید کے لیے، قرآن سے استدلال کے بجائے، اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا، تاکہ ان کے سطحی

ذہن کیلئے کوئی تاویل کی گنجائش نہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا، پھر جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے اہل خانہ کو اس کا وارث تسلیم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو قتل کے جرم میں قتل کیا لیکن اس کے اعزہ کو میراث سے محروم نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہاتھ کٹوائے، اور غیہ شاہی شدہ زانی کو کوڑے لگوائے، مگر دونوں کو مالِ غنیمت سے حصہ بھی دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکو کاروں کے مابین اللہ کا حکم قائم کیا۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو جو حصہ دیا ہے۔ اس سے محروم نہیں رکھا۔

معتزلہ کا ظہور

اگرچہ تحکیم کے بعد خوارج نے مرتکب کبائر کی تکفیر کی جس سے اس وقت اس مسئلے کا چرچہ ہوا، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تردید اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید سے، کچھ دنوں کے لیے یہ مسئلہ دب گیا، مگر بالکل ختم نہیں ہوا، بلکہ بعد میں کسی نہ کسی نوع سے یہ مسئلہ اٹھتا رہا، اور جب معتزلہ کا ظہور ہوا، تو پھر اس مسئلے میں تیزی پیدا ہوئی، حسن بصریؒ کے حلقہ درس میں، واصل بن عطاء نامی ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں یہ مسئلہ اٹھا۔ واصل نے حسن بصریؒ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ: گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے۔ اور نہ کافر ہے۔ بلکہ ایمان و کفر کی درمیانی منزل میں ہے، اس کے بعد اس نے حسن بصریؒ کے حلقہ درس سے علیحدگی اختیار کر کے، اسی مسجد میں اپنا الگ حلقہ قائم کر لیا، شہرستانی اس کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: واصل کہتا تھا کہ ایمان جملہ اعمالِ خیر کا نام ہے۔ جب کسی شخص میں یہ چیزیں موجود ہوں گی، تب وہ مومن ہوگا، فاق میں یہ تمام خصال خیر جمع نہیں ہو سکتیں اس لیے اس کو مومن نہیں کہا جائے گا، مگر علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ وہ کاملہ شہادت کا قائل ہے، اور دوسرے اعمالِ خیر بھی اس میں موجود ہیں۔ مگر ایسا شخص اگر توبہ کئے بغیر انتقال کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں ہوگا کیوں کہ آخرت میں وہ بی فریق ہوں گے، جنتی اور جہنمی۔

فرقہ مرجمہ

جب دوبارہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے ایمان کا مسئلہ چھڑا، تو خوارج جو پہلے ہی سے ایسے لوگوں کو کافر کہتے تھے اور معتزلہ جو ان سے ایمانی کی نفی کر کے ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ ثابت کرنے لگے تھے معتزلہ اور خوارج کے برعکس مرجیہ کا ظہور ہوا جس نے اس بات کو شہرت دی کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کچھ ضرر لاحق نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات اور عبادات بے اثر ہیں، اور دعویٰ کرنے لگے کہ ایمان نام تصدیق اور اقرار کا ہے اعتقاد و معرفت کا ہے اور اس ایمان کی موجودگی میں کوئی معصیت ضرر رساں نہیں ہے۔ ایمان و عمل کے رابطے کی بابت کہنے لگے، کہ اعمال کو جنت و جہنم کے دخول میں سے کوئی علاقہ اور واسطہ نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت

تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی کو گناہ سے ضرر و نقصان تو ہوتا ہے مگر اللہ چاہے تو اس پر رحم کرتے ہوئے معاف کر دے، اور بلا سزا کے جنت میں داخل کر دے۔ اور چاہے تو شفاعت و سفارش کے ذریعے مغفرت فرما دے، یا اس عمل کے برابر سزا دے کر جنت میں داخل کر دے، لیکن ایسا شخص ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان، کافر اور ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

امام نوویؒ شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

قال النووي : اعلم أن مذهب أهل السنة ومأمله أهل الحق من السلف والخلف أن من مات على أنه حمد، دخل الجنة قطعاً على كل حال، وإن كان سالماً من المعاصي، أو المحبوس الذي اتصل حيوانه بالبلوغ، والثائب ولتونه صحيحه من الشرك أو غيره من المعاصي إذا لم يحدث معصية بعد توبته، أو وقع في المعصية أصلاً، فكل هذا يدخل الجنة ولا يدخلون

البار اصلاً وأما من كانت له معصية كبيرة ومات من غير روية فهو في مشيئة الله، فإن شاء عفا عنه وأدخله الجنة أو لا وجعله كالقسم الأول، وإن شاء عذبه بالقدر الذي يريد من سخطه، ثم يدخله الجنة ولا يدخل في النار أحلامات على التوحيد له عمل المعاصي ما عمل كملها، لا بدخل الجنة أحد مات على الكفر ولو عمل من أعمال البر ما عمل هذا محتسب جامع لمذهب أهل الحق في هذه المسئلة (٤١/١)

امام نووی شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں: جان لو کہ اہل سنت و الجماعت اور اہل حق سلف و خلف ہر ایک کا یہی مذہب ہے کہ جو ایمان پر مبرا بہر صورت صورت لازمی طور سے جنت میں جائے گا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) اگر ایسا شخص ہر طرح کے گناہ سے محفوظ ہو یا دیوانہ و پاگل ہے جس کا جنون بلوغ ہی سے شروع ہو گیا یا کفر شرک اور دیگر ہر طرح کے معاصی سے توبہ کر لیا اور توبہ کے بعد کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا یا ایسا با توفیق جس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا ان قسموں سے ہر قسم کے لوگ بلا عذاب جنت میں داخل ہوں گے، اور جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ خدا کے اختیار میں ہے چاہے تو اس کو معاف کر کے بلا عذاب جنت میں داخل کر دے اور اس کو قسم اول کے لوگوں میں بنادے یا جس قدر چاہے عذاب دے کہ جنت میں داخل کر لے بہر حال جس کا انتقال ایمان پر ہوا ہو ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا چاہے جس قسم کے معاصی کا ارتکاب کئے ہوئے ہو اسی طرح جس کا کفر پر انتقال ہوا وہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا ہے چاہے جیسا اور جس قدر بھی نیک عمل کر رکھا ہو اس مسئلہ میں اہل کا حق کا مختصر جامع مذہب ہے۔

اس عبارت میں تمام اہل حق کا مذہب یہی بتایا گیا ہے، کہ مسلمان گناہ گار جس طرح کا بھی گناہ کئے ہو ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں داخل ہوگا، اور ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہ سکتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں خدا چاہے تو ان کو معاف کر کے بلا

عذاب جنت میں داخل کر دے، اور اگر چاہے تو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے کر جنت میں داخل کرے۔

لوائح الانوار السبحة میں ارتکاب المومن کبيرة غير مکفرة بلا استحلال و يموت بلا توبة“ (یعنی کفر کے سوا کبیرہ گناہوں کا کفر نہ والا بشرطیکہ اس کو حلال نہ سمجھتا ہو اور وہ بلا توبہ کے مر جائے) کا ایک عنوان ہے اس عنوان کے تحت علامہ - غار غنی لکھتے ہیں:

فداختلف الناس في حكمه فأهل السنة لا يقطعون له بالعقوبة ولا بالعفو بل هو في مشية الله وإنما يقطعون بعدم الحلود في النار۔

اس قسم کے لوگوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل سنت ایسے شخص کے بارے میں نہ تو قطعی طور پر سزا کی بات کہتے ہیں اور نہ قطعی طور پر اس کے معافی کی بلکہ اس کو خدا کی مشیت کے حوالے کرتے ہیں (چاہے سزا دے چاہے معاف کر دے) قطعی حکم تو اس بات کا لگاتے ہیں کہ ایسا شخص ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں رہے گا۔ یعنی کسی خاص گناہ گار آدمی کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس گناہ گار کو لازمی طور سے عذاب ہو گا یا لازمی طور سے معافی ہوگی۔

اسی طرح کی بات نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے بھی منقول ہے۔

فقہ اکبر میں ہے:

”وما كان من السِّنَاتِ دُونَ الشَّرْكِ وَلَمْ يَتَّبِعْ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ مَوْناً فَإِنَّهُ

فِي مَشْيَةِ اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذِبَهُ وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَلَمْ يَعْذِبْهُ إِلَّا بِالسَّارِ أَبَدًا“

جس مسلمان نے شرک کے سوا دوسرے گناہ کیے اور اس سے توبہ نہیں کیا مگر ایمان پر مرا تو ایسا شخص خدا کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو اس کو عذاب دے چاہے تو اس کو معاف کر دے لیکن اس کو جہنم میں ہمیشگی کا عذاب نہیں دے گا

امام ابو حنیفہ نے عثمان غنی کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

”ومن اصاب الايمان وصيغ تنيا من الفرائض كان مومنا مدبياً وكان لله فيه المشية ان شاء عذبه وان شاء غفر له فان عذبه على تصيغه شيئاً فعلى ذنب يعذبه وان غفر له فذنباً يغفره“

یعنی جسے ایمان کی دولت حاصل ہے اور فرائض کی امانتیں میں چھو کوتاہی کیا ہے تو وہ گناہ گار مسلمان ہوگا اور خدا کی مشیت کے تحت ہوگا چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اس کو معاف کرے۔ اگر اس کو کسی کوتاہی پر عذاب دے گا تو گناہ پر عذاب دیا اور اگر اس کو معاف کرے تو گناہ کو معاف کیا۔

امام طحاوی نے عقیدۃ الطحاوی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے سراحت سے ذکر کیا ہے کہ میں اس کتاب میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے عقائد کو بیان کروں گا وہ اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

”لانكفر احدا من اهل القبلة بذنب مالم يستحل له ولا نقول لا يضر مع الايمان ذنب لمن عمله ونرجو من المحسنين من المومنين ان يغفرو عنهم ويدخلهم الجنة برحمته ولانؤمن عليهم وتشهد لهم بالجنة ونستغفر لمسيئهم ونخاف عليهم ولا نقنطهم“

کسی مسلمان کو کسی ایسے گناہ کے ارتکاب پر جس کو حلال نہ سمجھ کر کیا ہو اس کی تکفیر نہیں کرتے اور اسکے ساتھ یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے بعد گناہ گار کو گناہ نقصان نہیں دیتا۔ اور نیکو کار مسلمانوں کے لئے خدا کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ ان کو درگزر کرے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ لیکن ان کے بارے میں بالکل بے خوف بھی نہیں ہیں اور ان کے لئے جنت میں داخل ہونے کی شہادت بھی نہیں دے سکتے، اور ہم ان گناہ گار مسلمانوں کے لئے دعا، مغفرت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ڈرتے رہتے ہیں لیکن ان کو بالکلے مایوس بھی نہیں کرتے۔

علماء احناف نے علم کلام میں جتنی کتابیں تصنیف کی ہیں ان تمام کتابوں

میں اس مسئلہ کو اسی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سے اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں بھی متفق ہیں کہ کسی مسلمان کی کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔ خوارج اور معتزلہ ایسے شخص کو ایمان سے خارج کرتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے نزدیک ایمان کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ تمام اعمال صالحہ کا وجود نہ ہو امام بخاری صحیح بخاری میں۔

”المعاصی من أمر الجاہلیة ولا یکفر صاحبها بار تکابها الا بالشک بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: وانک امرأ فیک جاہلیة۔“

بقول اللہ تعالیٰ: ان اللہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک “
(گناہ کا قرآنہ عمل ہیں اور گنہگار کی کسی گناہ سے بجز شرک کے تکفیر نہیں کی جائے گی حدیث ”انک امرأ فیک جاہلیة“ اور اللہ کے قول ان اللہ لا یغفر ان یشرک به کی وجہ سے) کا باب مقرر کر کے معتزلہ و خوارج کی تردید چاہتے ہیں۔

قال ابن البطال: غرض البخاری الرد علی من یکفر بالذنوب کالخوارج ویقول إنه من مات علی ذلک یخلد فی النار والأیة ترد علیهم لأن المراد بقوله ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء “أی من مات علی کل ذنب سوا الشرک“

”ابن بطال کہتے ہیں! کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا ہے جو گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں جیسے خوارج، اسی طرح سے ان لوگوں کی بھی تردید کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ جو توبہ کئے بغیر مراد وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا آیت ان کا رد کرتی ہے اس لئے کہ ”ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ سے مراد ایسا شخص ہے جو کفر و شرک کے علاوہ کسی گناہ پر مراد ہو۔“

تمام سلف اور اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان کے وجود و تحقق کے لئے لازم نہیں ہیں اور ان کی نفی سے ایمان کی نفی نہیں ہوگی اور ایسا شخص مومن رہے گا مگر ناقص مومن رہے گا گنہگار مومن ہوگا۔ یہی بات امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے ضروری ہیں۔ نفس مسئلہ میں اتفاق کے بعد

ایمان اور عمل کے اس طرح کے باہمی تعلق اور رابطے کی تفسیر میں انداز بیان میں اختلاف ہو گیا ہے۔

سلف کا انداز بیان

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ایمان کی تعریف کرتے ہوئے سلف کا مذہب لکھتے ہیں:

”فالسلف قالوا هو اعتقاد بالتب وصدق باللسان وعمل بالأركان
واردوا بذلك أن الأعمال شرط في كماله“

سلف قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار اور اعضا اور جوارح کے عمل کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں اور ان لوگوں کی مراد اس سے یہ ہے کہ اعمال ایمان کے کمال کے لئے شرط ہیں۔

محقق جلال الدین دوانی نے شرح عقائد العصديۃ میں اسی مضمون کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”وتفصيل المقام ان ههنا أربعة احتمالات الأول أن يجعل
الاعمال جزءاً من حقيقة الإيمان داخل في قوام حقيقته حتى يلزم من عدمها
عدمه وهو مذهب المعتزلة والثاني أن تكون اجزاء أعرافية للإيمان فلا يلزم
من عدمها عدمه كما يبعد في العرف الشعور والطفرو اليد والرجل أجزاء لربيد مثلاً
ومع ذلك لا يقال: بانعدام زيد بانعدام أحد هذه الأمور كالأعصان والأوراق
للشجرة تعد أجزاءً منها ولا يقال تنعدم بانعدامها وهذا مذهب السلف“

ایمان میں مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے بارے میں چار احتمال ہیں۔ پہلا احتمال اعمال کو ایمان کی حقیقت کا جز قرار دیا جانے، ایمان کی حقیقت میں داخل مانا جائے اس طرح سے کہ اس جز کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم ہو جائے اور یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء، عرفیہ ہوں کہ اعمال کے معدوم ہونے سے ایمان معدوم نہ ہو جیسا عرف

میں زید کا بال، اٹل کا ناخن، ہاتھ، پیر مثلاً زید کے اجزاء ہیں اس کے باوجود نہیں کہا جاسکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے معدوم ہونے سے زید معدوم ہو گیا۔ یا جیسے کسی درخت کے پتے اور اس کی شاخیں ہوں جو درخت کے اجزاء شمار کئے جاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے معدوم ہونے سے درخت معدوم ہو گیا۔

متکلمین، فقہاء اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کا انداز بیان

متکلمین فقہاء اور امام ابو حنیفہؒ اعمال اور ایمان کے باہمی ربط کو ظاہر کرنے کے لئے جز کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں گو ایمان کے کمال کے لئے عمل کو لازم و واجب کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ”مَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ“ جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی کوشش کرے بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو۔

امام ابو حنیفہؒ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل کو الگ الگ کر دیا ہے کہ لوگ پہلے ایمان لائے پھر تقاضائے ایمان کے مطابق عمل کئے۔ اہل ایمان ایمان کی وجہ سے نماز روزہ حج وغیرہ انجام دیتے ہیں نہ کہ ان چیزوں کی وجہ سے مومن ہوئے۔ (العالم والمنعالم)

عثمان بنی کے نام خط میں امام ابو حنیفہؒ تحریر کرتے ہیں کہ ”حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے آپ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی جس کسی نے اس دعوت کو قبول کیا اور وہ اس کا اقرار کیا وہ شخص اسلام میں داخل ہوا کفر و شرک سے بری ہوا اس کا خون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اس کے بعد فرائض اور مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں آیات کا نزول ہوا۔ اور ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہو گئے۔ “اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“، ”مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا“ اور اس جیسے بہت سے ارشادات ہیں۔ لیکن اعمال کی کوتاہی سے تصدیق و ایمان کا ضیاع لازم نہیں آتا ہے،

کیوں کہ تصدیق عمل کے بغیر حاصل ہو چکی ہے اگر عمل سے محروم انسان ایمان سے بھی محروم ہوتا تو اس پر مومن کا اطلاق نہ ہوتا اور نہ اس کی حرمت باقی رہتی۔ تصدیق و ایمان کی وجہ سے اس کو مومن کہا جاتا ہے کیا تم ایک مومن کو مومن ظالم، مومن مذنب، مومن خاطی، مومن عاصی نہیں کہتے؟ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم امیر المومنین کہلاتے تھے کیا مومنین سے صرف مطہعین مراد تھے تحقق دوانی "شرح عقائد عضد یہ" میں اس کی تفصیل و تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"الاحتمال الثالث أن تجعل الأعمال آثاراً حارحة عن الإيمان مسببة له"

تیسرا احتمال کہ اعمال ایمان کا نہ جز، حقیقی ہونہ جز عرفی ہو ایمان کی حقیقت

سے خارج ہو اس ایمان کے آثار ہوں، ایمان ان کے لئے اعمال کا باعث ہو۔

"و يطلق عليها لفظ الإيمان مجازاً"

اور اعمال پر ایمان کا اطلاق مجازی ہے

تحقق دوانی نے دوسرے اور تیسرے احتمال کے بارے میں جو سلف اور فقہاء اور متکلمین کا قول ہے کہا۔

"لا مخالفة بين وبين الاحتمال الثاني إلا أن يكون إطلاق اللفظ عليها

حقيقة أو مجازاً وهو بحث لفظي"

دوسرے اور تیسرے احتمال کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے۔ زیادہ سے

زیادہ جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے احتمال کی بنیاد پر اعمال پر ایمان کا اطلاق

بطور حقیقت کے ہوگا اور تیسرے احتمال پر ایمان کا اطلاق بطور مجاز کے ہوگا اور یہ

ایک لفظی اور لغوی بحث ہے کوئی شرعی بحث نہیں ہے

اور احتمال ثانی میں تفصیل کرتے ہوئے کہا۔

"فكان لفظ الإيمان عندهم موضوعاً للتقدير المشترك بين التصديق

ومجموع التصديق والأعمال فيكون أخلاقه على التصديق فقط وعلى

مجموع التصديق والأعمال حقيقة"

سلف کے یہاں لفظ ایمان کو تصدیق محض اور تصدیق اور اعمال کے

مجموعے میں جو قدرے مشترک ہے اس کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ لہذا ایمان کا اطلاق تصدیق محض پر بھی بطور حقیقت ہوگا۔ اسی طرح تصدیق اور اعمال کے مجموعے پر بھی اس کا اطلاق بطور حقیقت ہوگا۔

ان ساری تفصیلات سے یہ بات رہز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ سلف اور متکلمین اور فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مابین اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ تعبیر کے طریقے میں ہے انداز بیان میں ہے اس کی تفصیل اور تشریح کی نوعیت میں ہے۔ اور اس طرح کے اختلافات میں کسی پر جرح و قدح کرنا اور اس کو مطعون کرنا کسی طرح صحیح اور جائز نہیں ہے۔

اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بیان

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ حجۃ اللہ کے مقدمہ اور دیباچہ میں علماء کے درمیان اختلافی مسائل کی تحقیق اور اس پر جرح و قدح کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”وقسم لم ينطق به الكتاب ولم تستفيض به السنة ولم يتكلم فيه الصحابة فهو مطوى على غره فجاء ناس من اهل العلم فتكلموا فيه واختلفوا وكان خوضهم فيه اما استنباطا من الدلائل النقلية كفضل الانبياء على الملائكة وفصل عائشة على فاطمة وإمالتوقف الأصول الموافقة للسنة عليه وتعلقها به بزعمهم . وإما تفصيلاً وتفسيراً لما تلقوه من الكتاب والسنة فاختلَفوا في التفصيل والتفسير بعد الاتفاق على الأصل . . . وهذا القسم لستُ استصح احدى الفرقتين على صاحبها بأنها على السنة وكيف وإن أريد به قُح السنة فهو ترك الخوض في هذه المسائل رأساً كما لم يخض فيها السلف ولما أن مست الحاجة إلى زيادة البيان فليس كل ما استبطوه من الكتاب والسنة صحيحاً أو راجحاً ولا كل ما حسبه هؤلاء متوقفاً على شيء مسلم التوقف ولا كل ما أورده مسلم الرد ولا كل ما حوَّاه به من التفضيل والتفسير احق مما جاء به غيرهم ولما ذكرنا من أن كون الإنسان متناً معتبراً بالقسم

الأول دون الثاني ترى علماء السنة يختلفون فيما بينهم في كثير من المسائل -
 دوسری قسم کے مسائل کا نہ قرآن میں کوئی بیان ہے اور نہ وہ سنت میں
 مستفیض ہیں اور نہ اس مسئلہ میں صحابہ نے کوئی گفتگو کی بلکہ اسی طرح سے مبہم رہا
 یہاں تک کہ کچھ اہل علم آئے انھوں نے اس میں گفتگو کی اور ان میں باہم
 اختلاف ہوا اور ان کا غور و خوض کرنا دلائل نقلیہ سے استنباط کر کے ہو، جیسے نبیوں کی
 فضیلت فرشتوں پر یا حضرت عائشہ کی فضیلت حضرت فاطمہؓ پر یا ان کا غور و خوض
 کرنا اس میں اس لئے ہو کہ ان کے گمان میں جو اصول سنت سے ثابت ہیں ان
 مسائل پر موقوف اور اس سے متعلق ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں اسکی
 تفصیل اور تشریح میں غور و خوض ہو جس کی وجہ سے تفصیل و تشریح میں اختلاف ہوا
 لیکن نفس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے۔ میں اس قسم کے مسائل میں ایک فرقہ کے
 دوسرے فرقہ پر اہل سنت والجماعت ہونے میں فوقیت دینا صحیح نہیں سمجھتا ہوں
 کیوں کہ اگر اس سے خالص سنت مراد ہے تو ان مسائل میں سرے سے غور و خوض
 ہی نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ سلف نے اس میں غور و خوض نہیں کیا اور جب زیادہ
 وضاحت کی ضرورت آ پڑی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے کتاب
 و سنت سے استنباط کیا ہو وہ سب کا سب صحیح یا راجح ہو اسی طرح سے یہ کوئی ضروری
 نہیں ہے کہ ان لوگوں نے جن چیزوں کو اس کا موقوف علیہ سمجھا ہو وہ واقعی موقوف
 علیہ ہوں، اسی طرح یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو جس طرح انہوں نے
 واجب الرد سمجھا ہو وہ کل کا کل غلط ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ تفسیر
 و تفصیل انہوں نے بیان کی ہے وہ تمام کی تمام حق ہو بہ نسبت اس تفسیر کے جو
 دوسروں نے بیان کی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ پہلے قسم کے مسائل ہی سنی
 ہونے کے لئے ضروری ہیں نہ کہ اس دوسری قسم کے مسائل، اسی لئے تم اہل سنت
 علماء کو دیکھتے ہو کہ باہم بہت سی جگہوں میں اس دوسری قسم کے مسائل میں
 اختلاف کرتے ہیں۔

اس مسئلے میں عقیدۃ الطحاوی کے شارح کا بیان

عقیدۃ الطحاوی کے شارح نے اختلاف کی دو قسمیں اختلاف تنوع اور اختلاف تضاد ذکر کر کے اختلاف تنوع کی تفصیل و تقسیم کی اور لکھا:-

”اختلاف التنوع علی وجود صفة ما یکون کل واحد من فعلین أو قولین حقاً مشروعاً کما فی القراءات الّتی احسب فیہا الصحابة رضى الله عنہم حتی رجرهم الّسی صلی الله عنہ وسلم وقال کذا کما محسن ومثله اختلاف الأنواع فی صفة الاداء والإقامة والاستفتاح ومحل سجود السهو وصلوة الخوف وتکبیرات العید ونحو ذلك مما قد شرع جمیعہ وإن کان بعض أنواعه أرحح أو أفضل، ثم نجد الكثير من الامة فی ذلك من الاختلاف ما أوجب اقتتال طوائف منهم علی شمع الإقامة ونحو ذلك وهذا عین المحرم ومنه ما یکون کل من القولین هو فی معنی القول الآخر لکن العبارتان مختلفتان کما یختلف کثیر من الناس فی ألفاظ الحدود وصیغ الأدلة والتعبیر عن المسمیات ونحو ذلك ثم الجہل أو الظلم یحمل علی احدی الطائفتین والاخری والاعتداء علی قائلها۔

اختلاف تنوع کی ایک قسم یہ ہے کہ دونوں فعل اور قول صحیح اور حق ہوں جیسے ابتداء میں صحابہ کے درمیان قراءتوں میں اختلاف ہوا آپ نے ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو اختلاف نہ کرو ”کلاکما محسن“ یا جیسے کلمات اذان میں ترجیح اور عدم ترجیح کا اختلاف یا اقامت کے کلمات میں ثنی وفرادی کا اختلاف، ثناء کے مختلف صیغوں میں اختلاف اور سجدہ سہو کے قبل السلام اور بعد السلام میں اختلاف، تشہد کے کلمات و صیغوں میں اختلاف جس میں سبھی طریقے جائز ہیں تو ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہو اس میں اس طرح اختلاف کرنا کہ باہمی قتال و نزاع کی نوبت آجائے یہ حرم و ناجائز

ہے۔ اختلاف نوع کی قسموں میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ دونوں قول ایک دوسرے کے ہم معنی ہوں لیکن دونوں کی عبارتیں مختلف ہوں جیسے بہت سے لوگوں کی تعریفات کے الفاظ میں اور اسی طرح مسمیات کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے ایسی صورت میں ایک طبقہ کی تعریف اور دوسرے کی مذمت برابر جہالت و نادانیت پر مبنی ہوگا اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو دوسرے کے حق میں ظلم اور تعدی ہے۔ پھر شارح عقیدۃ الطحاوی اس کے بعد اختلاف نوع کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ ان دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں کی قرآن تعریف کر رہا ہے بشرطیکہ ایک نے دوسرے پر ظلم و تعدی نہ کی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

”ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فاذن الله“

جب کہ لوگوں کا کھجور کے درختوں کے کاٹنے میں اختلاف ہوا ایک

جماعت نے کاٹا دوسرے نے نہیں کاٹا تو خدا نے دونوں فریق کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح ”وداؤد وسليمان اذ يحكمان اذ الحرث اذ نفشت فيه غنم

القوم وكنالحكمهم شاهدين ففهمنا سليمان و كلالا اتينا حكما وعلما۔

اس واقعہ میں حضرت سلمان نے ایک فیصلہ دیا اور حضرت داؤد نے

دوسرا فیصلہ دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سليمان کو فہم کے ساتھ متصف

کیا مگر حضرت داؤد وسليمان علیہما السلام دونوں کی تعریف کرتے ہوئے

فرمایا۔ ”و كلالا اتينا حكما وعلما“

اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ بنی قریظہ جاتے ہوئے وقت کے

اندر راستے میں نماز پڑھنے والوں اور جنہوں نے اس کو وقت سے موخر کیا اور بنو قریظہ

جا کر نماز پڑھی دونوں میں سے کسی کو آپ نے زجر و توبیخ نہیں کیا۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

”اد احتهد الحاكم فاصاب فله احرار و ادا احتهد و اخطا فله احرار“

مذمت ان لوگوں کی ہے جو دوسرے پر ظلم اور تعدی کریں۔ جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی

”الاما تم ربك“ کے تحت لکھتے ہیں:

فان رحمهم الله اقر بعضهم بعضا ولم يبع بعضهم على بعض كما كان الصحابة في خلافة عمر وعثمان يتنازعون في بعض مسائل الاجتهاد فيقر بعض بعضا ولا يعتدي ولا يعتدى عليه وان لم يرحمهم وقع بينهم الاختلاف المذموم فعلى بعضهم على بعض اما بالقول مثل تكفيره وخسفه واما بالفعل مثل حسنه وضربه وقتله۔

اگر خدا نے ان پر رحم کیا تو یہ اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کے حق کا اعتراف کریں گے اور کوئی کسی ظلم و تعدی نہیں کرے گا جس طرح حضرت عمر و عثمان کے دور میں صحابہ کا اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا تو کسی نے کسی پر ظلم و تعدی نہیں کی اور ہر ایک نے دوسرے کے حق کا اعتراف کیا اور اگر خدا کی طرف سے ان پر رحم نہیں ہوگا تو ایسی جماعت مذموم اختلاف میں پڑ جائے گی اور ایک دوسرے پر قولاً ظلم کرے گی جیسے کسی کی تکفیر یا تفسیق یا عملاً جیسے مارنا، قید کرنا، قتل کرنا۔

اصل مسئلہ کے بارے میں

اس تمہید کے بعد غور کریں کہ محدثین فقہاء متکلمین اور امام ابو حنیفہ کے درمیان اصل مسئلہ میں اتفاق ہے۔ تعبیر اور انداز بیان کا صرف فرق ہے جیسا کہ اس کو بہت تفصیل سے واضح کیا گیا، محدثین اور معتزلہ اور خوارج کی تعبیر میں لفظی مشابہت پائی جاتی ہے جس طرح خوارج و معتزلہ اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح سے محدثین بھی اعمال کو اجزاء ایمانی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ مگر دونوں کے درمیان جز کے مفہوم میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ معتزلہ اور خوارج کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے ایمان ختم اور معدوم ہو جاتا ہے اور محدثین کے یہاں اس جز کے فوت ہونے سے اس کا ایمان زائل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایمان باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ خلود فی النار کا مستحق نہیں رہتا ہے۔ اگر اس لفظی مشابہت کی وجہ سے کوئی شخص محدثین کو فرقہ

معتزلہ اور خوارج میں شمار کرنے لگے اور ان کو معتزلی اور خارجی کہنے لگے تو کیا یہ سراسر خلاف حقیقت نہیں ہوگا اور جہالت پر مبنی نہیں ہوگا اور اگر اس فرق کو جانتے ہوئے ان حضرات کے بارے میں اس لفظ کا استعمال کرے گا تو سراسر خلاف حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر ظلم و تعدی بھی ہوگی اور الا مارحہ سنت سے خارج ہوگا جیسا کہ شارح عقیدۃ الطحاوی نے اس کو تفصیل سے بیان کیا، اسی طرح اس مسئلہ میں جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اس کو مانتے ہوئے اس کی تفصیل تنسیہ اندہ از اور تعبیر کے اختلاف کی وجہ سے کوئی شخص اہل سنت ہونے سے خارج نہیں ہوگا جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے حجة اللہ البالغہ میں اس کو بیان کیا اور ان کے اس بیان کو ہم نے ماقبل میں نقل بھی کر دیا ہے۔

اسی طرح فقہاء، متکلمین، امام ابو حنیفہ کی تعبیر اور مرجعہ ضالہ کی تعبیر میں بس اتنی سی مشابہت ہے کہ یہ حضرات بھی اعمال کے جز ہونے کی نفی کرتے ہیں اور مرجعہ بھی نفی کرتے ہیں مگر آگے دونوں کے درمیان فرق عظیم ہے، کہ مرجعہ ضالہ اعمال کو کوئی حیثیت نہیں دیتے اس کی حاجت و ضرورت کی نفی کرتے ہیں گناہوں کے ارتکاب کو ضرر رساں نہیں بتاتے، فقہاء متکلمین اور امام ابو حنیفہ اعمال کو حیثیت دیتے ہیں اس کی حاجت و ضرورت کو ثابت کرتے ہیں گناہوں کے ضرر رساں ہونے کو بیان کرتے ہیں اب اگر کوئی اتنی سی مشابہت کی بنا پر ان حضرات کو فرقہ مرجعہ میں شمار کرنے لگے اور ان کو مرجعہ کہنے لگے تو اس کی یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہوگی اور کہنے والے کی جہالت کو ظاہر کرے گی اور جو جان بوجھ کر اس طرح کی بات کہے گا تو ان حضرات پر ظلم ہوگا، اور الا مارحہ ربک سے خارج ہوگا اور ”ما اختلف الذین اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءهم العلم بعیا بینہم“ کا مصداق ہوگا۔

امام ابو حنیفہ پر ارجاء کی تہمت کے اسباب

اس صورت حال کے بعد ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ امام ابو حنیفہ کو کوئی مرجعہ نہ کہتا

فرقہ مرجہ میں ان کو کوئی شمار نہ کرتا اسی لئے ابو زہرہ نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ کو اسی صورت میں مرجی کہا جاسکتا ہے جب ان عقائد کے حامل سب لوگوں پر ار جاء کا فتویٰ صادر کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صرف امام ابو حنیفہ ہی مرجیہ سے نہیں ہوں گے بلکہ معتزلہ کو چھوڑ کر تمام محدثین و فقہاء اس زمرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ پر ار جاء کی تہمت لگائی گئی ان کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ان پر اس کا افتراء کیا، اور ان کی وفات کے بعد بھی اپنی غرض فاسد کے لئے امام صاحب کی طرف ار جاء کو منسوب کیا، اس کی بنیادی وجہ تو امام صاحب کی بقری شخصیت اور ان کے گونا گوں کمالات ہیں۔ ابو زہرہ لکھتے ہیں ”فقہ اسلامی کی تاریخ کسی ایسے شخص سے آشنا نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ کی طرح جس کی مدح و قدح کرنے والے بڑے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہوں، جہاں آپ کی تعریف کرنے والوں نے بڑی کثرت سے کتابیں لکھیں تو مذمت کرنے والوں نے بھی ہر طرح کی جرح و قدح کی جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ فکر و نظر میں ایک مستقل مسلک کے بانی تھے جس میں آپ نے بڑے غور و فکر سے کام لیا کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ کے شاخوانوں کے ساتھ ایک گروہ مخالفین کا نہ ہوتا مگر آپ کے مخالف زیادہ تر وہ لوگ تھے جو فکر کے میدان میں آپ کا مقابلہ نہ کر سکے یا آپ کے افکار و آراء ان کے فہم و ادراک سے بالا تھے یا پھر ایسے لوگ تھے جو ہر اس طریقہ کو بدعت اور خلاف حق قرار دیتے تھے جس میں صرف اقوال صحابہ پر اکتفا نہ کیا جائے اور آپ کے بعض ناقدین تو آپ کے علم و فضل و ورع اور تقویٰ وغیرہ سے ناواقف بھی تھے اس قسم کے لوگوں کا شور و غل کتنا بھی زیادہ رہا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی منشا کے برخلاف تاریخ نے آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہونے والوں کے اقوال کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔ اور ثابت کر دیا کہ یہی شہادت چکی شہادت ہے۔ امام ابو حنیفہ پر نکتہ چینیوں کی نکتہ چینی بس یہی رہ گئی ہے کہ کسی انسان کی قدر و قیمت کیسی بھی ہو اس کا فکر و اخلاص کسی بھی درجہ کا ہوشک و شبہ سے اس کی ذات محفوظ نہیں رہ سکتی یہ اور بات ہے کہ اس سے اس کے وقار میں کمی نہیں آتی بلکہ وہ اور زیادہ قدر و قیمت کا حامل ہے۔

ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس تہمت لگانے کے خاص اسباب بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے پھر بھی مختصراً تین سبب کو ذکر کر رہا ہوں۔

نمبر (۱) اہل بدع نے آپ پر تہمت لگائی اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ابتداً اہل علم کلام ہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس علم میں مہارت حاصل کی اور اتنا ہی نہیں بلکہ علم کلام کے موضوع پر کتابیں بھی تصنیف میں اور کتابوں کے لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے فرقوں کے حامی عقائد کی تردید بھی کی، ان سے مباحثہ مناظرہ بھی کیا، آپ زیرک اور ہوشیار تھے حریف مقابل کو خاموش کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے اس کو خوب جانتے تھے۔ مباحثہ اور مناظرہ کرنے والوں کو لا جواب کر دیتے اپنی ذہانت، فطانت اور مہارت سے ایسے دلائل مہیا کرتے جو لوگوں کے ذہنوں سے قریب ہوں جس سے حق بات کا سمجھنا لوگوں کے لئے سہل و آسان ہو جاتا اور مخالفین کو رسوائی اٹھانی پڑتی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو امام صاحب سے بڑی حد تک کد اور دشمنی ہو گئی تھی معتزلہ اور خوارج کی ویسے بھی عادت تھی کہ اپنے مخالفین کو مرجحہ کا لقب دے کر عام مومنین میں بدنام کریں مگر امام صاحب اس کا زیادہ نشانہ بنے، عبدالکریم شہرستانی نے گونا گوں وجوہ کی بنا پر لکھا ہے ”والمعتزلة كانوا يلقبون كل من خالفهم في القدر مرجحاً وكذلك الوعبيدة من الخوارج“ یعنی معتزلہ ہر کسی کو جو مسئلہ تقدیر میں ان کے مخالف ہو اس کو مرجحی کہہ دیتے تھے یہی حال خوارج کا بھی تھا

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں

”اشتهر من مذهب المعتزلة أن صاحب الكبيرة بدون التوبة مخلد في النار وإن عاش على الإيمان والطاعة مائة سنة ولم يفرقه بين أن تكون الكبيرة واحدة أو كثيرة واقعة قبل الطاعات أو بعدها أو يسبقها جعلوا عدم القطع بالعقاب ونعوبص الأمر إلى الله يعمر إن شاء ويعذب إن شاء على ما هو مذهب بأهل الحق إرحاء، أعمى أنه تاحير بالأمر وعدم جرم بالعقاب والثواب وبهذا الاعتراض جعل أبو حنيفة وغيره من المرجحة“

معتزلہ کا مشہور مذہب ہے کہ مرتکب کبیرہ بغیر توبہ کے مرا تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔ اس کے مقابل میں جو لوگ عذاب کا قطعی حکم نہیں لگاتے اور خدا کی مشیت کے حوالے کرتے کہ اللہ چاہے تو معاف کر دے چاہے عذاب دے اس عقاب و ثواب کے قطعی حکم نہ لگانے کو وہ لوگ ارجاء کہتے تھے۔ اور اسی اعتبار سے ابو حنیفہ وغیرہ کو مرجعہ قرار دیا گیا۔

اور خود امام ابو حنیفہ نے اپنے اہل ارجاء کے بارے میں عثمان بنی کے نام جو خط لکھا ہے اس میں بھی اس وجہ کو ذکر کیا ہے:

أما ما ذكرت من اسم المرجئة فما دلت قوم بكنموا بعدل و سماهم
أهل البدع بهذا الاسم ولكنهم أهل العدل والبر وإنما هذا اسم سماهم به
أهل شان.

مرجعہ کی بات جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے تو ایسی جماعت کا کیا قصور ہے جنہوں نے ایک درست بات کہی اور اہل بدع نے انہی مرجعہ کا نام دے دیا۔ حالانکہ وہ لوگ اہل عدل و اہل سنت ہیں۔

ان کو یہ نام بغض و عداوت رکھنے والوں نے دیا۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ کی مقبولیت اور ان کے متبعین کی کثرت کی وجہ سے مرجعہ ضلہ کے ایک فرقے کا بانی غسان بن ابان الکوفی نامی لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے مسلک کی اشاعت کے لئے امام اعظم کے نام کو استعمال کرتا تھا اور اس غلط مذہب کو امام کی طرف منسوب کرتا تھا، چنانچہ شارح مواقف لکھتے ہیں:

”وكان غسان المرجي ينقل الارجاء عن ابي حنيفة ويعدده من
المرجية وهو افتراء عليه قصد به غسان ترويح مذهبه بنسبه الى
هذا الامام الحليل“

”غسان مرجی کہتا تھا امام اعظم مرجی تھے اور مذہب ارجاء کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا جو سراسر جھوٹ اور افتراء ہے امام صاحب کی طرف

نسبت کرنے کا مقصد اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت تھی۔

اسی طرح کی بات عبدالکریم شہرستانی بھی نقل کرتے ہیں، امام صاحب کے ناقدین میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے علم و فضل و غیرہ کی زیادہ معلومات نہیں رکھتے تھے، حضرات اس قسم کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو گئے۔

(۳) حضرات محدثین کی ایک معتد بہ جماعت ایسی تھی جن کی پوری توجہ کامروز صرف علم حدیث کی روایت و سناخ تھا۔ یہ حضرات حدیث کی روایت اور اس کی سند کے بیان ہی کو علم اور دین جانتے تھے اور اسکے مضمون میں غور فکر اور مسائل کا استنباط اور اس کے مآخذ کو معلوم کرنا ایک طرح سے بدعت سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے اگر کسی فقیہ کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کر رہا ہے اور اس کے مآخذ و مدارک کو بیان کر رہا ہے تو اس پر برا فروختہ ہو جاتے اور اس پر اعتراض کرنے لگتے اور اس پر ایسی جرح و قدح کرتے جو ان حضرات کی معلومات کی مطابق اس پر منطبق ہو سکے، ان کا ذہن تنگ اور معلومات سطحی تھے جس کی وجہ سے اگر کوئی متکلم صفات باری تعالیٰ میں بحث کر رہا ہو یا کوئی صوفی نفس کے احوال اور اسکی کیفیات کا تذکرہ کرتا حتیٰ کہ اگر کوئی محدث تسلسل سے اشعار بھی پڑھتا تو اس پر بھی برا فروختہ ہو جاتے تھے اور اس پر بھی جرح و قدح کرتے تھے۔ امام شافعی کا ترجمہ لکھتے ہوئے یا قوت حموی نے مصعب زبیری سے نقل کیا ہے مصعب کہتے ہیں کہ میرے والد اور امام شافعی دونوں ایک دوسرے کو اشعار سنار ہے تھے امام شافعی کو بے شمار اشعار یاد تھے امام شافعی نے ہذیل کے تمام اشعار زبانی سنا دیے اس کے بعد میرے ابا سے کہنے لگے کہ کسی حدیث کی روایت کرنے والے کو میری یہ بات نہ بتا دینا۔ اسلئے کہ ان لوگوں کے لئے یہ ناقابل برداشت عمل ہے۔

”لَا تَعْلَمُ بِهَذَا الْحَدَّثُ أَهْلُ الْحَدِيثِ فَإِنَّهُمْ لَا يَحْتَمِلُونَ هَذَا۔“

حماد بن اسامہ جو مشہور محدث ہیں جن کو الحافظ الحجہ کہا جاتا ہے ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں انکا ایک قصہ نقل کیا ہے طرطوس میں عبداللہ بن مبارک کے یہاں گئے، انھوں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ آپ نے حدیث کی یہ کتاب لکھی

ہے اور انہیں ابواب اور عنوان قائم کئے ہیں آپ کی یہ بات مجھے بالکل پسند نہیں، مشائخ کا یہ طریق نہیں تھا۔

فقلت یا اباعبد الرحمن انی لانکرہذہ الابواب والتصیف الذی
وضعتہ ماہکذا الدرکنا المشبحة۔

اگرچہ صحابہ کے دور ہی سے دونوں طرح کے علماء دین کی خدمت کرتے رہے، ایک قسم حفاظ حدیث کی جن کا کام روایات کو یاد رکھنا جیسی سنی ویسی ہی دوسروں تک پہنچادینا ان حضرات نے امت کے لئے دین کو محفوظ رکھا، دوسری قسم فقہائے اسلام کی جن کا کام مسائل کا استنباط و استخراج تھا عبداللہ بن عباس حرامت، قرآن کے ترجمان ہیں مگر ایسی احادیث جس میں ذاتی سماع کی تصریح ہو میں پچیس سے زیادہ نہیں۔ حافظ ابن حزم کہتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن موسی نے ابن عباس کے صرف فتاویٰ میں جلدوں میں جمع کئے اور یہ ان کے دریائے نقاہت کا ایک چلو ہے، ان کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہ حفظ روایت میں علی الاطلاق حافظ امت ہیں ان کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے فتاویٰ کو ایک چھوٹے سے جزء میں جمع کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں طرح کے علوم حاصل کرنیوالوں کے ذوق و شرب میں اختلاف بڑھتا رہا جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر تنقید و تبصرہ سے آگے جرح و قدح تک کی نوبت آگئی، مصعب بن احمد امام مالک کے ان اہم شاگردوں میں سے ایک ہیں جن سے مؤطا امام مالک منقول ہے، بخاری و مسلم، ابو حاتم، ابوزرعیہ، ذہلی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت کو نقل کیا ہے ایسے شخص کے بارے میں قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ابو بکر بن خثیمہ کہتے کہ جب میں نے ۲۱۹ھ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ وہاں پر میں کن کن لوگوں سے حدیث کی روایات کو قلمبند کروں گا تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ مصعب کے علاوہ جس کی روایت کو چاہو قلمبند کرو قاضی عیاض کہتے ہیں کہ خثیمہ اصحاب حدیث سے ہیں اور مصعب اصحاب الرائے سے، اور اصحاب حدیث کو اصحاب الرائے سے ایک طرح کی وحشت اور منافرت ہوتی تھی

جس کی وجہ سے مصعب کی روایت کو قلمبند کرنے سے منع کر دیا ورنہ مصعب کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ والا وهو ثقة لانعلم احداً ذكره الا بخير۔ وہی قاضی عیاض امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم برابر اہل الرائے پر جرح و قدح کرتے تھے اور اہل الرائے ہم پر جرح و قدح کرتے تھے، امام شافعی نے آکر ہمارے درمیان موافقت پیدا کرانی۔

قال احمد بن حنبل، ما رأينا نلعن احداً من اهل الرائے ولمنعوا من احس حياء المسلمين فمزج بيننا۔

قاضی عیاض اس جملے کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے صحیح احادیث کو لیا اور اس کو معمول بنایا اور ان حضرات کو دکھلایا اور بتلایا کہ ہر رائے اور قیاس غلط نہیں ہے بلکہ اسکی حاجت و ضرورت ہے شریعت کے احکام کی وہ بنیاد ہے اور اسی سے ماخوذ ہے اور اس سے اخذ کرنے کی کیفیت انکو سمجھائی اور بیان کی۔ امام شافعیؒ نے اصحاب حدیث کو جو بات سمجھائی اور بتائی امام محمد جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ ہیں اس بات کو امام شافعی سے بہت پہلے سمجھا اور بتلا چکے ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی اصول فقہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

قال محمد في كتاب ادب القاضي لا يستقيم الحديث الا بالرأى ولا يستقيم الرأي الا بالحديث۔

قاضی شریک مرجیہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے امام محمد نے کسی مسئلے میں ان کے یہاں گواہی دی تو قاضی نے ان کی گواہی کو رد کر دیا اور ان کی شہادت کو قبول نہیں کیا قاضی شریک سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کی گواہی کو کیوں رد کر دیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس شخص کی گواہی کو قبول نہیں کرتا جو کہتا ہو کہ نماز ایمان کا جز نہیں ہے یہ مسئلہ پہلے بہت تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرات محدثین جو اعمال کو ایمان کا جز قرار دیتے ہیں اور فقہاء اور متکلمین جز کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں دونوں کے یہاں ایمان کے کمال کے لئے اعمال لازم ہیں فرق صرف انداز بیان اور تعبیر کا ہے۔ حضرات محدثین کا

خیال ہے کہ اس تعبیر کی وجہ سے اعمال کی اہمیت باقی نہیں رہ جائیگی لوگ اعمال کا اہتمام نہیں کریں گے جس کی وجہ سے فسق و فجور کا شیوع ہوگا جس سے یہ حضرات برا فروختہ ہوئے اور مرجعہ سے اس صورتی مشابہت کی وجہ سے ان کی طرف ارجاء کی نسبت کر دی حالانکہ یہ حضرات محض ایمان کا مفہوم متعین کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ طاعات کو واجب و لازم بھی کہتے ہیں اس میں تسابل جائز نہیں سمجھتے تو اس سے اعمال کی اہمیت کس طرح کم ہوگی

ایک عالم دوسرے کے بارے میں جو جرح و قدح کرتا ہے تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔
(۱) ان الفاظ کے استعمال سے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ انسان کی طبیعت کچھ اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب آدمی غصہ میں ہوتا ہے تو سب و شتم کرتا ہے، لعن و طعن کرتا ہے، غصہ کے ٹھنڈے ہونے کے بعد اگر پوچھا جائے تو معذرت کرنے لگتا ہے اور کبھی اسکا استعمال بطور مذمت کے ہوتا ہے اس پر حکم لگانا مقصود نہیں ہوتا ہے اور مقصود اسکی خیر خواہی ہوتی ہے کہ شاید اس کام سے باز آتے اور کبھی دوسرے لوگوں کی خیر خواہی ہوتی ہے کہ وہ لوگ اس امر شنیع میں نہ پڑیں،

(۲) اور کبھی یہ لعن طعن اس سے مقصد اس پر اس کا حکم لگانا ہی ہوتا ہے ایسی صورت میں اس حکم کے غلط ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ احکامات ان کی بنیاد ظن پر ہوتی ہے اور ظن کبھی غلط بھی ہوتا ہے انسان کی نفسیات کچھ اسی طرح کی واقع ہے کہ جب آدمی کے ذہن میں کوئی بات آتی ہے اگرچہ وہ کمزور درجہ میں ہو پھر اس کے بارے میں ایسی بات سے واقف ہوتا ہے جس میں اس سابق بات کے موافقت اور مخالفت دونوں کا احتمال ہوتا ہے جو پہلی بات کے موافق احتمال ہے اسی کو ترجیح دیتا ہے اس طرح وہ بات ہوتے ہوتے اس کے نفس میں قوی ہو جاتی ہے، اس لئے اگر کوئی عالم جس عالم سے ناراض ہو اس پر جرح و قدح کرتا ہے تو اس کے بارے میں اس بات کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر یہ ناراضگی نہ ہوتی تو یہ چیز خود اس کی نظر میں بھی موجب جرح نہ تھی۔

وعین الرصد عن كل عيب كمنه بلونك عين السطح سدى المساويا

اسی لئے "مَد تَبَارَكَ وَتَعَالَى" نے مسلمانوں کو تنبیہ کی بِسْمِهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُونُوا
قَوَّامِینَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوْ اِلٰی الْوَالِدِیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنِ اِنْ یَکُنْ غَنَیًا
اَوْ فَقِیْرًا فَاِنَّ لِلّٰہِ اَوَّلٰی بَہِمَا وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی اِنْ تَعَدَّلُوا"۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا
"لَا یَجْرِمُکُمْ شَرَانِ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَا تَعْدِلُوْا اَعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی"

شدت بخش اسی طرح شدت محبت بسا اوقات تحقیق حال کے لئے زبردست
رکاوٹ بن جاتی ہے، اور انسان اس شدت بخش وجہ سے اس کے تمام معائنہ و مناقب
سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور اس کی برائیوں اور خرابیوں کے بیان کرنے کے سلسلے
میں بہت تساہل کرتا ہے، حقیقت حال کی جستجو کی تکلیف نہیں اٹھاتا اسکے قول و عمل کا بہتر
محمل ہو سکتا تھا مگر وہ اس پر محمول نہیں کرتا یہی حال شدت محبت کا بھی ہے اس میں بھی
آدمی غلو اور اسراف کرتا ہے اور اس کا اعتدال باقی نہیں رہتا پس جن حضرات اکابر نے
امام ابوحنیفہؒ کے احوال سے واقف ہونے کے باوجود ان پر جرح و طعن کی ان کے
بارے میں بھی ہم حسن ظن رکھتے ہوئے یہی تاویل کریں گے کہ وہ مومن غیور تھے اپنی
نیت میں سچے تھے انھیں امام ابوحنیفہؒ سے متعلق ایسی باتیں پہنچی ہوں گی جن کے بارے
میں ان کا خیال ہوا کہ وہ بدعت ہے یا انہیں غلط فہمی ہوئی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی
احادیث کو رد کرتے ہیں جس سے ان کی غیبت ایمانی جوش میں آگئی اور اللہ فی اللہ ان
سے غیظ و غضب ظہور ہوا اور ان سے امام اعظم کے بارے میں جرح و طعن کے الفاظ
صادر ہو گئے اور اس جرح و طعن کے ذریعہ سے ان کا یہ خیال اور گمان تھا کہ ہم شریعت
اور دین کا دفاع کر رہے ہیں اور اس خبر کی جیسی تحقیق کرنی چاہئے تحقیق نہیں کی حدیث
معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے سلسلے میں راوی مروی عنہ کا باہم لقاء و سماع ضروری
ہے یا ضروری نہیں ہے امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے امام بخاری کے نزدیک کم
از کم ایک مرتبہ لقاء و سماع ضروری ہے امام مسلم اس کو ضروری نہیں قرار دیتے امام مسلم
کو گمان ہوا کہ امام بخاری نے حدیث معنعن کے صحیح اور متصل ہونے کے لئے جو شرط

لگائی ہے اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کے ایک بہت بڑے ذخیرے لرر کرنا پڑیگا جسکی وجہ سے امام مسلم کو سخت غصہ آیا اور ان کے لئے حد درجہ قبیح لفظ "بعض متحلی الحدیث" بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا حالانکہ زیادہ تر علماء نے اس مسئلے میں امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے اور ہے وہ حضرات جنہوں نے حسد کی بنیاد پر جرح و قدح کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ تو ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے بجز اس کے کہ حاسدین کے شر سے اللہ کی پناہ حاصل کی جائے۔

ائمہ مجتہدین کا مقام و مرتبہ

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ دو طرح کی ہے الفاظ نبوت کی تبلیغ اور معانی کی تبلیغ، معانی کی تبلیغ کرنے والے فقہائے اسلام ہیں جن کو خدا کی طرف سے مسائل کے استخراج اور استنباط کی نعمت عطا کی گئی اور حلال و حرام کے ضابطے بنانے کے لئے متوجہ ہوئے فقہاء کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے - مارے آسمان میں، انہیں کے ذریعہ تاریکیوں میں سرگرداں لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں، لوگوں کو ان کی ضرورت کھانے اور پینے سے بھی زیادہ ہے، از روئے قرآن والدین سے بھی زیادہ ان کی اطاعت فرض ہے۔ (اعلام الموقعین)

ہر چند فقہائے اسلام اور مجتہدین بہت ہوئے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیان چند اشخاص ہی مقبول ہوئے، اس فن میں نبی کریمؐ سے مشابہت تامہ چند ہی حضرات کو نصیب ہوئی اور ان سب میں زیادہ مقبولیت امام اعظمؒ کو حاصل ہے، ان مخصوص ائمہ مجتہدین کا مجتہد ہونا تو اتر کے ساتھ ثابت ہے، شاہ اسماعیل شہید منصب امامت میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

احکام شرعیہ دو طریق پر حاصل ہوتے ہیں تحقیقا اور تقلیدا، اور انبیاء کا علم، تقلیدی علم کے قبیل سے بالکل نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان کو علم حاصل ہوا ہے اس کا کل کا کل بطریق تحقیق حاصل ہوا ہے، اور تحقیق کے دو طریقہ ہیں پہلا اجتہاد بشرطیکہ معقول ذہنی العقول

ہو، دوسرا الہام بشرطیکہ نفسانی مداخلت سے محفوظ ہو، پس انبیاء کے مشابہ علم احکام میں یا تو مجتہدین مقبولین ہوں گے یا ملہمین محفوظین ہیں، چونکہ کشف و الہام کی طرف احکام کی نسبت اوائل امت میں معروف و مشہور نہ تھی لہذا انبیاء کے مشابہ اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں لہذا انہیں کوائمہ فن سمجھنا چاہئے جیسے ائمہ اربعہ، ہر چند کہ مجتہدین دین بہت گزرے ہیں لیکن جمہور امت کے درمیاں مقبول یہی چند حضرات ہیں، پس گویا کہ مشابہت تامہ اس فن میں انہیں کے نصیب میں آئی، لہذا ان حضرات ائمہ کی عدالت ثابِت، امامت تواتر کے ساتھ ثابت ہے ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی جرح و قدح اور طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

لو كان كل من ادعى عليه مذهب من المذاهب الردية، ثبت عليه ما ادعى به وسقطت عدالته، وبطلت شهادته بذلك للزم ترك اكثر محدثي الأمصار، لانه ما منهم إلا وقد نصه قوم إلى ما يرغب به عنه، ومن ثبت عدالته لم يقبل فيه الجرح، وما تسقط العدالة بالظن“

جس کسی کی طرف کسی باطل اور غلط مذہب کی نسبت کر دینے سے وہ اس کا

مذہب مان لیا جائے اور اس کی عدالت ساقط ہو جائے اور اس سے اس کی

شہادت باطل ہو جائے تو بیشتر محدثین ناقابل اعتبار ہو جائیں گے، اس لئے کہ

ان میں سے ہر ایک کی طرف کسی نہ کسی نے ناپسندیدہ بات منسوب کی ہے۔ لہذا

جس کی عدالت ثابت ہوگئی اس کے بارے میں کسی کی جرح معتبر نہیں ہوگی اور

ظن و گمان کی بنا پر عدالت ساقط نہیں ہوگی

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

”كل رجل ثبت عدالته لم يفسد فيه تحريج أحد حتى يُبس ذلك بأمر

لا يحتمل غير جرحه“

جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں کسی کا جرح

وطعن کرنا معتبر نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو اس طرح ثابت نہ کر دے کہ اس میں جرح و طعن کے سوائے دوسرا کوئی احتمال نہ رہے۔ امام بخاری "جرء القراءات خفف الاماء" میں تحریر کرتے ہیں۔

"لم ينج كثير من الناس من كلام بعض الناس فيهم نحو ما يذكر عن ابراهيم من كلامه في الشعبي، وكلام الشعبي في عكرمة وكذلك من كان قسهم، وتناول بعضهم في العرض والفس ولم يلتفت اهل العلم الى ذلك ولا سقطت عدالة أحد الا ببرهان ثابت وحقبة.

بیشتر لوگ آپس میں ایک دوسرے کی جرح و قدح سے محفوظ نہیں رہتے اور جیسے ابراہیم نخعی کا کلام امام شعبی کے بارے، شعبی کا کلام عکرمہ کے بارے میں اسی طرح ان حضرات سے جو پہلے لوگ تھے ہر ایک نے دوسرے کے بارے میں جرح و قدح کی، مگر اہل علم نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، اور کسی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی ہے بغیر واضح دلیل کے جو ثابت ہو۔

محققین علماء، جو امام اعظم کے ہم عصر رہے اور انہوں نے جرح و قدح کیا ان کے قول کی ایک طرح سے تاویل کی جاسکتی تھی، اور ان کے علم و فضل کے پیش نظر ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ہم نے اس تاویل کو بیان کر دیا ہے، لیکن اب اس طرح کے جرح و طعن کی تردید اور تغلیط اس کثرت سے کی جاسکتی ہے۔ جس سے ہر کس و ناکس کو معلوم ہو گیا کہ یہ باتیں خلاف واقع اور غلط ہیں پھر امام اعظم کے بعد ان کی امامت ان کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے اور وہ اجماع تو اتر سے ثابت ہو چکا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی ان حضرات کی شان میں جرح و قدح اور طعن و تشنیع کرتا ہے اور ان غلط باتوں کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کے ساتھ حسن ظن کی اور اس کے قول کے تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور اس کا یہ قول و عمل اتباع ہونی پر مبنی نہ ہوگا اور ایسا شخص "لعنہ" حبر الامۃ اونہا تکا مصداق ہوگا۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں امت محمدیہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تہتر فرقوں میں دس فرقے بنیادی ہیں۔ پھر ان بنیادی فرقوں میں مرجنہ کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ یہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس میں سے ایک حنفیہ ہے۔

”وَأَمَّا الْحَنَفِيَّةُ فِيهِ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ عَمَّانَ بْنِ تَابِتٍ رَعِمُوا أَنْ الْإِيمَانُ هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَالْإِقْرَارُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَبِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِهِ حِمْلَةً عَلَى مَا ذَكَرَهُ “البرہوتی“ فی ”کتاب الشجرۃ“

اس عبارت میں امام اعظم کو مرجی نہیں کہا گیا ہے اور بلکہ اسی غنیۃ الطالبین میں متعدد جگہ امام ابو حنیفہ کو لفظ امام سے ذکر کیا ہے اور ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہوئے امام اعظم کے مذہب کو بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً فجر کا وقت بیان کرتے ہوئے کہا۔

”قال الإمام ابو حنیفۃ الإسفار أفضل“

دوسری جگہ تارک نماز کا حکم ذکر کرتے ہوئے کہا:

”وقال الإمام ابو حنیفۃ لا یقتل ولكن یحبس حتی یصلی ویتوب أو

یموت فی الحبس“

حنفی تو اس کو کہا جاتا ہے جو فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کرتا ہو، عقائد کے باب میں ان کے موافق ہو یا نہ ہو بہت سے لوگ فروعی مسائل میں حنفی ہیں مگر عقائد کے اعتبار سے معتزلی ہیں جیسے ”جار اللہ زنجیری مصنف کشاف یا جیسے ”القیہ“ کا مصنف ”الحاوی“ کا مصنف ”المجتبی“ کا مصنف اسی طرح عبدالجبار ابو ہاشم جبائی وغیرہ یہ سب حنفی کے ساتھ معتزلی ہیں اسی طرح کچھ ایسے بھی حنفی ہو سکتے ہیں جو مرجی ہوں جس کا تذکرہ شیخ عبدالقادر نے کیا اس کا امام ابو حنیفہ سے کوئی تعلق نہیں ”لا تزر وازۃ ودر آخری“ الملل النحل پر کتابیں لکھنے والوں نے مرجیہ کے فرقوں میں غسانیہ کا

تذکرہ کیا ہے ان لوگوں نے حنفیہ کا ذکر نہیں کیا ہے اور ”کتاب الشجرہ“ نامی کتاب آج کہیں دستیاب نہیں ہے اسی طرح اس کا مصنف برہوتی ایک نامعلوم شخصیت ہے مگر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تحقیق و تفتیش نہیں ہے بلکہ جو کچھ ان فرقوں کے بارے میں لکھا اور کہا گیا ہے اس کو مخفی جمع کر دینا ہے۔ اس لئے اس بات کی قطعاً کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے کہ تاریخ سے ثابت کیا جائے کہ ایسے احناف کون کون ہیں جو ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ بہت سے احناف ایسے تھے جو معتزلی تھے بلکہ یہ بے معنی بات ہے اس لئے کہ شیخ کا یہ مقصد ہی نہیں ہے اور اسکے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ فرقہ ”غسانیہ“ اپنا باطل مذہب ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرتا تھا اور اپنے کو حنفی کہتا تھا اس لئے ہو سکتا ہے اس سے وہی غسانی فرقہ مراد ہو۔

(واللہ اعلم بالصواب)



مقالہ نمبر ۶

کشف الغمۃ بسراج الامة

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور معتز ضین

امام اعظم ابو حنیفہ کی محدثیت پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب

(از)

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ

سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نعمده ونشكره والصلوة والسلام على رسوله و
وصفيه محمد صلى الله عليه وسلم وآله وصحبه واتباعه اجمعين
اما بعد۔ احقر زمن سید ممدی حسن بن سید محمد کاظم حسن قادری حنفی شاہجہانپوری
غفرلہ ولوالدہ وللمشاہدہ ارباب انصاف کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ
یہ چند اوراق آپ کے پیش نظر ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی ہو اس کی اصلاح فرمائیں
اور اگر صحیح ہوں دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں۔ ایک رسالہ جس کا نام الجرح علی
ابی حنیفہ ہے میرے دیکھنے میں آیا جس میں سوائے بدزبانی اور بدتمیزی کے اور
کوئی علمی تحقیق نہ دیکھی۔ گویا میں وہی ہیں جن کا جواب بار بار ہو چکا ہے مگر ہر ایک کا
طرز اور رنگ جدا ہے اس لئے اس کے چند اقوال مع جوابوں کے آپ کے سامنے پیش
کرتا ہوں جس سے غیر مقلدین زمانہ کا تعصب اور ہٹ دھرمی اور امام ابو حنیفہ کے ساتھ
جو ان کو قلبی صداقت ہے اس کا اندازہ ہو گا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کو سلف
صالحین کے ساتھ کہاں تک محبت ہے۔ چونکہ میرے پاس چند روز تک رسالہ مذکورہ
رہا اس لئے جتنے اقوال کے میں نے جواب لکھے ہیں ان کو مدہ یہ ناظرین کرتا ہوں وما
توفیقی الا باللہ وهو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر
اعراض قولہ۔ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحب کو میں جتہ الحفظ
ضعیف کہا ہے۔ اقول۔ یہ قول محدثین پر محض افتراء ہے۔ صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا
اور گمراہ کرنا مقصود ہے۔ مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا
اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف
کہا اور پھر ان ہی کی شاگردی بے واسطہ یا بواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابو حنیفہ کو ضعیف
فی الحدیث مانا جاتے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوا جاتا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف رسالہ کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابو حنیفہ ہی ہیں ورنہ یہ افترا پر داندھی سرزد نہ ہوتی۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ دیکھ بن الجراح اُن کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ امام احمد، ابن مدینی، عبد اللہ ابن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن معین، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن الکتیم وغیرہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ مگر خود دیکھ بن الجراح امام ابو حنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ ابو حنیفہ سے حدیث پڑھی اور ان ہی کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں المم ذہبی نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاریؒ کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن یونس عن دیکھ امام ابو حنیفہ تک پہنچتا ہے کیونکہ امام بخاریؒ احمد بن یونس کے شاگرد اور احمد بن یونس دیکھ بن الجراح کے شاگرد اور دیکھ بن الجراح امام ابو حنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں لہذا ابو حنیفہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سند حدیث بھی ضعیف ہو گیا بلکہ یہ تینوں بھی ضعیف ہو گئے اور ان کی روایت قابل اعتبار نہیں رہی۔ دوسرا سلسلہ امام بخاریؒ علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن المدینی دیکھ بن الجراح کے شاگرد اور دیکھ امام ابو حنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہذا یہ سلسلہ بھی بوجہ ابو حنیفہ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہو گیا بلکہ یہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہو گئے فافہم۔

تیسرا سلسلہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ مکی بن ابراہیم کے شاگرد اور مکی بن ابراہیم امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ چوتھا سلسلہ سند ابو داؤد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد فضل بن دکین ابو نعیم کے شاگرد اور حافظ ابو نعیم فضل بن دکین ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ امام ترمذیؒ امام بخاریؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ حافظ ذہبی کے شاگرد اور امام ذہبی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ چھٹا سلسلہ امام بیہقی دارقطنی اور حاکم صاحب مستدرک کے شاگرد اور حاکم اور دارقطنی ابو احمد حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاریؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ حافظ ذہبی کے شاگرد اور حافظ ذہبی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن

دیکیں ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ ساتواں سلسلہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد اور امام محمد امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور خود امام ابو یوسف بھی ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ آٹھواں سلسلہ طرانی اور ابن عدی ابو عوانہ کے شاگرد اور ابو عوانہ مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہیں اور مکی بن ابراہیم جو بخاری و مسلم کے استاذ ہیں ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ ابو یعلیٰ موصلی صاحب سند یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین فضل بن دیکین کے شاگرد اور فضل بن دیکین ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ دسواں سلسلہ ابن خزیمہ صاحب میصیح اسحاق بن راہویہ کے شاگرد ہیں اور اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور امام احمد اور امام دارمی اور حافظ ذہبی فضل بن دیکین کے شاگرد ہیں اور فضل بن دیکین امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔

تاہم یہ کہ سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کئے ہیں جن میں دنیا بھر کے تمام محدث جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر امام ابو حنیفہ ضعیف ہیں تو یہ محدثین بھی سب ضعیف ہیں اور ان کے سلسلے روایت کے بھی ضعیف ہیں۔ موقع موقع سے اور بھی سلاسل پیش کر دیں گے کہ سب ہی محدث امام ابو حنیفہ کے بے واسطہ یا بواسطہ شاگرد ہیں۔ اب چند اقوال محدثین کے امام ابو حنیفہ کے بارہ میں سن لیں کہ ان حضرات کا امام صاحب کے بارے میں کیا خیال تھا اور ان کو کس پایہ کا سمجھتے تھے۔

علامہ صفی الدین خنزرجی خلاصہ تہذیب کے ص ۲۰ میں فرماتے ہیں۔ النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفۃ امام العراق فقیہ الامۃ عن عطاء و نافع والا عرج و طائفة و عنہ ابنہ حماد و زفر و ابو یوسف و محمد و طائفة و ثقفہ ابن معین الخ کہ نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں ان کی کنیت ابو حنیفہ ہے عراق کے امام اور امت محمدیہ کے فقیہ ہیں۔ فن حدیث کو عطاء اور نافع اور عرج اور ایک گروہ محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ سے ان کے صاحبزادہ امام

حماد اور امام زفر اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ اس عبارت سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول امام ابو حنیفہ کی امامت فی العلم ثابت ہوتی جو علوم شرعیہ مختلفہ کو مستلزم ہے ورنہ بے علم امام فی الدین نہیں ہو سکتا۔ دوسرے فقہائے جس کو دین کی سمجھ کہا جاتا ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں لفظ اللہ و فقہہ فی الدین دعا کی ہے۔ مناسب ملا سکتے ہیں کہ امت کے فقیہ تھے یعنی امت میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ امام ابو حنیفہ کو تھی جس کی وجہ سے فقیہ الامۃ کہلاتے اور بعد صحابہ کے فلیفقہ فی الدین کے فرد اکمل تھے۔ تیسرے آپ کے استاذ نافع اور عطاء اور اعرج اور ایک گروہ محدثین کا تھا۔ یہاں سے وہ قول متوفی رسالہ کا کہ ابو حنیفہ کے دو بی استاذ حماد اور اعمش تھے بالکل صغیر ہستی سے مٹ گیا۔ چوتھے امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین نے امام ابو حنیفہ کی توثیق کی شاید متوفی رسالہ کے نزدیک ابن معین محدث نہ ہوں گے۔ اسی بنا پر تو فرمایا کہ جس قدر محدث گزرے سب نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے ذرا تو گریبان میں سر ڈال کر شرمانا چاہیے اور آخرت کو سنوارنا چاہیے کیونکہ جھوٹ سے آخرت برباد ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین کا قول بروایت محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی کے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے قال محمد بن سعد سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفہ ثقة لا یحدث بالحديث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفہ ثقة فی الحديث انتہی کہ محمد بن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن معین کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ وہی حدیثیں بیان کرتے تھے جن کو وہ یاد رکھتے تھے اور جو احادیث یاد نہ ہوتیں انہیں بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابن معین نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ اس ابن معین کے قول سے

امام صاحب کے درع اور احتیاط پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ غایت احتیاط و تقویٰ کی وجہ سے وہی احادیث بیان و روایت کیا کرتے تھے جو آپ کے اعلیٰ درجہ کی یاد ہوتی تھیں۔ اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو اس کو نہ بیان کرتے تھے تاکہ حدیث رسول میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو اور وحید عادل کا ذہن میں داخل نہ ہو جائے۔ تدبیر نقاد فی رجال امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین کا قول ابن الغالب سے نقل کیا ہے۔ قال صالح بن محمد جوزة وغیرہ سمعنا یحییٰ بن معین یقول ابو حنیفہ ثقة فی الحدیث وروی حماد بن محمد بن محرز عن ابن معین لا یاس بہ انتہی۔ صالح بن محمد جریرہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ ہیں اور احمد بن محمد بن محرز ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابو حنیفہ لا یاس بہ ہیں۔ اور کلمہ لا یاس بہ ابن معین کی اصطلاح میں ثقہ کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن معین نے اپنی مختصر میں اس کی تصریح کی ہے جس کی عبارت یہ ہے قال ابن معین اذا قلت لا یاس بہ فهو ثقة بہ ابن معین فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کے بارے میں لا یاس بہ کہوں تو اس کے معنی ثقہ کے ہیں۔ علامہ ابن حجر وغیرہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے بارے میں ابن معین کا قول لا یاس بہ نقل کیا ہے۔ حافظ ابو الجہاج مزنی جو فی رجال کے امام مسلم الثبوت ہیں۔ تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفہ ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ و قال صالح بن محمد الاسدی عنہ کان ابو حنیفہ ثقة فی الحدیث انتہی شاید یہ خیال ہو کہ ابن معین کے علاوہ اور کسی نے امام ابو حنیفہ کی توثیق نہ کی ہو تو اس کے متعلق سینے۔ حافظ ابن شافعی مکی اپنی کتاب خیرات الحسان کی اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں۔ وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفہ روی عنہ الثوری

و ابن المبارک و حماد بن زید و هشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن العوام و جعفر بن عون و هو ثقة لا بأس به انتہی۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے سفیان ثوری اور عبد اللہ ابن مبارک اور حماد بن زید اور هشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون نے حدیث کی روایت کی ہے وہ ثقہ لا بأس بہ تھے۔ یہ ابن مدینی وہی بخاری کے اساذ ہیں جن کے بارے میں بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ ما استصرفت نفسي الا عنده میں نے اپنے آپ کو سوائے علی بن مدینی کے اور کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا جس کو تقریب میں حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے و نیز ان ہی کے بارے میں تقریب میں یہ بھی ہے۔ ثقہ ثبت امام اعلو اهل عصره بالحديث وعلمه پس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ہی کی توثیق ایسی ہے گویا تمام محدثین نے امام ابو حنیفہ کی توثیق کر دی کیونکہ یہ دونوں جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ شاید مؤلف رسالہ کے نزدیک علی بن مدینی بھی محدث نہیں کیونکہ انہوں نے ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے۔ افسوس ہے اس تعصب و عداوت پر یہاں اتنے ہی پر کفایت کرتا ہوں آگے چل کر اور نقول بھی انشاء اللہ پیش کروں گا جن سے مؤلف رسالہ کا جھوٹ معلوم ہو گا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

اعراض قولہ اور لطف یہ کہ امام صاحب ضعیف اقول۔ ناظرین نے ابھی معلوم کر لیا ہے کہ امام صاحب ثقہ فی الحدیث ہیں جس کو ابن معین اور ابن مدینی اور محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی اور احمد بن محمد بن محرز اور ابوالجراح مزنی اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ ابن حجر مکی اور صفی الدین عرزجی نے تسلیم کر لیا ہے کیونکہ ان حضرات نے ابن معین اور ابن مدینی کے قول کو نقل کر کے کسی قسم کی جرح نہیں کی اور اس پر سکوت کیا تو ضرور ہی ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا ثقہ ہونا مسلم ہے۔ اور اگر امام ذہبی کی بابت میں جو اوپر مذکور ہو چکی ہے لفظ غیبیہ اور سمعنا پر نظر غائر فرمائی جاسے تو کم از کم دو فرد معدودین ابو حنیفہ میں اور بڑھ جائیں گے مؤلف رسالہ نے امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو مضعین امام میں شمار کیا ہے

حالانکہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے متعلق کوئی ایسا لفظ نہیں بیان کیا جس سے وہم تضعیف بھی ہو اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں کوئی ایسا لفظ نہیں بیان کیا جس سے تضعیف ثابت ہوتی ہو حالانکہ تقریب وہ کتاب ہے جس میں اصل قول نقل کرنے کا حافظ ابن حجر نے وعدہ کیا ہے۔ اگر امام صاحب ان کے نزدیک ضعیف ہوتے تو ضرور تضعیف کرتے لہذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی پر محض افتراء ہے کہ انھوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے۔ امام صاحب اور ان کی تضعیف ثابت ہو۔ العیاذ باللہ دونہ خرقۃ القتاد۔ ذرا تعصب کے پردہ کو اٹھا کر چشم بصیرت سے دیکھتے۔

اعتراف قولہ ان کے استاد ضعیف اقول۔ جب چیونٹی کے پر جھتے ہیں تو اس کی کم بختی آتی ہے۔ مولف رسالہ یہ فرماتیں کہ عطاء۔ نافع۔ اخرج وغیرہم جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں یہ ضعیف ہیں، اگر یہی النصف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کیونکہ یہ صحاح کے راوی ہیں جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یاد آیا استاد سے مولف رسالہ کی مراد حماد بن ابی سلیمان ہیں کیونکہ ان ہی کو امام صاحب کے استادوں میں مولف رسالہ نے شمار کیا ہے تو ان کے متعلق شیخ حماد بن ابی سلیمان اخرج له الاثمة الستة ابو اسفعل الاشعري الکوفي احد ائمة الفقهاء سمع النس بن مالک و تفقه بابراہیم النخعي روى عنه سفیان و ابو حنیفہ و خلق تكلو فيه لاهرجاء و لولا ذکر ابن عدی له فی کاملہ لما وردتہ قال ابن عدی حماد کثیر الروایة له غرائب و هو متعاسل لا باس به و قال ابن معین و غیرہ ثقة ام مختصرا (میزان جلد اول صفحہ ۲۷۹) حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں ان کی احادیث کی تخریج ائمہ ستہ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی ابن ماجہ نے کی ہے۔ ان کی کنیت ابواسماعیل اشعری کوفی ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی ہیں، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور فن فقہ ابراہیم نخعی

سے حاصل کیا ہے۔ سفیان ثوری اور شعبہ اور ابو حنیفہ اور ایک گروہ محدثین کا فن حدیث میں ان کا شاگرد ہے ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنی کامل میں ان کو نہ ذکر کرتے تو میں بھی اپنی کتاب میزان میں ان کو نہ بیان کرتا کیونکہ ثقہ ہیں۔ (لما ذکرہ اندہ ثقہ) ابن عدی کہتے ہیں کہ حماد کثیر الروایۃ ہیں۔ ہاں کچھ ان کے غرائب بھی ہیں۔ مہاسک الحدیث اور لا باس بہ ہیں۔ اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے مہاسک اور لا باس بہ توثیق کے الفاظ ہیں۔ لا باس بہ صدوق کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ ذہبی نے مقدمہ میزان میں تصریح کی ہے۔ دیکھو میزان کے صفحہ ۲ کو۔ کہوں جناب اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان جو ابو حنیفہ کے شیخ ہیں ثقہ ہیں۔ اگر یہ نقول موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ یہ بخاری مسلم کے راوی ہیں جو صحیحین کے نام سے مشہور ہیں خصوصاً غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور محدثی کہتے ہیں دم زدن کا چارہ نہیں کیونکہ صحیحین کی روایات پر ان کا ایمان اور ان کی صحت ان کے نزدیک کا لوجی المنزل من اللہ ہے۔ ناظرین یہ ہے ان کی دیانت داری اور یہ ہے ان کا تعصب کہ ابو حنیفہ کی عداوت کی وجہ سے یہ خیال نہ رہا کہ اگر حماد کو ہم ضعیف کہیں گے تو بخاری مسلم کی روایات پر اس سے کیا اثر پڑے گا۔ یہ عجب نہیں تو اور کیا ہے۔ ارجاء کے معنی کے تعلق کہیں آگے چل کر بحث کروں گا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کے کیا معنی اور کتنی قیاس ہیں۔

اعتراف قولہ ان کے استاذ الاستاذ ضعیف۔ اقول۔ حماد کے اعتبار سے جو صاحب میزان نے بیان کیا ہے۔ امام صاحب کے استاذ الاستاذ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں جو صحابی ہیں۔ ضعیف ہونے میں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جاتے گی کیونکہ صحابہ تمام عدول ہیں ان میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا لیکن مؤلف رسالہ کی اس سے مراد ابراہیم نخعی ہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں چنانچہ عبارت میزان سے ظاہر ہے۔ ان کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ محدثین کا کیا خیال ہے۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال ص ۳۱۱ میں فرماتے ہیں۔ قلت

واستقر الا مر علی ان ابراہیم و حجة ۱۱ میں کتا ہوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی حجت ہیں یعنی ان کی روایات و احادیث کا اعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے اور بہت زور کے ساتھ ان کی توثیق ثابت کی ہے۔ اگر وہ ضلعی تو تعلیق مجدد اور مسند امام اعظم ہی ملاحظہ فرمائیں۔ حقیقت حال روشن ہو جائے گی اور پھر شاید آپ اپنی دروغ بیانی سے رجوع فرما کر حق کے پابند ہو جائیں گے۔ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیہ ثقتہ الا انه یرسل کثیرا من الغامسة مات سنة ست وتسعين وهو ابن خمسين او نحوها ۱۲ کہ ابراہیم فقیہ اور ثقتہ ہیں اکثر احادیث مرسل بیان کرتے ہیں۔ کہتے اب تو ضعیف ہونا ان کا باطل ہو گیا۔ تہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مفتی اہل الکوفۃ کان رجلاً صالحاً فقیہاً قال الا عمش کان خیرا فی الحدیث وقال الشعبی ما ترک احداً علم منہ وقال ابوسعید العلائی هو مکثر من الامر سال وجماعة من الائمة صححوا مراسیلہ ۱۳ کہ ابراہیم نخعی اہل کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے۔ عمش کہتے ہیں حدیث میں اپنے تھے۔ شعبی نے کہا کہ اپنے بعد انہوں نے اپنے آپ سے کسی کو زیادہ عالم نہیں چھوڑا۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ حضرت عائشہ سے لقائاً ثابت ہے حضرت زید بن الرقم وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ میسنران اور تہذیب التہذیب وغیرہ میں مصرح ہے پس تابعی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم ثقتہ صالح۔ خیر فی الحدیث حجت ہیں۔ صحاح کے راوی ہیں۔ اگر ضعیف ہوں بزعیم مؤلف تو صحاح ستہ کی روایات سے امان اٹھ جائے گا۔ خصوصاً صحیح بخاری سے جس پر تقریباً ایمان و ایقان ہے۔

اعتراف قولہ۔ ان کے بیٹے ضعیف ان کے پوتے ضعیف۔ اقول۔ تاخرین نے امام ابو حنیفہ اور حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم بن یزید النخعی کے بارے میں تو توثیق معلوم کر لی اور

مؤلف رسالہ کا تعصب معلوم کر لیا کہ کہاں تک پہنچتی ہے کام لیا ہے اب امام صاحب کے بیٹے اور پوتے کے متعلق سنئے۔ حافظ ذہبی نے میزان میں ابن عدی کے قول کو نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے۔ قال الخطیب حدث عن عمر بن ذر ومالك بن مغول وابن ابی ذیاب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسکری وعبد المومن بن علی الرازی وجملعة ولی قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد بن عبد الله النصارى ما ولی القضاء من لدن عمر الى اليوم اعلو من اسماعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن اه منہ۔ خطیب کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے فن حدیث کو عمر بن ذر اور مالک بن مغول اور ابن ابی ذباب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے سهل بن عثمان عسکری اور عبد المومن بن علی رازی اور ایک جماعت محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔ شہر رصافہ کے قاضی اور فقہائے کبار میں سے ایک بڑے فقیہ تھے اور محمد بن عبد الله النصارى کہتے ہیں کہ عمر کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری بھی ویسے نہیں تھے؟ تو جواب دیا کہ حسن بصری بھی ان کے علم کو نہیں پہنچتے تھے اور ان کے برابر کے علم میں نہ تھے۔ یہ تو پوتے کی حالت تھی اب بیٹے کو سنئے۔ وبعض المتعصبين ضعفوا حتمادا من قبل حفظه كما ضعفوا باه الامام لكن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه في قلة الضبط والحفظ وطعن المتعصب غيوره مقبول (تنسيق النظام) اور بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے حماد بن ابی حنیفہ کو ضعیف کہا ہے جس طرح امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے مگر سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ ثقہ تھے اور قلت ضبط و حافظہ کا کوئی سبب ان میں نہیں پایا جاتا تھا اور متعصب شخص کی جرح اور اس کا طعن مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ آگے چل کر ان کے متعلق اور بھی بیان آئے گا یہاں صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ محض تعصب کی بنا پر جو شخص بھی امام ابو حنیفہ سے

تعلق رکھتا ہے اس کو ضعیف اور مجروح کہا جاتا ہے۔ کون سا ایسا محدث ہے جس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ بھی نہیں بچے۔ اگر یہ لوگ ضعیف ہیں تو پھر ابو حنیفہ اور ان کے بیٹے اور پرستے اور استاد اور استاذ الاستاذ کا ضعیف ہونا بجا و درست ہے ورنہ جو جواب وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ وجہ فرق ضروری ہے۔ یہ علی میدان ہے علی تحقیق ہونی چاہیے، بلکہ اور بد تہذیبی سے قابلیت اور لیاقت نہیں ثابت ہوتی مگر اصل بات یہ ہے کہ وہ ذخیرہ رائے ہے نہ تلوار ان سے یہ باز و مرے آزماتے ہوتے ہیں جس نے الجرح علی اصول الفقہ کا جواب العارم المسلول دیکھا ہو گا وہ میرے اس قول کی تصدیق اچھی طرح کر سکتا ہے۔

احقر آمن قولہ۔ ان کے شاگرد ابو یوسف و امام محمد ضعیف الی قولہ پھر کیا ایسوں کو حدیث کا علم ہو گا۔ اقول بے شک یہ ہے۔ عجبوٹ کو چر کر دکھانا کوئی تم سے سیکھ جاتے۔ ابتدا میں میں عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کا سلسلہ حدیث امام ابو حنیفہ تک پہنچتا ہے اور سب اسی سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں اس سے نکل نہیں سکتے۔ اگر یہ سب ضعیف ہیں تو جملہ محدثین ضعیف اور ان کا سلسلہ حدیث ضعیف ہے۔ ظاہر ہے کہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد۔ اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ لہذا امام احمد اور امام شافعی بھی ضعیف ہیں کیونکہ بقول مولف رسالہ امام محمد اور امام ابو یوسف ضعیف ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اور تعجب تو یہ امر ہے کہ امام احمد بن حنبل خود امام ابو یوسف کے شاگرد بلا واسطہ بھی ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ سوائے ثقہ راوی کے اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے اور جب امام ابو یوسف ضعیف ہیں تو امام احمد کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ امام ابو یوسف جو ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے اور جن کے شاگرد یحییٰ بن معین اور امام احمد اور علی بن الجعد اور بشر بن الولید اور امام محمد وغیرہ ہیں۔ ان حضرات کے فن حدیث امام ابو یوسف سے حاصل کیا چنانچہ ماہرین

فن رجال سے مخفی نہیں۔ امام ابو یوسف کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ابو یوسف صاحب حدیث اور عامل سنت ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں ابو یوسف منصف تھے۔ یحییٰ بن معین کا ایک اور قول ہے کہ اصحاب الراءتے میں امام ابو یوسف سے زیادہ کوئی دوسرا حدیث بیان کرنے والا نہیں۔ حماۃ الاسلام میں ہے کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار منسوخ حدیثیں یاد تھیں۔ ناسخ احادیث کا کیا ذکر ہے۔ مگر ہاتھ ابو حنیفہ کی شاگردی کہ اس کی وجہ سے امام ابو یوسف جیسا حافظ حدیث اور اساتذوں کا اساتذ بھی ضعیف ہونے سے بچا بلکہ سب کو ضعیف بنا دیا۔

اے چشم شکبار ذرا دیکھنے تو فے ہوتا ہے جو خراب و میرا ہی گھر ہو
حافظ ابو نعیم اور ابو یعلیٰ اور ابو القاسم بنغوی شاگرد فن حدیث میں بشر بن الولید کے ہیں اور بشر بن الولید امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ دوسرا سلسلہ امام ترمذی اور ابن غزیرہ امام مسلم کے شاگرد۔ اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد اسد بن عمرو قاضی کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ثقہ تھے خود امام احمد نے فرمایا صدوق صالح الحدیث تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں از جنو انہ لا یأس بہ کفوی کہتے ہیں کہ ان کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام احمد ہی قبل نے ان سے روایت کی ہے لہذا یہی دلیل امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے کی ہے کیونکہ جس طرح امام احمد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اسی طرح امام ابو یوسف کے بھی شاگرد ہیں ع ہاتھ لا اسے یار کیوں کیسی کسی۔

تیسرا سلسلہ امام ترمذی بخاری کے شاگرد اور امام بخاری احمد بن یحییٰ بنغوی کے شاگرد۔ اور احمد بن یحییٰ اسد بن عمرو کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں لہذا تینوں سلسلے بقول مؤلف رسالہ ضعیف ہوتے ہیں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نیکل آیا۔

چوتھا سلسلہ امام بیہقی دارقطنی اور ابو عبد اللہ حاکم کے شاگرد ہیں۔ اور یہ دونوں ابو

حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن ابی الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی امام ابو یوسف کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ دار قطنی بغوی کے شاگرد اور بغوی علی بن مدینی کے اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ چھٹا سلسلہ حاکم ابن حبان کے شاگرد اور ابن حبان ابو یعلیٰ کے شاگرد اور ابو یعلیٰ علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ساتواں سلسلہ ابو داؤد صاحب سنن علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ آٹھواں سلسلہ حدیث امام بخاری اور امام ترمذی اور ابو داؤد اور ابن خزیمہ اور ابو زرہ یہ پانچوں حافظ ذہلی کے شاگرد اور ذہلی بشر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ حدیث امام بخاری شاگرد علی بن الجعد کے ہیں اور علی بن الجعد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں دسواں سلسلہ ابن مردودہ ابو محمد عبد اللہ کے شاگرد اور ابو محمد ابو یعلیٰ کے شاگرد ابو یعلیٰ موسیٰ یحییٰ بن معین کے شاگرد ہیں اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ اور ابو زرہ اور ابن ابی الدنیا اور ابو القاسم بغوی اور خود ابو یعلیٰ موسیٰ علی بن الجعد کے شاگرد اور علی بن الجعد قاضی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ یہ نمونہ کے طور پر دس سلسلے ہیرہ ناظرین کے ہیں تاکہ مولف رسالہ کی ہرزہ سرائی ظاہر ہو جائے کہ ان کو علم حدیث کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر قاضی ابو یوسف علم حدیث سے واقف ہی نہ تھے تو یہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں کیوں ان کے شاگرد ہوتے اور کیوں ایسوں سے علم حدیث حاصل کیا جن کو کچھ بھی نہ آتا تھا اور پھر خود ضعیف بھی تھے اسی کو کہا جاتا ہے کہ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے الحمد للہ کہ ابھی اتنی قدرت ہے کہ اور بھی سلسلے بیان کر سکتا ہوں اور جہاں پر ضرورت ہوگی بیان کروں گا مگر میاں پر اتنے پر کفایت کر سیتے اور اب امام محمد کی طرف رجوع کر سیتے اور طور فرماتے کہ ان کو بھی حدیث کا علم تھا یا نہیں۔ اگرچہ وہ شخص جس نے امام محمد صاحب کی تصنیفات دیکھی ہوں جو تقریباً نو سو سالوں سے چھوٹی تھی

حدیث و فقہ سیر وغیرہ میں ہیں۔ امام محمد کے تبحر علمی اور حدیث دینی سے اچھی طرح واقف ہو گا لیکن مولف رسالہ جیسے حضرات کی بصیرت کے واسطے یہاں پر ذکر کرتا ہوں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علحدہ ہو کہ حق ظاہر ہو جائے۔ ان کے حدیث میں معتبر ہونے کے واسطے یہاں پر صرف ایک قول علی بن مدینی کا نقل کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں عبد اللہ بن علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے دل دشمن بن مدینی فرماتے تھے کہ محمد بن الحسن الشیبانی حدیث میں صدوق تھے۔ یہ علی بن مدینی وہی شخص ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اور کتب رجال میں تصریح ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے لہذا یہ کہنا کہ امام محمد ضعیف ہیں غلط ہو گیا۔

اب سینے امام محمد کی پیدائش ۱۳۵ھ میں ۷۵۱ء اور ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ امام محمد نے فن ۱۰ باب امام ابو یوسف اور امام مالک اور امام اوزاعی۔ مسعر بن کدام۔ سنیان ثوری عمرو بن دینار۔ مالک بن مغول۔ ربیعہ بن صالح اور بکیر وغیرہ محدثین سے حاصل کیا خاص امام مالک سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں اور یاد لیں تقریباً تین سال امام مالک کی خدمت میں رہے۔ اپنے زمانہ میں بغداد میں حدیث کا درس دیتے تھے امام محمد صاحب سے امام شافعی اور ابو یوسف اور ابو زبیر جانی۔ ہشام الزہری۔ علی بن مسلم الطوسی۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام۔ خلف بن ابیوب۔ ابو حفص کبیر۔ یحییٰ بن ائیم۔ موسیٰ بن نصیر۔ رازی محمد بن ساعدہ۔ معنی بن منصور۔ ابراہیم بن رستم۔ عیسیٰ بن ابان۔ محمد بن مقاتل۔ سداد بن حکیم علی بن مجہد وغیرہ محدثین نے حدیث پڑھی۔ امام محمد کو فن حدیث میں بقول مولف رسالہ کچھ قابلیت نہ تھی تو یہ محدث کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور کیوں ان سے احادیث روایت کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی علم حدیث سے واقف نہ تھے جسکی تو ایک ضعیف غیر عالم حدیث امام محمد سے حدیث کو پڑھا اور ان کے حلقہ درس حدیث میں داخل ہو کر ان کی شاگردی کی وجہ سے اپنے آپ کو بیٹہ لگایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نقول اس کے متعلق آگے آرہی ہیں ناظرین منتظر رہیں۔ یہاں پر چند سلسلوں کو ملادیکھ فرمائیے۔ سلسلہ اول

امام بخاری۔ امام مسلم۔ ابو داؤد۔ ابو زرہ۔ ابن ابی الدنیا یہ پانچوں امام احمد کے شاگرد اور امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی روایت حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں دوسرا سلسلہ علی بن مدینی اور بخاری دونوں معلی بن منصور کے شاگرد اور معلی بن منصور امام محمد کے شاگرد ہیں۔ تیسرا سلسلہ ابن مردویہ ابو القاسم طبرانی کے شاگرد اور طبرانی امام طحاوی کے شاگرد اور امام طحاوی یونس بن عبد اللہ علی کے شاگرد اور یونس بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔ چوتھا سلسلہ ابو عوانہ ابن عدی کے شاگرد اور ابن عدی ابو یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی یحیی بن معین کے شاگرد اور یحیی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔ پانچواں سلسلہ ابن مردویہ اور حافظ ابو نعیم ابوالشیخ اصفہانی کے شاگرد اور اصفہانی اور ابن حبان ابو یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی یحیی بن معین کے شاگرد اور یحیی بن علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں چھٹا سلسلہ ابو حاتم علی بن معبد کے شاگرد اور علی محمد کے شاگرد ہیں ساتواں سلسلہ قاسم بن سلام علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد بن الحسن کے شاگرد ہیں۔ آٹھواں سلسلہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔ نواں سلسلہ اسحاق بن منصور علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔ دسواں سلسلہ امام بخاری اور امام ترمذی شاگرد یحیی بن اکثم کے اور یحیی امام محمد صاحب کسے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ یہ دس سلسلے نمونہ ہیں ناظرین ہیں غرض اس سلسلے سے کوئی محدث پر نہیں سکتا۔ اگر امام محمد ضعیف ہیں تو یہ سب بھی ضعیف ہیں۔ نیز علم حدیث سے یہ حضرات واقف نہیں۔ العظمۃ التدریس ثابت ہو کہ امام محمد نہ تو ضعیف ہیں اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ ان کو حدیث کا علم نہیں تھا اور نہ یہ بڑے بڑے محدث ان کے قیامت تک شاگرد نہ ہوتے مولف رسالہ چشم بصیرت کھول کر غور سے دیکھیں کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے۔ گو مضمون طویل ہو گیا ہے مگر فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ طرز جدید اور نئی بات ہے جس کی اہل علم اور اہل انصاف ضرور داد دیں گے۔

قولہ۔ پہلے ایک کلام مجمل سنو۔ قیام الیل صفحہ ۱۲۴ میں ہے کہ حدیثی علی بن

سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل يقول هؤلاء اصحاب
ابی حنیفۃ لیس لہم بصر لشیء من الحدیث ما ہوا الا الجراۃ انتہی
اقول اولاً بہت ہی تعجب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تو امام صاحب کے احوال میں لکھا
ہے اور امام احمد کے قول کو شاگردان ابو حنیفہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کو
حدیث دانی میں کچھ دخل نہیں سبحان اللہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے

چرخش گفت ست سعدی در زینجا الایا ایسا الساقی ادر کاشا ونا و لہا
بالفرض اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو امام ابو حنیفہ کی وفات پر اس سے کیا
اثر پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے شاید یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی لا تزروا زرعہ و ذراخو فی
اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی فن حدیث میں بصارت نہیں رکھتے تھے۔
امام ابو حنیفہ کا قیام وفات کی جرح اور تعدیل میں اعتبار کیا جاتا تھا۔ اگر ابو حنیفہ کو علم حدیث
میں بصارت نہیں اور فن رجال حدیث سے واقف نہیں تو ان کے قول کا اعتبار جرحاً و
تعدیل لایکبریں کیا جاتا تھا۔ دیکھو عقود الجواہر المفیدہ کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۸ کو اس میں یہ عبارت
حافظ ابن عبد البر کی کتاب العلم سے منقول ہے ثد ان تضعیف زید نقل عن الامام
قال المنذری ما علمت احداً ضعفه الا ان ابن الجوزی نقل عن ابی حنیفۃ
انہ مجہول و کذا قال ابن حزم اہ قلت یدل علی جہالتہ ان العاکم لما اخرج
هذا الحدیث من طریق یحیی بن ابی کشیر عن عبد اللہ بن یزید عن زید
بن ابی عیاش عن سعد شوق قال لو یخرجہ الشیخان لما خشیا من جہالۃ
زید و قال الطبری فی تہذیب الآثار علل الخبر بان زیداً اقرء ببہ
وہو غیر معروف فی نقلة العلو فہذا ابن جریر و العاکم سیدل
کلامہم علی جہالتہ فکیف یقول المنذری ما علمت احداً ضعف زیداً
الا ما ذکرہ ابن الجوزی الی اخرہ ولو سلموا افراد الامام فی تجہیلہ و تضعیفہ
کفایاً ذلت فان کلامہ مقبول فی الجرح و التعدیل اذا قالت حذام و قد عقد
ابن عبد البر فی کتاب جامع العلوباب فی ان کلام الامام یقبل فی جرح و التعدیل

فواجعہ ۱۰ پھر زید کی تضعیف امام ابو حنیفہ سے منقول ہے۔ منذری کہتے ہیں مجھ کو علم نہیں کہ کسی نے زید کو ضعیف کہا۔ بجز اس قول کے کہ ابی جوزی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ زید مجہول ہیں اور اسی طرح ابن حزم نے کہا ہے۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ زید کے مجہول ہونے پر یہ امر دلائل کرتا ہے کہ جس وقت حاکم نے یحییٰ بن ابی کثیر کے طریق سے تخریج کی جو عبد اللہ بن یزید سے اور زید ابی عیاش سے اور زید سعد سے روایت کرتے ہیں تو حاکم نے کہا شیخان نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی کیونکہ ان دونوں نے جہالت زید کا خوف کیا اور امام طبری نے تہذیب الآثار میں فرمایا کہ یہ حدیث تفسر زید کی وجہ سے معلول ہے اور ناقلین علم میں وہ غیر معروف ہیں۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں پس ابی جبریر اور حاکم کا کلام زید کے مجہول ہونے پر دال ہے لہذا منذری کس طرح کہتے ہیں کہ سوائے ابو حنیفہ کے اور کسی نے زید کو ضعیف نہیں کہا اور اگر زید کی تہلیل و تضعیف میں امام حنیفہ کو متفرد ہی تسلیم کر لیا جاسے۔ جب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ ان کا قول روایت کے جرح و تعدیل میں مقبول ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع العلم میں اس امر کا ایک مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ لہذا اگر امام ابو حنیفہ کو بصارت فی علم الحدیث نہ ہوتی تو کیوں ان کا قول جرح و تعدیل میں مقبول ہوتا۔ امام ترمذی نے خود کتاب العلل میں امام صاحب کا قول جرح و تعدیل کے بارے میں نقل کیا ہے چنانچہ جامع ترمذی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۲۲ میں یہ عبارت موجود ہے۔ حدیثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحییٰ الحمافی قال سمعت ابا حنیفۃ یقول ما رأیت الا کذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح انتہی۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو یحییٰ حمانی نے بیان کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطا بنی ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ترمذی نے جابر کی جرح میں اس قول کو نقل کیا ہے اس سے ہر نصف اس امر کو اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ فن رجال میں کس پایہ کے محدث تھے۔ حافظ ابن حجر نے تقریباً

میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی روایت ترمذی اور نسائی میں ہے لیکن غصب یہ ہوا ہے کہ معاندین نے عدالت امام کی وجہ سے کتابوں میں سے ہکا ٹاڈا دیا۔ اللہ تیسری شان کے قربان۔

دوسری عرض یہ ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کی ہی کیا خصوصیت ہے اور ائمہ کے شاگرد بھی ایسے نکلیں گے کہ جن کو علم حدیث میں کچھ بھی بصارت نہیں۔ چنانچہ کتب رجال کے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ان کو گنا ناتعلیل لا طائل ہے۔

اعتراف تیسرے اگر امام احمد کے قول سے کلیہ مراد ہے تو قطعاً غلط ہے کیونکہ سیکنڈوں شاگرد امام صاحب کے فن حدیث کے امام اور شیوخ تسلیم کئے گئے ہیں۔ نمونہ چند ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ قول امام احمد کا کساں تک صحیح ہے۔ اول وکیع بن الجراح جو امام محدث حافظ عراق کوئی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۸۵ میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حدیث ابو حنیفہ سے پڑھی اور امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے ویفتی بقول ابی حنیفۃ ان کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ وکیع سے بڑھ کر میں نے قوی الحافظہ اور جامع علم کسی کو نہیں دیکھا۔ وکیع جیسا شخص میری نظر سے نہیں گزرا کہ وہ حدیث کے بھی حافظ تھے اور فقیہ بھی تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وکیع سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھا کرتے اور دن کو روزہ رکھا کرتے تھے اور ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے شاگرد امام احمد عبداللہ بن مبارک۔ علی بن المدینی۔ یحییٰ بن اکثم۔ اسحاق بن راہویہ۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن معین۔ احمد بن یحییٰ وغیرہ محدث ہیں۔ یہ وہی وکیع ہیں جو ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کیا ان کو فن حدیث میں بصارت نہیں تھی اور تعجب تم یہ ہے کہ باوجود بصارت نہ ہونے کے پھر امام احمد شاگردان کے ہو گئے۔ مؤلف رسالہ امام احمد کی طرف سے جواب دیں دوسرے یزید بن ہارون حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں انہوں نے فن حدیث عاصم احمول اور امام ابو حنیفہ اور یحییٰ بن سعید اور سلیمان قحی سے حاصل کیا۔ اور امام احمد اور علی بن المدینی اور ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید وغیرہ نے

ان سے حدیث حاصل کی ہے۔ ابن ہرینی کہتے ہیں میں نے یزید سے بڑھ کر کسی کو قوی الحافظ نہیں دیکھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یزید بچے حافظ حدیث تھے۔ ابن ابی عاتم کہتے ہیں کہ یزید ثقہ امام تھے۔ لہذا اب یہ مولف رسالہ سے دریافت کرنا ہے کہ یزید کو فن حدیث میں بصیرت تھی یا نہیں اور یہ اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ تیسرے فضل بن دکین کو فی جن کی کنیت ابو نعیم ہے حدیث کے حافظ ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے امام احمد اسحاق بن راہویہ ابن معین ذہبی۔ امام بخاری۔ دارمی۔ ابن مہارک وغیرہ محدثین نے حدیث کی روایت کی ہے۔ مولف رسالہ فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کو فن حدیث میں کمال حاصل تھا یا نہیں۔ چوتھے ابو عبد الرحمن عبد اللہ عمری کو فی مقرر ہیں تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور شعبہ بن مجاہد سے حدیث حاصل کی۔ یہ امام بخاری کے استاذ ہیں امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ اگر علم حدیث میں ان کو بصیرت نہیں تو امام بخاری جیسے شخص نے ان سے کیوں حدیث کی روایت کی اور کیوں ان کی شاگردی میں داخل ہوئے۔ مولف رسالہ سے جواب طلب ہے کیا ابو حنیفہ کے حدیث میں یہ شاگرد نہیں تھے۔ پانچویں عبد الرزاق بن حاتم حمیری صنعانی حافظ کبیر ہیں انہوں نے بکثرت احادیث امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہیں امام صاحب کے حالات میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں وحدث عنہ وکیع ویزید بن ہارون وسعد بن الصلت والیو عاصم وعبدالرزاق وعبید بن موسیٰ وابو نعیم وابو عبد الرحمن المقرئ ولبشر کشیرہ اب مولف رسالہ فرماتے ہیں کہ عبد الرزاق جو امام صاحب کے شاگرد ہیں محدث تھے یا نہیں۔ چھٹے امام ابو یوسف القاضی شاگرد رشید امام ابو حنیفہ کے ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو تذکرۃ الحفاظ میں حافظین حدیث کی فہرست میں شمار کیا ہے خود امام احمد حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے ان ہی کی شاگردی حدیث میں اختیار کی ان کے بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔ ابن معین فرماتے ہیں صاحب حدیث اور عامل سنت تھے۔ ان سے علاوہ امام احمد

کے ان محدثین نے حدیث پڑھی ہے۔ یعنی بن معین، علی بن الجعد، بشر بن الولید، امام محمد وغیرہ۔ اگر ان کو حدیث میں کچھ دخل نہ تھا تو ان حضرات نے کیوں ان سے حدیث حاصل کی۔ ساتویں مکی بنی ابراہیم خراسانی حافظ حدیث ہیں انھوں نے بھی علاوہ امام جعفر، اور ہنر بن حکم، ابن جریج وغیرہ کے ابو حنیفہ سے حدیث پڑھی ہے یہ بھی اصحاب ابی حنیفہ میں داخل ہیں۔ ان کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں ثقہ ثبت، دارقطنی نے کثافتہ مامون۔ ان سے امام احمد، امام بخاری، یعنی بن معین وغیرہ نے حدیث حاصل کی۔ تعجب نیز امر یہ ہے کہ جب اصحاب امام کو حدیث میں بصارت نہیں تو مکی بن ابراہیم کو ان حضرات نے اپنا شیخ کیوں بنایا اور وہ بھی حدیث میں مؤلف رسالہ اس کا جواب دیں۔ آٹھویں امام زفر بن النذیل العنبری حافظ ذہبی میزان میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں فقہار میں سے ایک فقیہ اور عابدوں میں سے ایک عابد صدوق تھے۔ ابن معین اور بہت سے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ احد الفقہاء والعباد وثقہ غیر واحد وابن معین۔ یہ وہی زفر ہیں جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں۔ پھر ان کی اتنی تعریف امام ذہبی کیوں کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی اور یعنی بن معین وغیرہ کو اس کی خبر نہیں تھی کہ یہ ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں ان کو فن حدیث میں کچھ مہارت نہیں ورنہ صدوق اور ثقہ نہ کہتے۔ مؤلف رسالہ جواب مرحمت فرماتیں کہ اس کا حل کس طرح ہے۔ دسویں شعبہ سفیان بن عیینہ، لیث بن سلیم، نصر بن شمس، عبداللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، ابو داؤد الدیلمی، حفص بن غیاث، یعنی بن ابی زائدہ، اسد بن عمرو، یعنی بن زکریا وغیرہ محدثین علم حدیث میں کچھ دخل رکھتے تھے یا نہیں کیونکہ یہ سب امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے اصحاب کہلاتے ہیں اگر انکار کیا جاوے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ مؤلف رسالہ سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ ناظرین کی وسعت معلومات کے واسطے ان حضرات کا شمار کرنا پڑا نیز امام احمد کے قول کی جانچ بھی اس سے ہو جائے گی کہ کہاں تک صحیح ہے۔ چوتھے یہ قول امام احمد کے اس قول کے منافی ہے جس میں انھوں نے امام ابو یوسف کی تعریف کی ہے جو ابھی گزر چکا ہے۔ پانچویں یہ قول امام احمد کا یعنی بن معین کے قول کے منافی ہے جس

کو حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع العلم میں نقل کیا ہے اور وہاں سے عقود الجوامع
 المنیفہ کے مقدمہ میں نقل کیا گیا ہے جس میں یہ ہے کہ ہمارے اصحاب امام صاحب
 اور ان کے شاگردوں کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں اور حد سے بڑھ جاتے ہیں
 کسی نے یہ بھی سے پوچھا کہ ابو حنیفہ کیا جھوٹ بولتے تھے انہوں نے جواب دیا نہیں۔ فقد
 روی عباس بن محمد الدوری قال سمعت یحییٰ بن معین یقول اصحابنا
 یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان ابو حنیفۃ یکذب قال کانت
 انبل من ذلک (عقود الجوامع ص ۱۷) اس قول سے معلوم ہوا کہ اصحاب ابی حنیفہ
 کو جو بڑا کہا جاتا ہے یہ زیادتی ہے وہ ایسے نہیں ہیں۔ لہذا امام احمد کا قول معتبر نہیں
 چھٹے بعض معاصر کی جرح بعض دوسرے معاصر کے حق میں مقبول نہیں ہوئی۔ پس امام
 احمد کی یہ جرح مقبول نہیں کیونکہ امام احمد اصحاب ابی حنیفہ کے معاصر ہیں، امام ابو یوسف
 اور اسد بن عمرو بن عامر الکوفی وغیرہ سے حدیث پر مبنی ہے چنانچہ گزر چکا۔ حافظ ذہبی
 تذکرۃ الحفاظ میں قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ سمع ہشام بن عروہ و
 ابی اسحق الشیبانی و عطاء بن السائب و طبقہ و عنہ محمد بن الحسن
 الفقیہ و احمد بن حنبل و اسد بن عمرو کے متعلق طبقات حنفیہ میں تصریح ہے
 پس ثابت ہوا کہ امام احمد اصحاب ابی حنیفہ کے معاصر ہیں اور جب معاصر ہوئے ان کا
 قول ان کی جرح میں معتبر نہیں۔ معلوم بن معمر دقور النصوص فی خصمہ لا
 یوجب القدح فی واحدہ منہما فہذا کلام احد المتشاجرین فی الاخیر (۱۷)
 (منہاج السنۃ) قول الاقران بعضہم فی بعض غیر مقبول وقد صرح
 العافظان الذہبی وابن حجر بذلت قول ولا سیما اذا لاح۔ نہ بعد اوقۃ و
 لہذا ہبوا لہمد لا ینجوز منہ الا من عصمہ اللہ قال الذہبی وما علمت
 ان عصر اسلام من ذلک الا عصر النبیین والصدیقین (۱۸) (خیرات الحکام)
 حافظ ابن حجر کی خیرات حسان میں فرماتے ہیں۔ اقران کا کلام اپنے ہم عصروں کے بارے
 میں معتبر نہیں اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عتقانی نے اس کی تصریح کی ہے خصوصاً

اس وقت تو بالکل ہی معتبر نہیں جب کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ کلام کسی عداوت یا اختلاف مذہب یا حسد کی وجہ سے ہے کیونکہ حسد یہ ایک ایسی بلا اور بیماری ہے کہ اس سے جس کو خدا بچاتے وہی بچ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ذہبی فرماتے ہیں میرے علم میں سوائے انبیاء اور صدیقین کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس کے اہل اس حسد سے بچے ہوتے اور محفوظ ہوں۔ پس یہاں اختلاف مذہب اور حسد و عداوت کی صورت ممکن ہے۔ لہذا اس قول امام احمد سے استدلال صحیح نہیں اور اصحاب ابی حنیفہ پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ساتویں یہ قول امام احمد کا خود ان کے قاعدے اور اصل کے معارض ہے صرح ابن تیمیہ والتقی السبکی والسخاوی ان الامام لا یروی الا عن ثقة (تفسیق النظام) ابن تیمیہ اور سبکی اور سخاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام احمد ثقہ کے سوا اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے۔ لہذا امام ابو یوسف اور اسد بن عمرو وغیرہما سے امام احمد کا حدیث کی روایت کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ اصحاب ابی حنیفہ ان کے نزدیک ثقہ اور اصحاب حدیث ہیں۔ پس جرحی قول کا اعتبار نہیں۔ آٹھویں حقیقت میں یہ قول ان کا جرح ہی نہیں تا کہ ضعف ثابت ہو جس کے درپے مصنف رسالہ ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البرہان بالبیان نوی اگر بالفرض جرح بھی ہو مجمل و مبہم ہے جو مقبول نہیں کیونکہ لیس لیس بصرہ لبشی من الحدیث قائم مقام لیس بعدل وغیرہ کے ہے اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجمل ای مبہم ہاں قیل ہذا الحدیث غیر ثابت او منکر او فلان متروک الحدیث او ذاہب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یدکر سبب الطعن و ہو مذہب عامۃ المحدثین والفقہاء (کشف اصول البزدوی) ائمہ حدیث کا کسی حدیث یا راوی میں مبہم طعن کرنا معتبر نہیں اور حدیث کو درجہ اعتبار سے گرتا نہیں۔ مثلاً کوئی محدث یوں کہے کہ فلاں حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے۔ یا فلاں راوی متروک الحدیث یا ذاہب الحدیث یا مجروح یا غیر عادل ہے تو یہ جرح مبہم مقبول نہیں جب تک سبب طعن و جرح کو ذکر نہ کرے۔ عامہ محدثین اور فقہاء کا یہی مذہب ہے لہذا

صورت مذکورہ اور حالت موجودہ میں اصحاب اہل حنیفہ پر امام احمد کے قول مذکور سے کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ دسویں اس قول کا مداوت اور اختلاف مذہب پر مبنی ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ محمد بن نصر مروزی اس قول کو تین رکعت وتر کے بیان میں لاتے ہیں اور چونکہ تین رکعت مذہب جو ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا ہے محمد بن نصر مروزی کے خلاف ہے اور اسی خلاف مذہب کی وجہ سے امام صاحب کے بارے میں جو الفاظ انھوں نے استعمال کئے ہیں وہ محمد بن نصر مروزی کی شان میں عیب پیدا کرتے ہیں ص ۱۲۳ کے طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن نصر مروزی کو امام صاحب پر بہت طیش آ رہا ہے۔ اسی بناء پر فرماتے ہیں وزعموا النعمان ان الوتر ثلاث و زعمو انه ليس للمساقر ان يوتر على وابتداه وزعموا انه من نسي الوتر فذكره في صلاة الغداة بطلت صلاته وقوله هذا خلاف للاخبار الثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه وخلاف لما اجمع عليه وانما اتى من قلة معرفتهم بالاخبار وقلة مجالسته للعلماء اه

یہ عبارت ان کی باطنی ناپاکار رہی ہے کہ محمد بن نصر غصہ میں مہرے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے سختی سے کلام کر رہے ہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ان کے خلاف ہے وہ اپنے زعم فاسد میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ تین رکعت وتر کا نصوص مدیثیہ سے کہیں ثبوت نہیں۔ نیز وجوب کو بمعنی قسری سمجھ بیٹھے و نیز وتر کو وہ محض نفل نماز سمجھ گئے اس لئے ابو حنیفہ پر آنکھیں نکال رہے ہیں اور امام احمد کے قول کو زعم سے تعبیر کر کے احادیث اور صحابہ اور اجماع اہل علم کے خلاف بتاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ خود انہوں نے اسی باب میں صحابہ اور تابعین اور دیگر علماء سے تین رکعت وتر سنا نقل کیا ہے پھر صحابہ کے خلاف اور اجماع اہل علم کے مخالف امام کا مذہب کیوں ہو گیا یہ صرف مخالفت مذہب کا غصہ ہے اور کچھ نہیں ان کو تو اسی پر بس کرنا چاہیے کہ کسی حنفی نے ان میں کلام نہیں کیا ورنہ وہ ان کے قول کا ایسا ہی سخت جواب دیتا ہوتا جو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی شان میں سو۔ ادبی کی ہے کہ اخبار کا چونکہ ان کو علم کم اور علماء کی صحبت

میں بیٹھنے کا بہت کم اتفاق ہوا۔ اس لئے احادیث اور صحابہ اور اجماع کے خلاف کی نوبت آتی۔ سبحان اللہ کیا کتنا ہے کہ محمد بن نصر مروزی ابو حنیفہ کے تلامیذ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اس پر یہ طرہ ہے کہ اگر اخبار و احادیث کا علم کم ہوتا تو امام ذہبی حافظ اسلام میں ابو حنیفہ کو ذکر نہ کرتے اور فضائل و مناقب کو ذکر نہ کرتے اور مجالس علمائیں شرکت کی حالت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چار ہزار علما۔ ان کے شیوخ میں داخل ہیں لہذا یہ کتنا کہ علما کی صحبت کم ہوتی اس لئے اس کے خلاف کی نوبت پہنچی عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس عبارت کے بعد جو انہوں نے امام احمد کا قول نقل کیا ہے عداوت اور اختلاف مذہب کی مین دلیل ہے جو عبارات بالا کے اقبارس قابل قبول نہیں۔ اس قول کی وجہ سے وہ خود مستحق جرح ہو گئے۔

اعراض قولہ۔ اجماع اصحاب ابی حنیفہ کو اجماعی رہنے دیجئے۔ کل کے کل کو ذوالے ایسے ہی تھے چنانچہ تدریب الراوی صفحہ ۱۳ میں ہے کہ کو ذوالوں کی حدیثوں میں کدورت ہے اور خطیب بغدادی نے کہا کہ کو ذوالوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے الخ۔ اقول ع ایس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ لو چلو فیصلہ ہی ہو گیا۔ اب تو ناظرین علم حدیث ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ نہیں بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ حدیث کی کتابوں کو بھی اب معتبر نہ سمجھتے کیونکہ اہل کو ذضعیف امدان کی تمام روایتیں ضعیف اور کدورت والی ہیں اور قسمت سے صحاح ستہ میں کوئی راوی بہت ہے۔ خصوصاً شیخین پر سے اب ایمان کو دور کر دیجئے۔ اگر کوئی روایت سب کے سب بقول مولف رسالہ قوی الحافضہ۔ عادل۔ حافظہ۔ ضابطہ۔ ثقہ نہیں تھے تو ان حضرات نے کیوں کو فیوں سے روایات نقل کیں۔ منوہ کے طور پر چند کوئی محدث ناظرین اور مولف رسالہ کے اطمینان قلب کے واسطے پیش کرتا ہوں ملاحظہ کے بعد مولف رسالہ کو دار دیں اور ان کی عقل خام پر چار آنسو بہا دیں۔ علقمة بن قیس نخعی کو فی ثقہ ثبت فقیہ عابد روی لہ الستہ (تقریب) قاسم بن مخیمرة ابو عمرو ہمدانی کو فی ثقہ فاضل روی لہ البعاسی و مسلو والاربعة اہد تقریب عبدالرحمن

بن لیل الانصاری کو فی ثقتہ روی لہ الستہ (تقریب) صلہ بن زفر
عبدی کو فی ثقتہ جلیل روی لہ الستہ (تقریب) شفیق بن سلمۃ الاسدی
کو فی ثقتہ مخضرم روی لہ الستہ (تقریب) شریح بن ہانی حارثی کو فی
مخضرم ثقتہ (تقریب) شریح بن النعمان ضائدی کو فی (ترمذی) شریح
بن الحارثی کنندی کو فی قاضی و شریح بن ہانی کو فی (ترمذی) سعید بن جبیر
اسدی کو فی ثقتہ ثبت فقیہ روی لہ الستہ (تقریب) سالم بن ابی الجعد
غطفانی اشجعی کو فی ثقتہ روی لہ الستہ (تقریب) صائب بن مالک والد
عطاء کو فی ثقتہ (تقریب) سفیان بن عیینہ ثقتہ حافظ فقیہ امام حجتہ روی
لہ الستہ (تقریب) اصل پیدائش کوفہ کی ہے ضیاء الساری، حبیب بن ابی ثابت
اسدی کو فی ثقتہ فقیہ جلیل روی لہ الستہ (تقریب) محمد بن
المنشور ہمدانی کو فی ثقتہ (تقریب) مسعی بن کدام ہلالی کو فی ثقتہ ثبت
فاضل روی لہ الستہ (تقریب) مسلم بن صبیح ابو الصنحی عطاء ہمدانی
کو فی ثقتہ فاضل (تقریب) موسیٰ بن ابی عایشہ ہمدانی کو فی ثقتہ
عابد روی لہ الستہ (تقریب) منصور بن المعتمر سلمیٰ کو فی ثقتہ ثبت
روی لہ الستہ (تقریب) یہ اثبت اہل کوفہ میں (ترمذی) معارب بن مزار
سدوسی کو فی قاضی ثقتہ امام زاہد روی لہ الستہ (تقریب) عثمان بن
عاصم بن حصین اسدی کو فی ثقتہ ثبت سنی روی لہ الستہ (تقریب)
ان کی نظیر صحیحین کے روایات میں نہیں ہے (نودی شرح مسلم) یہ کوفہ کے ہیں محدثوں
کے نام میں نے پیش کئے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کے حافظہ ثقات ہست، عدالت
قبضہ حدیث، فتاوت۔ اتقان کے جملہ محدثین قائل ہیں یہ وہ ائمہ ہیں کہ جن سے بخاری
مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں بکثرت
حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ وہ روایات حدیث ہیں جن میں کسی قسم کی خرابی کوئی تنفس
ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ وہ محدثین ہیں جن کی حدیثیں اور راویوں کے اعتبار سے زیادہ مستند

ہیں۔ یہ وہ راوی ہیں کہ کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کا مدار ان ہی جیسے حضرات پر ہے۔ پس منہ اشاکر یہ کہ دنیا کہ تمام کو ذوالزل کی حدیث میں کہ ورت سے غلط اور بالکل غلط ہے اور نہ خطیب اور صاحب تدریب کی یہ مراد ہے ورنہ یہ قول ان کا نقد عقلاً دونوں طرح غلط ہے جس کی طرف ادسنے قتل والا توجہ نہیں کر سکتا۔ نیز یہ جرح مبہم ہے جو مقبول نہیں چنانچہ گزر چکا۔ عوام کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے ورنہ اظہار حق اس کا نام نہیں ہوتا کہ ابو حنیفہ کی صداقت میں جو جی میں آیا بک دیا اور اس کا خیال نہ فرمایا کہ نکل فرعون موسیٰ مگر آپ کیا کریں۔

نیش غریب نہ از پے کین ست مقتضائے طبیعتش این ست

ناظرین! یہ ہے ان حضرات کا علمی سرمایہ اسی پر اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ظاہری ایمان یہ ہے مع ماہل حدیثیم و دغاراہ شنایم۔

اعراض قولہ پس جب سب کے سب ایک ہی داعی کے ہاتھ میں تو امام ابو حنیفہ کیسے قوی الحافظہ ہو سکتے ہیں؟ اقول۔ ناظرین ابھی آپ کو دودھ اور پانی علیحدہ ہو کر معلوم ہو چکا ہے جس پر مولف کو بہت غم ہے اس کی حقیقت سے پردہ اٹھ چکا ہے کہ یہ صرف دھوکہ ہے جس کر توت پر ناز تھا اس کا تار تار علیحدہ علیحدہ ہو گیا ہے کو ذوالے اور عراق والے قوی حافظہ اور امام ابو حنیفہ بھی قوی حافظہ ہیں جیسی تو حافظہ ذہبی شافعی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر کیا اور بہت ثناء و صفت کی ہے مگر

ہنر بہتم صداقت بزرگتر عیب ست گل ست سحری و ہ چشم دشمنان غارت

ثانیاً اگر بغرض محال ہی تسلیم کر لیا جائے کہ کو ذہ اور عراق والے ضعیف اور کمزور حافظہ والے تھے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ایسے ہی تھے۔ حضرت من اس میں لزوم عادی بھی نہیں عقلی تو کہا۔ ان دونوں میں ملازمت ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے ورنہ اثبات مدعا سے آپ کو سوں دور ہیں و دونہ غلط القاد۔ ثانیاً یہ دونوں قول جو آپ نے تدریب سے نقل کئے ہیں تفسیر مملہ ہے جو قوت جزئیہ میں ہے۔ پس ثبوت مدعا میں ناکافی ہیں اور اگر کوئی مراد ہے تو بالکل غلط ہے جو ابھی بیان کر چکا ہوں اور ایک مختصر

فہرست ناموں کی گنا چکا ہوں۔ اس خرابی کے ابطال پر دلیل قائم کرنا چاہیے مگر۔
 سنبل کر پاؤں دکھنا میکہ میں شیخ جی صفا یہاں گہڑی اچھلتی ہے اسے مینا نہ کہتے ہیں
 یہ وہ گڑ نہیں ہے جو چھوٹے کھا جاتیں۔ بلکہ یہ مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص
 ابو جہل اور ابولہب کی عداوت میں میکہ کے تمام صحابہ وغیرہ کو زبرا کھنے لگے یا ایک مسلمان
 کوئی بُرا کام کرے تو اس کی وجہ سے تمام بُرے ہو جائیں یا ایک نے کوئی حق بات کہی
 تو سب سے عداوت رکھنی ضروری ہے۔ یہ عجیب منطق ہے جس کو اہل حدیث زمانہ
 ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اعراض قولہ۔ اب ابو حنیفہ کی مابت فاص قول سنو۔ تخریج ۱۰۱۱ ابن حجر فاروقی فی حاشیہ
 صفحہ ۹۲ میں ہے۔ قال صاحب المنتظم عن عبد اللہ بن علی بن المدینی
 قال سألت ابی عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا انتہی یعنی علی بن مرینی کے بیٹے
 عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مرینی سے ابو حنیفہ کا مال پوچھا تو انہوں نے
 نہایت ضعیف بتلایا۔ اقول۔

ہوشیار اسے چرخ ظالم ہوشیار دیکھ ہم نے آہ آشبار کی
 ناظرین یہ وہ عبارت ہے جس پر مؤلف رسالہ کو ناز ہے اسی عبارت کی وجہ سے
 حافظ ابن حجر کو مضنین امام ابو حنیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب
 تقریب التہذیب وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اقرب الی الصواب اور اعدل او
 یصح قول لکھنے کی شرط کی ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ کا ترجمہ لکھا ہے لیکن کوئی لفظ اس
 عبارت میں ایسا نہیں ہے جس سے امام ابو حنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم بھی ہو۔ وہ
 فرماتے ہیں۔ النعمان بن الثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من
 فارس ویقال مولیٰ بنی تیسرے مشہور من السادسة مات سنۃ
 خمسین ومائۃ علی الصبیح ولہ سبعون سنۃ روی لہ الترمذی
 والنسائی ۱۰ اگر امام ابو حنیفہ حافظ ابن حجر مستقلانی کے نزدیک ضعیف ہوتے یا ان کو ان
 کی تضعیف کا علم صحیح طریق سے ہوتا تو ضرور تقریب میں اپنی شرط کے مطابق لکھتے معلوم

ہوتا ہے کیا روں کی گڑھی ہوئی بات ہے ع یہ بات نامہ بر کی بانی ہوئی سی ہے
 حافظ ابن حجر پرہتان باندھا ہے نہ معلوم آپ کس جون میں تھے جس وقت رسالہ
 تصنیف فرمایا غالباً کوئی کتاب اٹھا کر نہیں دیکھی ورنہ کبھی اس قسم کی کجواس سرزد نہ ہوتی
 دوسرے حافظ ابن حجر نے خود تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین سے امام ابو حنیفہ
 کی توثیق نقل کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے۔ قال محمد بن سعد سمعت
 یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفہ ثقة لا یحدث بالحديث الا بما
 یحفظہ و لا یحدث بما لا یحفظہ و قال صالح بن محمد الاسدی
 عن ابن معین کان ابو حنیفہ ثقة فی الحديث و اس عبارت نے میدان صاف
 کر دیا ورنہ ضرور اس کو رد کرتے اور تہذیب ثابت کرتے بلکہ انہوں نے جرح کو رد کر دیا
 ہے جو بعض متعصبوں نے امام صاحب پر کی ہے۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں جس
 کا نام الہدی الساری ہے فرماتے ہیں۔ و من شولہ یقبل جرح ابی حنین
 فی الامام ابی حنیفہ حیث جرحہ بعضهم بکثرة القیاس و بعضهم
 بقلۃ معرفۃ العربیۃ و بعضهم بقلۃ درایۃ الحديث فان هذا کله
 جرح بما لا یجرح الساری و (مقدمہ) اور اسی سبب سے بارہین کی جرح
 امام ابو حنیفہ کے حق میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً بعض نے کثرت قیاس کی وجہ سے اور
 بعض نے قلت عربیت کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت حدیث کی وجہ سے
 ان پر جرح کی ہے لیکن یہ ایسی جرح ہے جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا
 لہذا مقبول نہیں مردود ہے۔ حافظ کے اس قول نے تو ستم ڈھایا کہ امام ابو حنیفہ کو بالکل
 ہی بری کر دیا کہ جن لوگوں نے جرح کی ہے وہ مردود سے اگر حافظ ابن حجر کے نزدیک
 قابل اعتبار ہوتی تو اس کی اور تائید کرتے نہ یہ کہ اس جرح کو مردود کر دیتے۔ اس سے
 معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح و ضعیف نہیں ان کو مضغین
 امام میں شمار کرنا ان پر افترا اور بہتان باندھنا ہے۔
 یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا چاچھ کو اپنی بستانا نہیں کوئی کھٹا

نذر کو جس وقت کوئی پہنچا جائے گا حال کُل جائے گا سب اس کے کھرے کٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

اعراض ناظرین نے حافظ ابن حجر کی تصریحات سے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ امام ابو حنیفہ
ان کے نزدیک ثقہ ہیں ضعیف نہیں۔ اسی طرح یحییٰ بن معین اور محمد بن سعد اور صالح بن
محمد اسدی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہذا مؤلف رسالہ کا یہ قول بالکل غلط ہو گیا کہ آج تک جتنے
محدث گزرے ہیں سب نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے کیونکہ یہ چار تو اس میں سے
کم ہو گئے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ یہ قول جو مؤلف رسالہ نے نقل ہے یہ حافظ ابن حجر
کی کتاب درایہ میں جس کو تخریج احادیث ہدایہ سے تبصیر کیا ہے نہیں ہے بلکہ اس کے
حاشیہ پر ہے۔ چنانچہ عبارت صاحب رسالہ سے ظاہر ہے۔ پس اس کو حافظ ابن حجر
کی طرف منسوب کر کے ان کو مضعفین امام میں شمار کرنا یہ ایک اور جھوٹ اور افتراء اور لوگوں
کو دھوکہ دینا ہے۔ ادھر علامہ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی۔ اگر حافظ ابن حجر کی عبارت
ہوتی تو درایہ میں بیان کرتے ہوتے ان کو کون مانع تھا۔ افسوس ہے ایسی جہالت اور
نادانی پر کہ صداقت کی وجہ سے کچھ بھی خیال نہ رکھا کہ میں کیا کرتا ہوں اور وہم منہیہ کا بھی
نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام کتاب میں کہیں پر بھی نہیں لکھا اور نہ سلف کی یہ عادت تھی کہ منیات
لکھیں۔ حاشیہ پر عبارت کا ہونا پکار کر بتلا رہا ہے کہ یہ کسی متعصب کی گرفت ہے لہذا
اس سے امام کے دامن ثبات پر کوئی داغ نہیں چڑھ سکتا۔ چوتھے صاحب المنظم اور
علی بن مدینی کے بیٹے عبد اللہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے زمانہ دراز کا بعد ہے سند
میں القطاع ہے یہ قول انہوں نے کس سے سنا اور کہاں سے نقل کیا جب تک بطریق
سند صحیح متصل ثابت نہ ہو قابل اعتبار اور لائق وثوق نہیں اور اس منقطع سند سے
امام صاحب کے دامن عدالت پر کوئی آپہنچ نہیں آ سکتی۔ پانچویں یہ قول منقطع السند
علی بن مدینی کے دوسرے قول کے منافی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ
ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ روایت حدیث میں ان کے شاگرد سفیان ثوری اور
ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر

بن عون ہیں۔ اگر نقل کی ضرورت ہو تو ملاحظہ فرمائیے۔ حافظ ابن حجر مکی شافعی خیرات حسان کے اربعہ قسوس فصل میں فرماتے ہیں۔ وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفہ روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به انتهى اب تو ابن حجر مکی اور علی بن مدینی کے نزدیک بھی امام ابو حنیفہ ثقہ ثابت ہو گئے پہلے چار محدثوں میں ان دو کو شمار کر کے چوتھیں کر لیں تاکہ جملہ محدثین سے کچھ اور مکی ہو جاتے اس قول کو حقوق الجواہر المنیفة کے مقدمہ کے صفحہ ۸ میں بھی نقل کیا ہے۔ اب مولف رسالہ یا تو اس قول کو تسلیم کریں اس کی وجہ ترک بیان کریں یا اس کو قبول کریں اور اس کو چھوڑ دیں اور یا بقاعدہ تعارض دونوں کو چھوڑ دیں اور یحییٰ بن معین شعبہ وغیرہ کے قول پر عمل کریں کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ چھٹے صاحب منظم جو ابن جوزی ہیں تسابیل میں ضرب اشل ہیں۔ دیکھو امام سیوطی کی تدریب الراوی جس کا آپ بہت حوالہ دیا کرتے ہیں لہذا جب تک پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جاتے اس وقت تک اس قول کا اعتبار نہیں۔ قال ابن حجر فیہ ای فی کتاب ابن الجوزی من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعا وعکس الضرر بمستدرک العاکم فانه یظن مالیس بصحیح صحیحا قال وتعیین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکتابین بقاھلھما اعدم الاستغناء بهما الا للعالم بالظن لانه ما من حدیث الا ویسکن ان یکون قد وقع فیہ التساهل او تدریب (السعی المشکور) اور امام ابن الجوزی تشدد فی الجرح میں بھی مشہور ہیں۔ ایک معمولی امر کی وجہ سے بھی راوی کو مجروح کر دیتے ہیں لہذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ خصوصاً امام صاحب کے بارے میں جب کہ ان کی توثیق کرنے والے ان سے بڑھ کر ہیں۔ ساتویں یہ قول عبد اللہ کا جس کو صاحب منظم نے نقل کیا ہے یحییٰ بن معین کے اس قول کے بالکل خلاف ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات حسان میں نقل کیا ہے و سئل ابن معین عنہ فقال ثقہ ما سمعت احدا یضعفه او ابن معین سے کسی نے امام صاحب کے بارے میں

دریافت کیا تو انہوں نے کہا ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابو حنیفہ کی
تضعیف کی ہو۔ کیا یہی بن معین اور ابو حنیفہ کے درمیان قرونوں اور صدیوں کا فاصلہ
ہے کہ ابن مدینی کی تضعیف کی ان کو خبر نہ ہوتی اور ابن جوزی کو خبر ہو گئی تو جب ہے اس
قول کو خوب دھن نشین کرنا چاہیے۔ ابن معین کے نزدیک کسی کی تضعیف ثابت نہیں
اور نہ اس بارے میں کوئی قول انہوں نے سنا یہ کلیہ ہے کیونکہ نکرہ نفی کے تحت میں
داخل ہو رہا ہے لہذا اصلاً ضعف ثابت نہیں اور جس کسی نے تضعیف کی ہے اس کے
قول کا اعتبار نہیں اس کی بعینہ مثال قرآن شریف کے عدم ریب کی نفی کی سی ہے۔ خداوند
تعالیٰ فرماتے ہیں وریب فیہ اس قرآن میں شک ہے ہی نہیں۔ حالانکہ بہت سے
کنار موجود تھے جو شک کرتے تھے لیکن ان کے شک وریب کا خدا تعالیٰ نے اعتبار
نہ کیا اور بالکل اس کی نفی کر دی۔ اسی طرح یہی بن معین کے قول کا حال ہے کہ گو بعض
نے تضعیف کہا ہو لیکن وہ ایسے نہیں جس کا قول امام ابو حنیفہ جیسے شخص کے بارے میں مقبول
ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی نے تضعیف ہی نہیں کی اور میں نے تو کسی معتبر شخص کو
ان کی تضعیف کرتے سنا ہی نہیں۔ فافہو و تدبر فانہ دقیق۔ حنفی الدین خمرزنجی
خلاصہ تہذیب میں فرماتے ہیں بالنعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفہ امام العراق
وفقیہ الامۃ عن عطاء و نافع و الاعرج و طائفۃ و عنہ ابنہ حماد و زفر و
ابو یوسف و محمد و جماعۃ و ثقہ ابن معین المصنف ۴۰۲۔ اس سے ثابت
ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ ہیں یہ ساتویں محدث ہیں۔ حافظ ابوالکجاج مزنی یوں رقمطراز
ہیں۔ قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفہ
ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ
وقال صالح بن محمد الاسدی عنہ کان ابو حنیفہ ثقة فی الحدیث
(تہذیب الکمال) یہ آٹھویں محدث ہیں جو تسلیم کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبی
فرماتے ہیں۔ قال صالح بن محمد جریر و غیرہ سمعنا یحییٰ بن معین
یقول ابو حنیفہ ثقة فی الحدیث وروی احمد بن محمد بن معمر

عن ابن معین لا باس بہ انتہی (تذہیب التہذیب) یہ نویں محدث ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں اور صالح بن محمد جریرہ دسویں اور احمد بن محمد بن محمد زکیا ہویں محدث ہیں جو توثیق کو نقل کرتے ہیں اور کم از کم ذہبی کے لفظ حنیفہ اور صالح کے لفظ سمعنا سے ایک تو اور سمجھنا چاہتے تو بارہ محدث ہو جاتے ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں آٹھویں چونکہ امام ابو حنیفہ کے بہت سے ماسد تھے اس لئے ان کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کر دیا کرتے تھے جو عیوب کی صورت میں ہوتی تھیں اس بنا پر ممکن ہے کہ علی بن الدین کے سامنے کسی ماسد نے کوئی جھوٹی بات کر دی ہو جس کی وجہ سے یہ قول اُن سے صادر ہوا۔ جب تحقیق ہوتی تو فرما دیا کہ ابو حنیفہ ثقہ لا باس بہ ہیں۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ علی بن الدین کے استاذ و استاذ ہیں اور شیخ الشیخ ہیں اس بنا پر اور بھی تحقیق کی اُن کو ضرورت ہوتی ہوگی۔ ولا شک ایضا ان الامام اباحنیفہ کان له حساد کشیرون فی حیوتہ وبعد مماتہ البخ (خبریات حسان) تو جو لوگ آپ سے بغض و حسد رکھتے ہیں اُن کا قول امام کے بارے میں برگزیدہ مقبول نہیں ہو سکتا۔ دارقطنی، ہیثمی، ابن عدی وغیرہ کو خاص تعصب امام سے تھا اسی وجہ سے سختی کے الفاظ اُن سے شان امام میں سرزد ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہم فرمائے اور مغفرت کرے آمین۔ اسی طرح حافظ ابن عبد البر نے بھی جامع العلم میں بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ماسد کثرت سے تھے جو امام پر افتراء پردازی کیا کرتے تھے وکان ایضا مع ہذا یحسد وینسب الیہ ما لیس فیہ ویختلق علیہ مالا یلیق بہ (عقود البواہر صفحہ ۱۰ وغیرت حسان) یہی وجہ تھی کہ نقادان فن حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی ابوالحجاج مزنی صنی الدین خزرجمی ابن حجر مکی ابن عبد البر مغربی وغیرہم نے ان جرم و صیغ کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا بلکہ ان کے جوابات شافیہ دے کر ان کو رد کر دیا اور امام کی توثیق و امامت وغیرہ کے قائل ہو گئے۔ حافظ ابن عبد البر تیرہویں شخص ہیں جو امام ابو حنیفہ کی ثقاہت کے قائل ہیں۔ علامہ محمد طاہر نے آپ کا ترجمہ بسط کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے امام ابو حنیفہ کا ضعیف ہونا ثابت

ہوتا ہو فرماتے ہیں۔ ولو ذهبنا الى شرح مناقبه لاطلنا الخطب ولو فصل
الى الغرض فانه كان عالما عاملا عابدا ورعا تقيا اماما ما في علوم الشريعة
وقد نسب اليه من الاقاويل ما يجعل قدره عنهما من خلق القرآن والقدر
والدرجاء وغير ذلك ولا حاجة الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزها عنها
ويبدل عليه ما ليس الله له من الذكر المنتشر في الافاق وعلمه طبق الارض
والاخذ بمذهبه وفقهه فلولو لم يكن لله سر خفي فيه لما جمع له
شطر الاسلام او ما يقارب به على تقليده حتى عيى الله بفقهه وحمل برأيه
اقا يومنا ما يقارب اربع مائة وخمسين سنة وفيه اول دليل على صحته
وقد جمع ابو جعفر الطحاوى وهو من اكبر الاخذين بمذهبه كتابا
سماه عقيدة ابى حنيفة وهي عقيدة اهل السنة وليس فيه شئ مما نسب
اليه واصحابه واخبر بعالمه وقد ذكر ايضا سبب قول مثل قال عنه ولا
حاجة لنا الى ذكره فان مثل ابى حنيفة ومحمده في الاسلام لا يحتاج للعتذار
اه مختصنا جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر امام صاحب کے مناقب ہم بیان کرنا شروع
کریں تو دفتر سیاہ ہو جائیں مگر اس کی انتہا کر نہیں بیچ سکتے۔ کیونکہ ابو حنیفہ عالم، عامل،
عابد، پرہیزگار، متقی، علوم شریعت کے امام تھے۔ بعض امور کی ان کی طرف نسبت کی گئی
لیکن ان کی شان اور مرتبہ ان سے پاکدامنی میں بالاتر ہے۔ ان امور کے قائلین کے
ذکر کرنے کی ہم کو حاجت نہیں یہ بات ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ کا دامن ان باتوں سے
پاک و منزہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو اطراف عالم
میں پھیلا دیا۔ اور ان کے علم نے دنیا کو گھیر لیا۔ اطراف عالم میں ان کے مذہب و فقہ پر عمل
ہو رہا ہے اگر خداوند تعالیٰ نے ان کے ساتھ کوئی تعلق رحمۃ و فضل نہ ہوتا جس کو ہم
نہیں سمجھ سکتے تو آج نصف اہل اسلام یا اس کے قریب ان کی تقلید کرتے حتیٰ کہ ان
کے فقہ کے سبب سے خدا کی عبادت کی جانے لگی اور ہمارے زمانہ تک ان کے اقوال
پر عمل ہو رہا ہے جو تقریباً ساٹھ سے چار سو سال ہوتے ہیں۔ ان کے حق پر ہونے کی پہلی

دلیل ہے امام طحاوی نے جو ان کے مذہب کے پیروکاروں میں بڑے متبع ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام عقیدہ ابی حنیفہ رکھا ہے۔ اس میں امام اور ان کے شاگردوں کے عقائد و اقوال و افعال بیان کئے ہیں جو اہل سنت و الجماعت کے عقائد ہیں اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو امام صاحب اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کی جاتی ہے و نیز اقوال کے وجود بھی بیان کئے ہیں جو امام کی طرف بھولے نسبت کئے گئے ہیں ہم کو اس جگہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں اس لئے کہ امام ابو حنیفہ جیسے شخص کا جو مرتبہ اسلام میں ہے اس کو عذر کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں اس عبارت سے تمام امور کا جواب ہو گیا۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ محمد طاہر جو دہوی شخص ہیں جو امام ابو حنیفہ کی تعریف کرتے اور ان کو اچھا سمجھتے ہیں جو یہ خیال کرے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا یا کسی قسم کی جرح کی ہے تو اس کا قول غلط اور بالکل غلط ہے۔ نویں چونکہ علی بن مدینی نے قول مذکور میں کوئی ضعف کی وجہ نہیں بیان کی اور نہ ان کے صاحبزادے اور صاحب المنہج نے کوئی سبب ضعف بیان کیا اس لئے یہ جرح مبہم و مجمل ہے جو خیر و قابل اعتبار و اعتماد نہیں۔ جرح مقبول اور راوی میں عیب پیدا کرنے والی وہی ہوتی ہے جو مفسر ہو۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔ بعد ان یوثق الراوی من جهة المذکین قد یکون مبہما غییر مفسر و مقتضی قواعد الاصول عند اہلہ انه لا یقبل الجرح الا مفسرا (شرح الامام باحادیث الکمام لا یقبل الجرح الا مفسرا مبعن السبب) (نفوی شرح مسلو) پس اس قول کا اعتبار نہیں۔ دسویں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے روایت و توثیق کرنے والے اور شاخوالات ان حضرات سے زیادہ ہوں جو جرح کرنے والے ہیں تو جرح کرنے والے کا قول مد اعتبار سے خارج ہے۔ قال ابو عمر و یوسف بن عبد البر الذہبی رووا عن ابی حنیفہ و وثقوا و اشتوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ والذین تکلموا فیہ من اہل الحدیث اکثر ما علوا علیہ الا غرق فی الراوی والقیاس ای وقد مر ان ذلک لیس بعیب (اعتماد الجواہر صفحہ ۱۰) و خیرات حسان

فصل اتریسویں) اسی طرح امام ابو حنیفہ ہیں کہ ان سے روایت حدیث کرنے والے اور ان کے شاخوواں اور توثیق کے قائل جارحین سے زیادہ ہیں لہذا ان کے مقابلہ میں بعض کے قول کا اعتبار ہی نہیں۔ نیز اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک بھی امام صاحب کی توثیق کے جو محدث قائل ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لہذا مولف رسالہ کا یہ قول کہ آج تک سب جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے سراسر کذب و افتراء ہے اور نقش بر آب ہے۔ ناظرین یہاں تک تو قول علی بن مدینی کے متعلق گفتگو متھی ماس جلد تقریر سے تقریباً تمام رسالہ کی باتوں کا جواب ہو گیا۔ ہر ایک قول کو لے کر علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی اپنے نئے مہمان اور فخر زمانہ مولف رسالہ کی قابلیت کو طشت از بام کرنے کے واسطے اقوال نقل کر کے جوابات پیش کرتا ہوں۔ مثل ہے کہ بھولے کو اس کے گمزمک پہنچا دینا چاہیے تاکہ مولف کے دل میں کوئی ہوس باقی نہ رہے۔

قول: ایسے بہت سے اقوال ہیں ہم بالتصریح ان کو کہاں تک لکھیں اقول صرف دو قول آپ نے پیش کئے جن کی حقیقت یہاں تک معلوم ہوتی۔ کاش کہ آپ اور بھی اقوال نقل کر دیتے تو دنیا کو معلوم تو ہو جاتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور آپ کی حقانیت عالم پر روشن ہو جاتی لیکن عسخی شناس نہ دوبر اخطا ایجاست۔

قول: صرف ہم ان محدثین کے نام مع حوالہ کتب جنہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے لکھ دیتے ہیں دوسنوا اور گنوا لہذا اقول ۛ

قاضی اربابا نشیند ہر فشاں دست را محاسب گوئے خورد مغذہ دار دست را
اعراض ناظرین: مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام گناہے ہیں جن پر ان کو بڑا فخر ہے کہ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے خیر اس ہم غنیمت ست۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ابو حنیفہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں لاکھوں محدثین و علما ہر قرن میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ایک سو گیارہ ایسے ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے اور باقی سب ان کی امامت اور ثقاہت عدالت

وغیرہ کے قائل ہیں۔ لہذا اگر ان حضرات کی جرح امام کے حق میں بالفرض ثابت ہو جاتے تو ان ہزاروں کے مقابلہ میں جو ثقافت کے قائل ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور اس سے امام صاحب کے دامن علوم مرتبت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آ سکتا۔ دوسرے مجھے عجب پر عجب اس لئے اور پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر جھوٹ بولنے پر ان کو اتنی جرأت کیوں ہو جاتی ہے۔ اسوۂ رسول کا تو یہ اثر ہے ہی نہیں کہ کوئی شخص عامل بالحدیث ہو کر کذب و افتراء پر کمر باندھ لے اور اس کو دنیا کی لالچ اور عاقبت کے انجام کی پروا نہ ہو عاشا وکلا۔ تو پھر مولف رسالہ نے ایسا کیوں کیا اور روز روشن میں عالم کی آنکھوں میں کیوں خاک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں نکل فرعون سوئی ع۔ تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ مگر پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخلوق خدا میں سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ دنیا کی ترکیب اسی پر واقع ہے ورنہ نظام عالم میں خرابی پیدا ہو۔ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔ اس لئے ایسے حضرات کی بھی ضرورت ہے کہ جھوٹ بول کر عوام کو بہکاتیں مگر ہم خوش ہمارا خدا خوش رہے۔

ہم گنتی وغور سندم مفاک اللہ نکو گنتی کلام تلخ مے زید لب لعل شکر فارا
اس لئے ہم تو مولف رسالہ کو دعا ہی دیتے رہیں گے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ چاند پر متوکنے سے اپنے منہ پر متوک پڑتا ہے جس کو دنیا جانتی ہے۔ تیسرے ناظرین مولف رسالہ نے اپنے رسالہ میں یہ قاعدہ برتا ہے کہ جس کسی نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی لے لیا خواہ کہیں پر بھی ذکر کیا ہو بس وہ امام کی تضعیف کر لے والوں میں سے ہے۔ یہی سمجھ کر مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام شمار کئے ہیں۔ ایسی کہ تو میں صرف مولف رسالہ سے ہی سرزد نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ہم نوا اور دوسرے بھی ایسے ہی کیا کرتے ہیں تو الولد سرور بیہ سے ہونا ہی چاہیے والشجرۃ تنبت عن الشجرة کا مصداق بننا ہی ضروری ہے مگر رہے

نہ نجرانٹے ہے نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزماتے ہوتے ہیں

جو امور آپ کے پہلوں کو نہ معلوم ہوتے وہ آپ نے پورے کئے ع اگرچہ پرتواند
پس تمام کند۔ اب میں ناظرین کی ضیافت طبع کے واسطے نام ان حضرات کے جن کو مؤلف
نے بارعین میں شمار کیا ہے پیش کرتا ہوں۔ جن سے مؤلف رسالہ کی دیانت داری اور
علیت معلوم ہو جائے گی اور حقانیت و سچائی کا روز روشن کی طرح اظہار ہو جائے گا۔
ایک ابو داؤد سجستانی صاحب سن ہیں جن کو سخت ضعیف کہنے والوں میں سے
مؤلف نے شمار کیا ہے مگر اس کی غلیظ مافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں کر دی ہے
ابو داؤد کا قول امام صاحب کے بارے میں یہ نقل کیا ہے وقال ابو داؤد ان
ابا حنیفۃ کان اماما ماہ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ شریعت کے امام تھے اب
ناظرین پر انصاف ہے کہ وہ تو امام کی تعریف کر رہے ہیں اور مؤلف رسالہ کتاب ہے کہ انہوں
نے سخت ضعیف کہا ہے۔

چراغِ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا بہیں تفاوت رہ از کجاست تابکا
کہتے کون سچا ہے ذہبی یا مؤلف رسالہ۔ ابو داؤد کے اس قول کو حافظ ابن عبد البر
مالکی نے بھی اپنی کتاب العلم میں نقل کیا ہے اور وہ بھی سند کے ساتھ فرماتے ہیں حدیث
عبد اللہ بن محمد بن یوسف حدیث ابن رحمون قال سمعت محمد
بن بکر بن داود یقول سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی
یقول رحمہ اللہ مالک کان اماما رحمہ اللہ الشافعی کان اماما رحمہ اللہ ابا حنیفۃ
کان اماما (عقود الجواہر ص ۹) اگر امام ہونے کے معنی ضعیف ہونے کے ہیں
تو بے شک مؤلف کا قول صحیح ہے ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ مؤلف کا قول غلط ہے
دوسرے حافظ ابن حجر ہیں ان کے متعلق ماضی میں، میں بیان کر چکا ہوں کہ حافظ نے
تہذیب التہذیب اور تقریب میں کہیں بھی امام کی تضعیف نہیں کی بلکہ مقدمہ میں تردید
کر چکے ہیں اور ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ مسلم الثبوت تھے ہیں۔ چنانچہ تینوں کتابوں کی
عہادت میں نقل کر چکا ہوں۔ تیسرے علی بن المدینی ہیں جن کے قول کے متعلق مفصل
بحث گزر چکی ہے اور ابن حجر مکی شافعی کی غیرت حسان اثر قیسویں فصل سے نقل کر چکا

ہوں کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے ان میں کوئی عیب نہیں۔ چوتھے حافظ ابن عبد البر میں ان کے اقوال بھی مختلف مقامات میں امام صاحب کے بارے میں منقول ہو چکے ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ کتاب العلم میں خاص ایک باب اسی بحث میں انہوں نے لکھا ہے اور معتز ضنین کے جوابات دے کر امام کی ثقاہت و عدالت، تقویٰ و پرہیزگاری، علم و فضل کو علی وجہ کمال ثابت کیا ہے۔ اور اس کا ملخص صاحب عقود الجواہر نے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔ پانچویں یحییٰ بن معین ہیں ان کا قول ما تقدم میں مختلف کتابوں سے نقل کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک امام صاحب حدیث میں ثقہ تھے۔ چھٹے ابن حجر مکی ہیں۔ انہوں نے ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں اور معتز ضنین کے اعتراضات کا بالکلہ استیصال کر دیا۔ ان کی کتاب خیرات حسان سے میں چند عبارتیں نقل کر چکا ہوں۔ ساتویں شعبہ ہیں جن کے بارے میں خیرات حسان میں یہ قول نقل کیا ہے کہ شعبہ کا اچھا خیال امام صاحب کے بارے میں تھا۔ قال الحسين بن علي الحلواني قال لي شبابة بن سوار كان شعبة حسن الرأي في أبي حنيفة (عقود الجواہر ص ۱۸) حافظ ابن حجر مکی نے خیرات حسان میں ابن عبد البر علی بن مدینی۔ یحییٰ بن معین اور شعبہ کا قول نقل کیا ہے جس کی یہ عبارت ہے۔ قال ابو عمر و يوسف بن عبد البر الذين رووا عن أبي حنيفة ووثقوه واثنوا عليه اكثر من الذين تكلموا فيه من اهل الحديث اكثر ما عابوا عليه الا غرق في الرأي والقياس اى وقد مر ان ذلك ليس بعيب وقد قال الامام علي بن السديني ابو حنيفة روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وجعفر بن العوام وهو ثقة لا باس به وكان شعبة حسن الرأي فيه وقال يعقوب بن معين اصحابنا ينفوون في أبي حنيفة واصحابه فبقيل له اكان يكذب قال لا اء. اسی طرح صاحب عقود الجواہر نے یہ اقوال نقل کئے ہیں۔ پس مولف رسالہ کا یہ کہنا کہ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے غلط اور بالکل غلط

ہے۔ آشوری تاج الدین سبکی ہیں جنہوں نے ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے یعنی توثیق کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنے طبقات میں تصریح کی ہے اور جی لوگوں نے جرح کی ہے ان کے قول کو رد کر دیا بایں وجہ کہ جس شخص کی امامت و عدالت ثابت ہو جاتے، اور اس کی طاعات معاصی پر غالب ہوں اس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر زیادہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں کسی کی جرح گو وہ مفسر ہی کیوں نہ ہو مقبول نہیں خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ کوئی قرینہ ایسا بھی اُس جگہ موجود ہو کہ جرح کسی قصب مذہبی اور مناقشہ ذیوی پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے امام ابو حنیفہ کے متعلق سفیان ثوری کے قول کا اور امام مالک کے متعلق ابن ابی ذئب و دیگر کلام اور امام شافعی کے متعلق ابن معین کے قول کا اعتبار نہیں۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ وفي طبقات شيخ الاسلام التاج السبكي العذر كل العذر ان تفهموا ان قاعدتهم الجرح مقدم على التعديل على اطلاقها بل الصواب ان من ثبتت امامته وعدالته وكثر ما دحوه وندر جرحه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي او غيره لم يلتفت الى جرحه ثم قال اي التاج السبكي بعد كلام طويل قد عرفنا ان الجرح لا يقبل جرحه في حق من غلبت طاعاته على معاصيه وما دحوه على قاميه ومن كره على جرحيه اذا كانت هناك قرينة تشهد بان مثلها حامل على الوقعة فيه من تعصب مذهبي او مناقشة ذیویة وحينئذ فلا يلتفت بكلام الثوري في ابي حنيفة وابن ابي ذئب وغيره في مالك وابن معين في الشافعي والنسائي في احمد بن صالح ونحوه قال ولوا لملقنا نقد الجرح لماسلوا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون اهل الخيرات الحسان ناظرین ملاحظہ فرمائیں ع الفضل ما شهدت به الاعداء۔ کمال یہ ہے کہ مخالف بھی تسلیم کر لیں کہ یہ بزرگی و فضیلت ہے۔ اب اتنے علماء کو ان ایک سو گیدہ میں سے خارج کر دیں اور مولف رسالہ کو ان کی کوتاہ نظری اور افسر پر دازی کی داد دیں۔ ایک حافظ

ذہبی میں جن کے بارے میں یہ زعم ہے کہ انہوں نے بھی سخت ضعیف کہا ہے اور
 میزان الاعتدال کا حوالہ دیا ہے۔ میزان کی عبارت کے متعلق تو بعد میں عرض کروں
 گا کہ اس کی امام ذہبی کی طرف نسبت کرتا صحیح بھی ہے یا نہیں یا ان پریوں ہی یا لوگوں
 نے ہاتھ صاف کر کے افر کیا ہے۔ اول میں مافظ ذہبی کی وہ عبارت جو انہوں نے امام
 صاحب کے مناقب میں تذکرۃ الحفاظ میں پیش کی ہے نقل کرتا ہوں اس عبارت کے
 ملاحظہ کے بعد فوراً ہی ہر انصاف پسند اور ادنیٰ عقل والا پکار اٹھے گا کہ میزان کی عبارت
 کی نسبت مافظ ذہبی کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ابو حنیفہ
 الامام ابو عیسیٰ نعیمہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی الکوفی مولدہ
 سنۃ ثمانین راہی انس بن مالک غیر مروتہ لما قدم علیہم الکوفۃ
 رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر عن ابی حنیفہ انہ کان یقول وحدث
 عن عطاء ونافع وعبید الرحمن بن هرمز الاعرج وسلمۃ بن کھیل
 ابی جعفر محمد بن علی وقتادہ وعمرو بن دینار وابی اسحق وخلق
 کثیر تفقہ بہ زفر بن ہذیل وداؤد الطائی والقاضی ابو یوسف ومحمد
 بن الحسن وامد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع والیوم طبع البلخی
 وعدۃ وکان تفقہ بہ عماد بن ابی سلیمان وغیرہ وحدث عنہ وکیع
 ویزید بن ہارون وسعد بن الصلت والیوم عاصم وعبید الرزاق
 وعبید اللہ بن موسیٰ ولبشر کثیر وکان اماماً ورعاً عالماً عامداً متعبداً
 کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتب قال ابن المبارک
 ابو حنیفہ افقہ الناس وقال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ و
 روی احمد بن محمد بن القاسم عن یحییٰ بن معین قال لا بأس بہ
 ولو یکن متہماً ولقد ضربہ یزید بن ہبیرۃ علی القضاء فابی ان
 یکون قاضیا وقال ابو داؤد ان ابی حنیفہ کان اماماً وقال بشر بن الولید
 عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفہ فقال رجل لا یرہ هذا ابو حنیفہ

۱۔ ینام اللیل فقال والله لا یتحدث الناس عنی بما سوا فعل فکان یحیی اللیل صلوة ودعاء وتضرعا قلت ومناقب هذا الامام قد افردتھما فی جزء ۱۱ کلامہ فیہما۔ اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے تعریف نہ ثابت ہوتی ہو۔ اس عبارت سے کوئی منہض بہت دھرم مندی بھی اپنے مطلب کے موافق کینچ تان کر بھی نہیں نکال سکتا۔ فرماتے ہیں امام اعظم جن کو فقہ عراق کا لقب ملا ہوا ہے جن کا نام نعمان بن ثابت تیمی کوئی ہے جس کی پیدائش شہرہ میں ہوئی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں کئی مرتبہ دیکھا جس کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام نے حدیث کی روایت عطا۔، نافع عبد الرحمن اعرج۔ سلمہ بن کیل۔ ابی جعفر محمد بن علی۔ قتادہ۔ عمرو بن دینار۔ ابو اسحاق اور ایک جماعت محدثین سے کی ہے۔ فن فقہ کو ابو حنیفہ سے زفر بن ہذیل۔ داؤد طائی قاضی ابو یوسف۔ محمد بن الحسن۔ اسد بن عمرو۔ حسن بن زیاد۔ نوح جامع۔ ابو یلیح بلخی اور ایک جماعت نے حاصل کیا ہے۔ اور خود امام ابو حنیفہ نے فقہ کو حماد بن ابی سلیمان وغیرہ سے حاصل کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ سے حدیث کی روایت وکیع۔ یزید بن ہارون۔ سعد بن الصلت۔ ابو حاتم۔ عبد الرزاق۔ عبید اللہ بن موسیٰ اور بہت سے محدثین نے کی ہے۔ ابو حنیفہ امام متقی۔ پرہیزگار۔ عالم۔ عامل۔ عبادت گزار۔ رفیع شان والے تھے۔ بادشاہوں کے ہدایا قبول نہیں کرتے خود تجارت اور کسب کرتے تھے اسی سے اپنی معیشت دنیوی کا انتظام کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ بن مبارک (جو محدثین کے استاذ اور ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ فقہاء میں فقیہ تر تھے۔ امام شافعی (جو امام محمد کے شاگرد اور صاحب مذہب مجتہد مطلق ہیں) فرماتے ہیں کہ فن فقہ میں تمام فقہاء ابو حنیفہ کی عیال اور خوشہ چین ہیں۔ احمد بن محمد بن القاسم یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ لا باس بہ اور غیر مستم ہیں (ابن معین کی اصطلاح میں کمر لا باس بہ ثقت کے معنی اور مرتبہ میں ہے چنانچہ مائتہ کم میں گزر چکا ہے) یزید بن ہبیرہ والی نے آپ کو قضاء کے قبول کرنے پر کورسے بھی مارے لیکن قاضی ہونے سے انکار کر دیا۔ ابو داؤد سجستانی کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ

شریعت کے امام تھے۔ بشر بن الولید امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام کی ہمرکابی میں ایک روز چل رہا تھا کہ اتفاق سے سر راہ دو شخص آپس میں گفتگو کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ابو حنیفہ کو دیکھ کر دوسرے سے کہا کہ مجھے یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جو شب بھر سوتے ہی نہیں۔ جس وقت امام کے کان میں یہ آواز پہنچی اسی وقت قسم کھا کر فرمایا کہ میری طرف لوگ ایسے امور کی نسبت کرتے ہیں جن کو میں نے کیا ہی نہیں۔ بخدا آج سے شب کو سونے کا ہی نہیں۔ اس روز سے امام صاحب تمام شب نماز، دعا، زاری میں گزار دیتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کئے ہیں۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام ذہبی۔ امام شافعی۔ ابی مبارک۔ احمد بن محمد بن قاسم۔ یحییٰ بن معین۔ ابو داؤد۔ بشر بن الولید۔ ابو یوسف۔ ابن سعد۔ سیف بن جعفر بھی امام ابو حنیفہ کے شاخوخال اور مداح ہیں یہیں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا صنف ہستی سے مٹ گیا جس میں یہ فرماتے ہیں کہ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ ناظرین ضعیفوں کی یہ تعریف نہیں ہوا کرتی جو ائمہ مذکورین نے کی ہے۔ علامہ ابن اثیر جزیری جامع الاصول میں فرماتے ہیں۔ ولو ذهبنا الى شرح مناقبه وفضائله لاطلنا النمط ولسونصل الى الغرض منها فانه كان عالما عاملا من اهل اعدا ابدا ودرعاً ثقیلاً اما مناف علوم الشریعۃ مرضیاً۔ ناظرین ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں جو علامہ نے امام والا شان کے بارے میں استعمال کئے ہیں۔ اب اس سے زبردست اور ارفع تعریف میں اور کیا لفظ ہو سکتے ہیں جن میں جملہ اوصاف کو ذکر کر دیا ہے جس کے بعد معاند سے معاند کو بھی دم زدوں کی مجال باقی نہیں رہتی۔ ایک ان ناموں میں سے سفیان ثوری کا بھی نام ہے اس کے دو جواب ہیں ایک وہ جو سبکی نے طبقات میں دیا جو ابھی گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر مکی شافعی خیرات حسان میں سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں کان ثقتہ صدوقانی الحدیث والفقه۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ حدیث و فقہ میں ثقہ اور سچے تھے۔ اللہ کے دین پر مامون

تھے۔ کتب سنیان کی تضعیف کہاں گئی۔ اب خیال تو فرمائیے کہ ایک سو گیارہ میں سے کتنے علماء ضعیف کئے والوں سے کم ہو گئے۔ سخن شناس نہ دلیبر اخطا اینجاست ناظرین یہاں پر اتنا اور معلوم کریں کہ لفظ ثقہ تعدیل کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ کے صفحہ ۵۵ میں تصریح کی ہے۔ اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولیٰ قال ابن ابی حاتم اذا قيل للواحد انه ثقة او مقرب فهو ممن يحتج به۔ وقال الخطيب ابو بكر ارفع العبارات في احوال الرواة ان يقال حجة او ثقة او ملقطا۔ ونيز ميزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے اسی طرح تصریح کی ہے۔ ایک نام بار حین میں یحییٰ بن سعید القطان کا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے۔ ناظرین امام صاحب کے بارہ میں یحییٰ یہ فرماتے ہیں بخدا ہم نے ابو حنیفہ سے اچھا قول کسی کا سنا ہی نہیں اور ہم تو ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ عن ابن معین قال سمعت یحییٰ بن سعید القطان يقول لا نکذب علی اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفة ولقد اخذنا باکثر اقوالہ (تہذیب الکمال و تہذیب التہذیب) اور عقود الجواب صفحہ ۹ میں اس طرح نقل کیا ہے۔ وقال یحییٰ بن سعید ربما استحسننا الشئ من قول ابی حنیفة فناخذ به قال یحییٰ وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر ذکرہ الازدی حدثنا محمد بن حرب سمعت علی بن المدینی فذکرہ من اولہ الی آخرہ حرفا بحرف انتہی۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یحییٰ بن سعید امام ابو یوسف کے شاگرد بھی ہیں۔ غرض ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے تعریف کی ہے نہ بُرائی۔ اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو کسی معتبر کتاب سے یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کرنا چاہیے کہ امام ابو حنیفہ سخت ضعیف ہیں۔ صرف نام ذکر کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے صفحہ ۲۸۰ میں یہ بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے و سکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفة ایضاً اسی طرح وکیع بن الجراح بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے چنانچہ محمد بن الحسین الموصلی

نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ قال یحییٰ بن معین ما رأیت احدا اقدم علی
 وکیع وکان یفتی برأی ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من
 ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا (معتقد الجواہر ص ۷) ناظرین آپ کے خیال میں کیا یہ
 بات آسکتی ہے کہ ایک شخص کی بُرائی بھی کی جائے اور پھر بُرا کئے والا اسی کے اقوال
 پر عمل بھی کرے اور اس کے قول کو مفتی بہ بھی سمجھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بزرگ مولف
 رسالہ امام ابو حنیفہ کو یہی بنی سعید بُرا بھی کہتے جاتے ہیں اور یہی ابو حنیفہ کے اقوال کو اچھا
 بھی سمجھتے اور وقت فتوے ان ہی کی طرف رجوع کرتے اور ان ہی کے تلمیذ کے شاگرد
 بھی بن جاتے ہیں ائمہ تیری شان کے قربان جاسکتے۔ مولف رسالہ کو پابینے کہ ذرا سوچ سمجھ
 کر جواب دے مگر عہدے کم بخت تو لے لی ہی نہیں۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ فقیہا معروفا مشہورا بالورع
 معروفا بالافضال علی الناس صیورا علی تعلیم العلو باللیل والنهار کثیر
 الصمت قلیل الکلام حتی ترد علیہ مسئلۃ (تبیین المعنیۃ) امام صاحب مشہور
 فقیہ تھے ان کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا شہرہ تھا۔ ان کی بخشش لوگوں پر عام تھی۔ روز
 و شب لوگوں پر تعلیم ان کا مذاق تھا اپنے نفس کو اسی کا عادی کر دیا تھا۔ زیادہ تر خاموشی
 ان کا شعار تھا جب تک کوئی سوال ان سے نہ کیا جاتے کلام نہیں کرتے تھے۔ عن
 براہیم بن عکرمۃ ما رأیت فی عصری کلہ عالم اورع ولا ازہد ولا عابد
 ولا اعلو من ابی حنیفۃ۔ براہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے تمام عمر کوئی ایسا عالم
 نہیں دیکھا جو امام ابو حنیفہ سے زیادہ پرہیزگار۔ زاہد۔ عابد عالم ہو۔ وعن علی بن عاصم
 قال لو ورن عقل ابی حنیفۃ بعقل اهل الارض لرجح بہم۔ علی بن عاصم کہتے ہیں
 کہ اگر امام ابو حنیفہ کی عقل کا موازنہ دنیا والوں کی عقل سے کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کی عقل
 ان پر رائج ہو جائے گی اور وہ باعتبار عقل ان پر غالب رہیں گے۔ وعن وکیع قال
 کان ابو حنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثق رضاء اللہ علی کل شیء ولو اخذتہ
 السیوف فی اللہ لا حتملہا۔ وکیع بن الجراح کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ عظیم الامانت

تھے وہ ہر شے پر خداوند تعالیٰ کی رضا مندی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلوا رہیں بھی چلنے لگیں تو ان کے زخموں کی برداشت کر لیتے۔ کیوں نہ ہو آپ لا یخافون لومة لاسو کے مصداق تھے۔ وعن ابن داؤد قال اذا اردت الاشارة فسفيان واذا اردت تلك الدقائق فابو حنيفة۔ ابن داؤد کا قول ہے اگر تم کو آثار و روایات کی ضرورت ہو تو سفيان کا دامن پکڑ لو اور فن حدیث و تفسیر کے دقائق و نکات معلوم کرنا ہوں تو امام ابو حنیفہ کی صحبت اختیار کرو۔ وعن عبد الله بن المبارک قال لولا ان الله اعانني بالی حنيفة وسفيان الشوري لكنت كسائر الناس۔ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اور سفيان ثوری کے ذریعہ سے میری مدد نہ کرتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا کہ کچھ نہ آتا۔ وعن محمد بن بشر قال كنت اختلف الى ابی حنيفة وسفيان فاتی ابا حنيفة فيقول لی من اين جئت فاقول من عند سفيان فيقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضرا لاحتاجا مثله واتی سفيان فيقول من اين جئت فاقول من عند ابی حنيفة فيقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض۔ محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ اور سفيان ثوری کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ جس وقت امام صاحب کے پاس میں آؤں تو وہ مجھ سے دریافت فرماتے کہاں سے آرہے ہو تو میں جواب دیتا کہ سفيان ثوری کے پاس سے آرہا ہوں اس وقت امام فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ اگر اس زمانہ میں علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو اس جیسے شخص کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفيان کے پاس جاتا تو وہ دریافت کرتے کہاں سے آرہے ہو تو میں کہتا کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آرہا ہوں تو سفيان فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو جو روئے زمین کے لوگوں میں افقہ ہے وعن یزید بن ہارون قال ادركت الناس فما رأيت احدا اعقل ولا اودع من ابی حنيفة۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا لیکن امام ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا وعن اسماعیل بن محمد

الغاری قال سمعت مکی بن ابی وہب ذکر ابی حنیفۃ فقال کان اعلیٰ اهل الارض فی زمانہ اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابی وہب کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے علماء میں سب سے زیادہ علم والے تھے محمد بن حنفیہ عن الحسن عن سلیمان انہ قال لا یقوم الساعۃ حتی یظہر قال علو ابی حنیفۃ۔ محمد بن حنفیہ عن سے روایت کرتے ہیں اور حسن سلیمان سے ناقل ہیں کہ سلیمان نے کہا جب تک ابو حنیفہ کا علم ظاہر نہ ہو قیامت نہ آئے گی حتیٰ یتظہر کے فاعل کی تفسیر انہوں نے علم ابو حنیفہ سے کی کہ اس سے امام ابو حنیفہ ہی کا علم مراد ہے۔ عن محمد بن احمد البغوی قال سمعت شداد بن حکیم یقول ما رأیت اعلیٰ من ابی حنیفۃ۔ شداد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ اما ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فلقد کان ایما عابداً زاهدا عارفاً باللہ خالفاً منہ مریداً و جہ اللہ بعلمہ الخ (احیاء العلوم) امام غزالی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بھی عابد زاهد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اللہ سے ڈرنے والے اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی اور رضامندی طلب کرنے والے تھے۔ نذرین مولف رسالہ نے جارجین امام ابو حنیفہ میں امام غزالی کو بھی شمار کیا ہے۔ احیاء العلوم میں تو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور ثناء و صفت اور ان کا علم۔ زہد۔ تقویٰ وغیرہ اوصاف جمیلہ بیان کئے ہیں لیکن مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ امام غزالی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ محجب پر محجب ہے۔ وقال احمد بن حنبل فی حقیقۃ انہ من العلو والورع والزہد وایثار الدار الاخرۃ بمحل لا یدرکہ احدٌ (خیرات حسانہ) امام صاحب کے بارہ میں امام احمد فرماتے ہیں کہ علم، پرہیزگاری، زہد اور ایثار آخرت کے ایسے مرتبہ پر امام ابو حنیفہ تھے جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکا۔ ناظرین یہ وہی امام احمد ہیں جو بقول مولف رسالہ بڑا کھنے والوں میں شمار ہیں۔ کان عالماً عاملاً زاهدا ورغاً لفتاً کثیر الخشوع دائماً التضرع الی اللہ الخ (تاریخ ابن خلکان) امام ابو حنیفہ عالم، عامل، زاهد، متقی، پرہیزگار، کثیر الخشوع، دائم التضرع تھے۔ مولانا

فرماتے ہیں :-

بالتفريع باش تاش داں شوی گر یہ کن تابلے دماں خداں شوی

قال يعقوب بن معين القراءة قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنيفة على هذا اور كنت الناس (تابع بن خلدون جلد ثالث) ابن معين فرماتے ہیں کہ اصل قرأت تو حمزہ کی اور اصل فقہ ابو حنیفہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو عامل دیکھا اور اسی راہ مستقیم پر چل رہی ہیں قال ابو عاصم هو والله عندی افقه من ابن جريج ما رأيت عيني رجلا أشد اقتدارا على الفقه منه (خيرات حسان) ابو عاصم کہتے ہیں بحد ابو حنیفہ ابن جریر کی سے افقہ ہیں میری آنکھوں نے فقہ پر اتنی قدرت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا هذا اصل صحيح يعتمد عليه في البشارة بابي حنيفة والفضيلة التامة (تبين الصحيفة) یہ حدیث اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اس میں امام کے لئے فضیلت کامل اور بشارت تامہ ہے امام سیوطی اس حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو مسلم شریف کے صفحہ ۳۱۲ میں ہے لو كان الدين عند الخرياء الحديث كذا اگر دین ثریا پر ہوگا تو ایک شخص اہل فارس کا اس کو حاصل کیے گا چونکہ امام ابو حنیفہ فارسی النسل ہیں اور آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا اس مرتبہ کا نہیں تھا اس لئے علامہ نے اس حدیث کا مصداق ابو حنیفہ کو ہی قرار دیا کہ امام کے واسطے اس حدیث میں اعلیٰ درجہ کی خوشخبری اور بشارت ہے اور یہ حدیث امام پر منطبق ہے علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی شاگرد امام جلال الدین سیوطی کے ماسخ علی الموابہب میں فرماتے ہیں :- وما جزم به شيخنا من انما با حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهرا لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه احداً اور جو اعتماد ہمارے شیخ کا ہے کہ اس حدیث سے ابو حنیفہ ہی مراد ہیں اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اہل فارس میں سے سوائے امام ابو حنیفہ کے اور کوئی بھی علم کے اس مرتبہ کو نہیں پہنچا لہذا امام ابو حنیفہ پر ہی یہ حدیث منطبق ہے اس حدیث کو امام بخاری و طبرانی وغیرہ نے بھی

بالنہ مختلف روایت کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام صاحب کے مناقب میں تبیین الضعیفہ تصنیف کی ہے۔ اس میں کوئی لفظ سیوطی کا ایسا نہیں ہے جس سے امام ابو حنیفہ کی تصنیف ثابت ہوتی ہو۔ متوفی رسالہ کا سیوطی پر اتمام ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے اگر کوئی مرد میدان ہے تو ثابت کر دکھاتے ہیں گو ہے یہی میدان ہے آتے کوئی۔ علامہ ابو عبد اللہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ شافعی نے اکمال فی اسرار رجال المشکوۃ میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے من اراد ان یتبحر فی الفقہ فہو عیال علی ابی حنیفۃ۔ جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابو حنیفہ کی عیال ہے روى البرقانی قال اخبرنا ابو العباس بن حمدون لفظا قال حدثنا محمد بن الصباح قال سمعت الشافعی محمد بن ادريس يقول قيل لمالك هل رأيت ابا حنیفة قال نعم رأيت رجلا لو كلمك فی هذه الساریة ان يجعلها ذہبا لقم بحجته وفی رواية اخرى ماذا اقول فی رجل لو نالونی فی ان نصف هذا العمود من ذہب ونصف من فضة لقم بحجته۔ (عقود الجواهر ص ۱۰۰ و اکمال رجال المشکوۃ) ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک نے امام صاحب کی قوت استدلال اور تبحر علمی کو کس شد و مد سے بیان فرمایا ہے۔ اگر کسی کی ہمت ہو تو امام مالک اور امام شافعی کا وہ قول جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے مع سند صحیح کے کتب معتبرہ سے نقل کرے ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے قال العکرم بن ہشام حدثت بالشام عن ابی حنیفة انه کان من اعظم الناس امانة و اراده السلطان علی ان یتولی مفاتیح خزائنه او بخرب ظہره فاختر عذابہ علی عذاب اللہ۔ (اکمال) حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ شام میں مجھ سے بیان کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ لوگوں میں بہت بڑے امانت دار ہیں بادشاہ وقت نے ارادہ کیا کہ اپنے خزانہ کی کنجیاں ان کے سپرد کر دے اگر وہ قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ ان کو مار کر یہ کام کرنا چاہیے تو امام صاحب نے آخرت کے عذاب پر دنیا کے عذاب کو ترجیح دی اور تکلیف برداشت کی لیکن بادشاہ کے خزانچی نہ ہوتے اور

خدا کے ضراب سے اس طرح سے بچے۔ والغرض بایراد ذکرہ فی هذا الكتاب وان لسو من ومنہ حدیثانی المشکوۃ للتبرک بہ لعلو مرتبہ وفور علمہ اہل کمال، ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی کتاب میں ہم نے امام ابو حنیفہ کا جو ذکر کیا ہے مقصد صرف اُن کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے گو مشکوۃ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہیں کی گئی لیکن چونکہ وہ بڑے مرتبہ والے اور زیادہ علم والے ہیں اس لئے تبرکاً ان کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ حاسدین اس قول کو دیکھیں اور آتش حسد میں جل کر خاک ہو جائیں۔ وقد سالہ الاوزاعی عن مسائل واراد البحث معہ بومسائل فاجاب علی وجہ الصواب فقال له الاوزاعی من این هذا الجواب فقال من الاحادیث التي رویتموها ومن الاخبار والآثار التي نقلتموها وبین له وجہ دلائلها وطرق استنباطها فانصف الاوزاعی ولسو يتعسف فقال نحن العطارون وانتوا الاطباء (مرفقات ص ۱۴) ایک مرتبہ امام اوزاعی نے مباحثہ کے قصہ سے امام ابو حنیفہ سے چند مسائل دریافت کئے۔ امام صاحب نے ان کے شافی و صحیح جواب دیئے امام اوزاعی نے فرمایا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میں نے ان ہی احادیث و روایات اور اخبار و آثار سے استنباط کیا ہے جو تم نے روایت کی ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب نے ان نصوص کے وجہ دلالت اور اُن سے استنباط کے طریقوں کو بیان کیا جس کو سن کر امام اوزاعی کو اقرار کہنا پڑا کہ بے شک ہم عطار اور آپ نوگ اطباء ہیں۔ اس کو انصاف کہا جاتا ہے کہ جو واقعی بات ہو اس کو قیلم کر لیا اور راہ تعسف اختیار نہ کی۔ ایک مرتبہ میافارقین میں بھی امام اوزاعی نے امام صاحب سے رفع یدین فی الصلوۃ کے بارے میں مناظرہ کیا تھا جس کا جواب امام صاحب نے ایسا دیا تھا کہ امام اوزاعی خاموش ہو گئے جس کو حافظ ابن ہمام نے فتح القدر میں نقل کیا ہے وقال جعفر بن الزبیع اقممت علی ابی حنیفۃ خمس سنین فصار رأیت اطول صمتاً منہ فاذا مسئل من شئ من الفقہ سال کالوادی اہ (مرفقات شرح مشکوۃ ص ۲۶) جعفر بن زبیع کہتے ہیں میں پانچ سال تک ابو حنیفہ کی خدمت میں رہا میں

نے اُن سے زیادہ خاموش رہنے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ لیکن جس وقت اُن سے کسی فقہی مسئلہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وادی کی طرح بہ پڑتے تھے قال یحییٰ بن ایوب الرازی کان ابو حنیفہ لا ینام فی اللیلۃ (مرقات)۔ یعنی بن ایوب کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ شب بھر سوتے نہ تھے۔ وقال نصر بن شمیل کان الناس ینامنا عن الفقہ حتی یقظہم ابو حنیفہ بما فتقہ و بینہ (مرقات) نصر بن شمیل کہتے ہیں تمام لوگ فقہ سے غافل اور خواب میں تھے امام ابو حنیفہ نے ان کو بیدار کر دیا وقال ابن عیینہ ما قدم مکة فی وقتنا رجل اکثر صلوٰۃ منہ (مرقات) ابن عیینہ کہتے ہیں ہمارے مکہ کے قیام کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص مکہ میں نہیں آیا جو ابو حنیفہ سے زیادہ نماز پڑھتا ہو۔ وقد نقول بعض المتعصبین ان منہم من کان قلیل البضاعة فی الحدیث ولا سبیل الی ہذا المعتقد فی کبار الائمة لان الشریعة انما تؤخذ من الکتاب والسنة (الی ان قال) والامام ابو حنیفہ انما قلت روايته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روايته الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی وقلت من اجل ذلک روايته فقل حدیثہ لا انه ترك روايته الحدیث عمدا فعاثاه من ذلک ویدل علی انه من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذہبہ فیما بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ رد او قبول الغ (تایخ ابن خلدون) بعض متعصبین نے یہ یکواس کی سبت کہ بعض ان ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے لیکن یہ خیال کبار ائمہ کے بارے میں بالکل غلط ہے کیونکہ شریعت کا مدار قرآن و حدیث پر ہے وال ان قال، اور امام ابو حنیفہ کی روایات کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے شروط روایات اور تحمل روایات اور ضعف روایات حدیثیہ میں بہت سختی سے کام لیا اور اس کی سختی میں بہت ہی سخت شرطیں لگاتی ہیں اس بنا پر ان کی روایت حدیث کم ہے یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے قسداً روایت حدیث ترک کر دی ماحشاً و کلام۔ ان کے کبار مجتہدین فی الحدیث ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ علماء میں اُن کے مذہب

کا اعتبار و اعتماد و اقبول ہوتا ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ روایات حدیثیہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے اور سخت شرطیں لگا رکھی تھیں جو تقویٰ اور ورع کی ظاہر دلیل ہے وہ تو مجتہدین فی الحدیث سے کبار مجتہدین میں داخل تھے اسی وجہ سے حافظین حدیث میں مخالفین نے بھی اُن کو شمار کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ سے ظاہر ہے کہ معتزلیین اور معاندین نے اس سے اپنی ظاہری آنکھ بھی بند کر لی ہے۔ لیکن حتیٰ ہمیشہ ظاہر ہی ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر قلتِ روایت عیب شمار کیا جانے لگے تو پھر سب سے پہلے ابو بکر صدیق پر طعن کرنا چاہیے کہ ان کی روایات حدیث باعتبار باقی صحابہ کے بہت ہی کم ہیں۔ چنانچہ ناظرین کتبِ احادیث پر مخفی نہیں تاریخ ابن خلدون کے بعض نسخوں میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی تھیں اور اس قول کو نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب خط میں نقل کیا اور وہیں سے اور غیر قطعی نقل کر کے امام صاحب پر طعن کرتے ہیں۔ لیکن یہ قول کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اول اگر یہی تسلیم کر لیا جاتے کہ واقعہ میں ابن خلدون سے اس میں غلطی نہیں ہوتی تو ضرور یہ غلطی چھاپے خانے اور مطبع والوں اور کاتبین کتاب تاریخ کی ہے کیونکہ یہ قول علامہ ثقات کے اقوال کے صریح مخالف ہے جنہوں نے امام صاحب کی روایات کی تعداد بیان کی ہے جو اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ امام زرقانی وغیرہ نے چند اقوال امام صاحب کی روایات میں نقل کئے ہیں ان میں یہ قول مذکور نہیں ہے ورنہ ضرور ذکر کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ دوسرے ابن خلدون لغوی تاریخ میں کمال رکھتے تھے اور ان کو امور شرعیہ میں اتنی دستگاہ نہ تھی چنانچہ سخاوی وغیرہ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے لہذا ایسے امور میں ابن خلدون کا قول معتبر نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کا قول امر اثبات کے اقوال کے مخالف ہو۔ کیونکہ جس شخص کو امور شرعیہ میں ہمارے مذہب کے کبار کے مراتب پر مطلع نہیں ہو سکتا تیسرے ابن خلدون نے اس قول کو کلمہ لقال سے تعبیر کیا ہے جو ضعف اور عدم یتقن پر دلالت ہے۔ لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ خود مورخ کو ہی جزم نہیں تو دوسرا کیا جزم کہ

سکتا ہے چوتھے امور تاریخ اور حکایات مستولہ کی جانچ پڑتال کرنی ضروری ہے جو امور اور حکایات دلائل قطعیہ و نقیہ کے قسعی مخالف ہوں وہ اہل عقل اور ارباب علم کے نزدیک یقیناً مردود میں کہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ پس یہ قول کہ روایات امام سترہ میں دلائل قطعیہ اور مشامہ کے بالکل خلاف ہے جس نے امام محمد صاحب اور امام ابو یوسف صاحب وغیرہ کی تصانیف دیکھی ہیں وہ کبھی بھی اس قول کو باور نہیں کر سکتا کہ امام ابو حنیفہ کی سترہ روایتیں ہیں۔ موطا امام محمد کتاب آثار کتاب الحج سیر کبر کتاب الخراج امام ابو یوسف کی یہ ایسی کتابیں ہیں جو آج ملبوع ہیں۔ ان میں سینکڑوں روایتیں امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ پھر یہ قول کہ ان کی سترہ حدیثیں ہیں قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جس نے مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبد الرزاق تصانیف دارقطنی تصانیف حاتم تصانیف بیہقی اور تصانیف امام طحاوی کو آنکھیں کھول کر دیکھا ہو گا وہ قول مذکور کو یقینی غلط اور باطل سمجھے گا۔ پھر ستم یہ ہے کہ مخالف و موافق سب ہی امام ابو حنیفہ کو کبار مجتہدین میں سے سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مجتہد کے واسطے سترہ حدیثیں کسی طرح بھی کنایت نہیں کر سکتی ہیں تو لا محالہ قول مذکور باطل و مردود ہے پس نواب صدیق حسن خاں نے جو قول نقل کیا ہے غلط ہے۔ تعجب تر یہ ہے کہ ایک شخص عالم ہو کر ایسے اقوال مردودہ اپنی کتابوں میں نقل کرے اور ان پر کسی قسم کی جرح و قدح نہ کرے اور خاموش چلا جائے اس کی شان ہے بسا بعید ہے۔ جہاں جہاں نواب صاحب نے امام صاحب کے حالات اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں مثلاً حنفی اصول الصراح المستر اتحاف النبلاء التاج المکمل ابجد العلوم وغیرہ سب میں اسی روش کو اختیار کیا ہوا ہے۔ بلکہ ان کتابوں کو نظر غور سے دیکھا جائے تو امام صاحب کے تراجم میں ان کے اقوال متضاد اور متعارض نظر آئیں گے۔ لہذا ایسی کتابوں کی علماء کو تنقید کرنی ضروری ہے تاکہ علوم گمراہی کے گڑھے میں نہ گر پڑیں۔ ابن جوزی کے متعلق ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تساہل اور تشدد فی الجرح میں ضرب المثل ہیں۔ لہذا ان کی جرح خصوصاً امام صاحب کے بارے میں مردود ہے اسی بنا پر سبط ابن الجوزی نے ان پر استعجاب ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ لیس العجب من الخطیب ہانہ یطعن

فی جماعۃ من العلماء وانما العجب من الجذہ کیف سلك اسلوبہ و جاء
بما هو اعظم منه (مرآۃ الزمان) خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں آتا کیونکہ علماء
پر طعن کرنے کی ان کی عادت ہے۔ زیادہ تر تعجب تو نا مانجان سے ہے کہ انہوں
نے خطیب کا کیوں طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ من کرنے میں ان سے بھی چند قدم آگے بڑھ
گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطیب اور ابن جوزی نے جو جرح کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں
اسی بنا پر بعض علماء نے السہو المصیب فی کبد الخطیب کتاب لکھی جس میں
خطیب کی تمام جروح کا جواب دیا ہے۔ نیز ائمہ کے تصریح کی ہے کہ خطیب کی روایات
جو امام کی جرح میں نقل کی ہیں باعتبار سند ثابت نہیں غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ خیرات حسان میں
مصرح ہے۔ علاوہ ازیں خطیب بغدادی کو امام احمد اور امام ابو حنیفہ سے خاص بغض تھا اس
وجہ سے اور بھی ایسے امور زبردستی جمع کرتے تھے جو عمل طعن ہوں گو واقع میں کوئی ان
کی حقیقت و وقعت نہ ہوتی تھی۔ لیکن عوام کو دھوکہ میں ڈالنے سے ان کو کام تھا۔ ابن جوزی
کی طرح صنعانی۔ جوزقانی۔ مجدالدین فیروز آبادی۔ ابن تیمیہ۔ ابوالحسن بن العطاء وغیرہ بھی
تشدد فی الجرح میں مشہور ہیں۔ لہذا بغیر تحقیق کے موئے ان کے اقوال مقبول نہیں ہو
سکے۔ خطیب کے بعد جتنے بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے سب نے ہی خطیب کی تقلید کی اور
کسی نے بھی تنقید و تحقیق سے کام نہ لیا اور مکھی پر مکھی مارتے رہے۔ دارقطنی وغیرہ
متعصبین میں محدود ہیں ان کی جرح کا بھی اعتبار نہیں۔ حافظ حسینی نے بخاری کی شرح
عمدۃ القاری اور ہدایہ کی شرح بنایہ میں دارقطنی اور ابن العطاء کی جرح کا جواب دیا ہے
من این له تضعیف ابی حنیفۃ وهو مستحق التضعیف فانه روی فی
مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرة غریبة وموضوعۃ (۱)
(بنایہ شرح ہدایہ) کہ امام ابو حنیفہ کی تضعیف کا دارقطنی کو حق ہی کیا ہے بلکہ وہ خود تضعیف
کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے سنن میں منکر معلول، سقیم، موضوع حدیثیں روایت
کی ہیں۔ قلت لو تأدب الدارقطنی واستیحی لما تلفظ بهذه اللفظة فی حق
ابی حنیفۃ فانه امام طبق علمہ الشرق والغرب ولما مثل ابن معین

عندہ فقال ثقة مامون ما سمعت احدا ضعفه هذا مشعب بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث وشعبة وشعبة وقال ايضا كان ابو حنيفة ثقة من اهل الدين والصدق ولم يتهموا بالكذب وكان مامونا على دين الله صدوقا في الحديث واثنى عليه جماعة من الاثمة الكبار مثل عبد الله بن المبارك ويعبد من اصحابه وسفيان بن عيينة وسفيان الثوري وحماد بن زيد وعبد الرزاق ووكيع وكان يفتي برأيه والاثمة الثلاثة مالك والشافعي واحمد واخرون كثيرون وقد ظهر لك من هذا تعامل الدارقطني عليه وتعبه الفاسد وليس له مقدار بالنسبة الى هؤلاء حتى يتكلموا في امام متقدم على هؤلاء في الدين والتقوى والعلم وبضعفه اياه يستحق هو التضعيف انما يرضى بسكوت اصحابه عنه وقد روى في سننه احاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة ولقد روى احاديث ضعيفة في كتابه الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذلك حتى ان بعضهم استخلفه على ذلك فقال ليس فيه حديث صحيح ولقد صدق القائل حسد والفتن اذ لم ينالوا سلوة والقوم اعداء له وخصوم رعدة القاري جلد ثالث ص ١٢٠ اگر دارقطني کو کچھ حیا اور ادب ہوتا تو امام ابو حنیفہ کی شان میں اپنی زبان سے اس لفظ کو نہ نکالتے کیونکہ ابو حنیفہ ایسے امام ہیں جن کا علم مشرق و مغرب کو محیط ہو رہا ہے جس وقت ابن معین سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا ثقہ اور مامون ہیں میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہو یہ شعبہ بن الحجاج ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو فرمائش کیا کرتے تھے کہ حدیث بیان کریں اور ان سے روایت کرتے تھے اور شعبہ جیسے کچھ زبردست محدث ہیں ان کو کون نہیں جانتا اور بھی انھیں کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور اہل دین اور اہل صدق میں سے ہیں کذب کے ساتھ متہم نہیں ہیں دین پر مامون ہیں حدیث میں صادق ہیں اور بڑے بڑے ائمہ نے ان کی تعریف اور

ثنا و سفت کی ہے جیسے جہاں ندر بن مبارک کہ یہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں بھی شمار ہیں۔ سفیان بن عیینہ۔ سفیان ثوری۔ حماد بن زید۔ عبد الرزاق۔ وکیع، جو امام صاحب کے قول پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد اور بہت سے بڑے بڑے ائمہ نے یہی امام صاحب کی مدح کی ہے۔ اسی سے دارقطنی کا تعصب فاسد اور تحامل کا سد ظاہر ہو گیا۔ ان کی کوئی ہستی ان ائمہ کبار کے مقابلہ میں نہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی ہے تاکہ ایسے امام کی شان میں کلام کرے جو ان ائمہ پر دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے مقدم ہے۔ امام ابو حنیفہ کی تضعیف کرنے کی وجہ سے خود دارقطنی تضعیف کے مستحق ہیں۔ کیا امام صاحب کے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں اور پھر خود اپنے سنن میں یقین حدیثیں اور معلول۔ منکر غریبہ۔ منوع روایات روایت کی ہیں و نیز کتاب الجہر بالسلطہ میں احادیث ضعیفہ باوجودیکہ ان کو علم ان کے ضعیف ہونے کا تعارض وایت کیں اور اپنے مذہب پر ان سے استدلال کیا حتیٰ کہ بعض علماء نے قسم کھلائی تو اقرار کیا کہ اس کتاب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ تاخرین یہ حال جہرح کرنے والوں کا ہے۔ واما قول ابن القطان وعلتہ ضعف ابی حنیفۃ فاساءۃ ادب وقلۃ حیاء منہ فان مثل الامام الثوری وابن المبارک واضرا بہما وثقوا واشتوا علیہ خیرا فما مقدار من یضعفہ عنہ ہولاء الاعلام (نایہ شرح جلیہ بہت اجارۃ ارض مکہ) لیکن ابن القطان کا قول کہ یہ حدیث ابو حنیفہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول ہے بے ادبی اور حیاتی ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کی توثیق اور مدح امام ثوری اور ابن المبارک جیسے ائمہ نے کی ہے لہذا ان کی کوئی وقعت ان اعلام کے مقابلہ میں نہیں ہے تاکہ تضعیف میں ابن القطان کا قول معتبر ہو۔ وبعض الجروح صدر من المتأخرین المتعصبین کالدارقطنی و ابن عدی وغیرہما۔ ممن یشہد القرائن الجلیۃ بانہ فی ہذا الجرح من المتعصبین والتعصب امر لا یخلو منہ البشر الا من حفظہ خالق القوی والمقدر وقد تقرران مثل ذلک غیر مقبول من قائلہ بل ہو موجب لجرح نفسه (۱) (التلخیص المہم ۳۳) بعض جروح متأخرین متعصبین سے ماور ہوتی ہیں

جیسے دارقطنی۔ ابن عدی وغیرہ جی پر قراتن جزیہ شاہد ہیں کہ یہ لوگ اس جرح پر تعسف و تعصب کے پابند ہیں اور بات بھی یہ ہے کہ تعصب سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو خدا محفوظ رکھے ورنہ کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہے اور یہ اپنے محل پر محقق ہو چکا ہے کہ متعصب کی جرح مقبول نہیں بلکہ اس جیسی جرح سے وہ خود مجروح ہو جاتا ہے لہذا دارقطنی۔ ابن عدی۔ ابن جوزی۔ خطیب وغیرہ سب کے سب خود مجروح ہیں۔ ان کی جرح امام صاحب کے ہارسے میں ہرگز مقبول نہیں ولا عبوة لكلام بعض المتعصبين في حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الراي بل كلام من يطعن في هذا الامام عند المحققين يشبه الهذيانا (میرزا کبریٰ شعرانی ص ۱۷۱) امام ابو حنیفہ کے حق میں بعض متعصبین کے کلام کا اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کا اعتبار ہے کہ وہ اہل راستے میں سے تھے بلکہ جو شخص امام ابو حنیفہ پر طعن کرتا ہے۔ محققین کے نزدیک اس کا کلام بکواس کے مشابہ ہے اس کی کوئی وقعت نہیں۔ ناظرین خیال کریں کہ شیخ عبد الوہاب شعرانی مذہب کے شافعی ہیں وہ امام صاحب کی تعریف کر رہے ہیں اور جو لوگ امام صاحب میں کلام کرتے ہیں بے ہودہ بکواس فرماتے ہیں۔ بے شک فضیلت وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں، فانہ لا اعتداد بقول المتعصب کما قدح الدارقطنی فی الامام ابی حنیفۃ بانہ ضعیف فی الحدیث (شرح مسلم البزازی) متعصب کے قول کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ دارقطنی نے امام ابو حنیفہ میں قدح کیا اور یوں کہ دیا کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے۔ کیونکہ یہ متعصب ہیں لہذا ان کے بارہ میں ان کا قول معتبر نہیں۔ ومن ثمہ لو یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفۃ حیث جرحہ بعضهم کثرة القیاس وبعضهم بقلۃ معرفۃ العربیۃ وبعضهم بقلۃ روایۃ الحدیث فانہ هذا کله جرح بحال لا یجرح الراوی (مقدمہ فتح البدر) ناظرین یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے جو پہلے بھی ایک مقام پر منقول ہو چکی ہے جو شاہد عادل ہے کہ حافظ کے نزدیک امام صاحب مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں۔ اسی بنا پر جن لوگوں نے جرح کی ان کے قول کو ابن حجر نے رد کر دیا چنانچہ عبارت بالا شاہد ہے۔ درایہ

کے ماثیہ پر جو عبارت لکھی ہوتی ہے جس کو مولف رسالہ نے نقل کیا ہے جو ابتدا میں گزر چکی ہے۔ وہ کسی متعصب کی لکھی ہوتی ہے۔ جو مولف رسالہ ہی کے بمطابق ہوں گے جو اپنے آپ کو ابوالمکارم سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے درآریہ حدیث من کان لہ امام کے تحت میں صرف دہر قطنی کا قول نقل کیا ہے جو انہوں نے حسن بن عمارہ اور امام ابو حنیفہ کے بارہ میں کہا تھا۔ خود حافظ ابن حجر نے کہیں بھی ضعیف نہیں کہا۔ کوئی عبارت ان کی اس کے ثبوت میں کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ حافظ ابن حجر کے قلم سے یہاں پر لغزش ہو گئی اور خاموش چلے گئے اور یہ اسی بنا پر خاموشی کی نسبت میں ان کی طرف کر رہا ہوں کہ ان کی دوسری تصانیف اور ان کے اقوال اس کی تردید کرتے ہیں۔ پس اس سے کوئی عاقل کبھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ابوالمکارم نے ماثیہ پر صاحب المنظم کا جو قول نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ حافظ نہیں۔ مضطرب الحدیث ذاہب الحدیث ہیں۔ اول اس کو یحییٰ بن معین احمد علی بن المدینی احمد سعیدانی ثوری اور شعبہ بن الحجاج اور عبد اللہ ابن المبارک اور حافظ ابن عبد البر وغیرہ ائمہ کا قول رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے ثقہ۔ صدوق مامون حافظ الحدیث ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ابو حنیفہ بن عمرو بن علی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں دوسرے اس قول کو حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کی عبارت رد کرتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے امام صاحب کو حافظ الحدیث کہا ہے۔ اگر ذاہب الحدیث یا مضطرب الحدیث ہوتے اور حافظ حدیث دہوتے تو امام ذہبی جیسا شخص جو شافعی مذہب کے ہیں امام ابو حنیفہ کو حافظ الحدیث نہ کہتے۔ تیسرے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ ابو حنیفہ جن کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث کہا جاتا ہے وہی ابو حنیفہ ہیں جن کا نام نامی نعمان بن ثابت الکوفی ہے جو صاحب مذہب ہیں جن کی طرف حنفیہ منسوب ہوتے ہیں جو شیعہ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے جو تابعی ہیں۔ کیونکہ ابو حنیفہ بہت سے لوگوں کی کفایت ہے اور ان میں بعض مجروح ہیں۔ امام صاحب اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ منصف اور حق پسند حضرات پر پوشیدہ نہیں۔ ناظرین کے ایمان قلب کے واسطے چند علماء کے

امام ذکر کرتا ہوں جن کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ اول احمد المصدق ابن محمد ميثا پوری لن کی کنیت ابو حنیفہ ہے جن کو ابن بخار نے ذکر کیا ہے۔ دوسرے جعفر بن احمد بن ان کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ تیسرے محمد بن عبید اللہ بن علی خطیبی کی کنیت ابو حنیفہ ہے چوتھے محمد بن یوسف کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ پانچویں عبد المؤمن کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ چھٹے محمد بن عبد اللہ الهندوانی کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ساتویں علی بن نصر کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ آٹھویں عبید اللہ ابن ابراہیم بن عبد الملک کی کنیت ابو حنیفہ ہے نویں محمد بن حنیفہ بن مایان قصبی کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ دسویں قیس بن احرام کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ گیارہویں ابو الفتح محمد بن ابی حنیفہ کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ بارہویں بکر بن محمد بن علی بن فضل کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ تیرہویں عبد الکریم ذلیعی کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ چودھویں امام طحاوی کے استاذ کے استاذ الاستاذ خوارزمی کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ پندرہویں نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیوان کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ سولہویں احمد بن داؤد دینوری کی کنیت ابو حنیفہ ہے۔ سترہویں وہ ابو حنیفہ ہیں جو سلمان بن مرد کے شاگرد ہیں اور ان سے ان کے بیٹے عبد الاکرم روایت کرتے ہیں۔ اٹھارویں وہ ابو حنیفہ ہیں جو جبیر بن مطعم کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور ان سے مغیرہ بن مقم روایت کرتے ہیں جو مجہول ہیں۔ ان دونوں کو ذہبی نے باب الکئی میں میزان الاعتدال کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ غرض یہ اٹھارہ شخص امام صاحب کے علاوہ ہیں جن کی کنیت ابو حنیفہ ہے پس کیسے بغیر دلیل کے یہ کہا جاتا ہے کہ جس ابو حنیفہ کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث غیر حافظ کہا جاتا ہے۔ وہ امام صاحب ہیں جن کی توثیق امر ثلاثہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل بن معین۔ سفیان ثوری۔ علی بن المدینی۔ شعبہ بن الحجاج۔ عبد اللہ بن المبارک۔ وکیع وغیرہم کرتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ قول یا تو غلط ہے یا کسی دوسرے ابو حنیفہ کے بارے میں ہے۔ حافظ ابن عبد البر کی کتاب جامع العلم سے علامہ یوسف بن عبد الباقی حنبلی نے اپنی کتاب تنویر الصغیر میں نقل کیا ہے لا تتکلم فی ابی حنیفہ بسوء ولا تصدقن احدی السیئ القول فیہ فانی واللہ ما رأیت افضل ولا اروع ولا افقه

منہ مشوقا لولا یفتر احد بکلام الخطیب فان عنده العصبیۃ الزائده علی جماعۃ من العلماء کابی حنیفۃ والا امام احمد وبعض اصحابہ وتعامل علیہم بکل وجه وصنف فیہ بعضہم السہو المصیب فی کبد الخطیب واما ابن الجوزی فانه تابع الخطیب وقد عجب منہ سبط ابن الجوزی حیث قال فی مرآۃ الزمان ولیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعۃ من العلماء وانما العجب من الجدل کیف سلك اسلوبہ وجاہ بما هو اعطو قال ومن المتعصبین علی ابی حنیفۃ الدارقطنی والونسیو فانه لو یدکرہ فی العلیۃ وذاکرہ من دونہ فی العلم والزہد انتہی (رد المحتار ص ۲۸ جلد اول) امام ابو حنیفہ کے بارے میں کسی بُرائی سے کلام مت کر تو اور جو امام صاحب کے بارے میں بُرا خیال رکھتا ہو اس کی بھی ہرگز تصدیق نہ کر میں نے بخدا ان سے زیادہ افضل اور پرہیزگار اور فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر کہا کہ دیکھو کوئی خطیب کے کلام سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب حد سے زیادہ علما پر تعصب کی نظر رکھتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر پوری طرح سے خطیب نے حملے کئے ہیں لہذا ان کا اعتبار نہیں اور خطیب کے جوابات میں علما نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام السہو المصیب فی کبد الخطیب رکھا ہے۔ لیکن ابن جوزی۔ پس یہ تو خطیب کے ہی متعلقہ محض ہیں۔ سبط ابن الجوزی نے تعجب ظاہر کیا ہے۔ مرآۃ الزمان میں فرماتے ہیں کہ خطیب سے ایسے امور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے کیونکہ علما پر طعن کرنا ان کی تو عادت قدیمہ ہے۔ تعجب تو اپنے دادا پر آتا ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کی روش کو اختیار کیا۔ اور خطیب سے چند قدم آگے بڑھ کر بانگل حد میں تبادز کر گئے نیز امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں میں سے ایک دارقطنی اور ابو نعیم بھی ہیں اس لئے کہ ابو نعیم اپنی کتاب علیہ میں ان حضرات کو ہمتے اور بیان کیا جو امام ابو حنیفہ سے علم و زہد میں کتنی درجہ کم تھے اور امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا جو مرتبہ اور علم میں مذکورین سے بڑھ کر ہیں لیکن ان کو نہ ذکر کیا تو یہ تعصب نہیں تو اود کیا ہے۔ مؤلف رسالہ نے یحییٰ بن

معیں کے قول مذکور کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ قول معتبر نہیں کیونکہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرح تعدیل پر اسی وقت مقدم ہوتی ہے کہ جب مفسر ہو اور کوئی مانع موجود نہ ہو ورنہ یہ عام قاعدہ ہر جگہ نہیں ہے۔ میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب معیار الحق میں فرماتے ہیں۔ پس وجہ جرح مضعین کی ثابت نہ ہوتی اور جرح اُن کا بے وجہ باقی رہا تو پھر اس کو کون قبول کرتا ہے۔ وبهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصري الا لنظار المعذورين في بعض الحواشي على بعض الكتب ان الجرح مقدم على التعديل فلا يدفعه تصحيح بعض المعدّثين له ذكره ابن حجر وغيره ووجه الا ندفاع لا يخفى عليك بعد التامل الصادق الا ترمي ان تعدّيو الجرح على التعديل فرع لوجود الجرح وقد نفينا لعدم وجود وجهه وجعلناه هباء منثورا فاین المقدم واین التعدّیو (میدان الحق میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری اس تحقیق سے وہ اعتراض مندرج ہو گیا جو بعض کراتہ نظر اصحاب نے بعض کتب کے حواشی میں کیا ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے لہذا بعض محدثین کی تصحیح اس جرح کو دور نہیں کر سکتی۔ اعتراض کے اٹھ جانے کی وجہ تامل و غور کے بعد مخفی نہیں رہتی کیونکہ ظاہر بات ہے کہ تقدیم جرح علی التعديل وجود جرح کی فرع ہے اور ہم وجود جرح کو مثلاًپکے ہیں اس لئے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو ہم نے ہباء منثور کر دیا ہے پھر کیسا مقدم اور کہاں کی تقدیم یہ تو سب وجود جرح پر مبنی ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذلك فيهما اذا كان الجرح ثابتا مفسر السبب والا فلا يقبل اذا لم يكن كذا (شرح مسلم) یہ وہم نہ ہووے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ یہ اسی صورت میں ہے جب کہ جرح ثابت اور مفسر السبب ہو ورنہ مقبول نہیں اور مقدم نہیں ہوتی۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں وقد موأ الجرح لكن ينبغي تقييد الحكم بتقدّم الجرح بما اذا فسر اما اذا تعارض من غير تفسير فانه يقدم التعديل قال الحمزي وغيره وعليه يحمل قول من

قدم التعديل کا القاضی ابو الطیب الطبری وغیرہ اور فتح المغیث، علما نے جرح کو مقدم کیا ہے لیکن یہ حکم اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ جرح مفسر ہو۔ اگر دونوں میں تعارض ہو اور کسی قسم کی تفسیر جرح و تعدیل کی نہ ہو تو اس وقت تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے چنانچہ حافظ مزنی وغیرہ نے تصریح کی ہے اور ایسی ہی صورتوں پر ان علما کا قول معمول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے جیسے قاضی ابو الطیب طبری وغیرہ مراد یہ ہے کہ تعدیل مفسر ہوگی تو جرح پر مقدم ہوگی۔ ناظرین ان اقوال سے ابھی طرح کچھ گئے ہوں گے کہ جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا عام قاعدہ نہیں ہے ورنہ کوئی امام اس سے بچ نہیں سکتا۔ امام صاحب کے بارے میں دو جرح ظاہر ہے کہ حسد اور تعصب مذہبی کی وجہ سے کی ہے چنانچہ سابق میں ابھی طرح واضح ہو چکا۔ لہذا یہاں تو یہ قاعدہ کسی طرح بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ تقدیم جرح وجود جرح کی فرع ہے۔ جب جرح ہی موجود نہیں تو تقدیم کسی چنانچہ میاں صاحب مذکور نے تصریح کی ہے اور اگر بالفرض جرح کو تسلیم کر لیں تو تعدیل و جرح میں تعارض ہی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور تعارض کی صورت میں بقول حافظ سخاوی اور حافظ مزنی وغیرہ کے تعدیل مقدم ہے۔ غرض کسی طرح بھی امام صاحب کے بارے میں جرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہر پہلو پر نظر ڈالتے اور مولف رسالہ کو داد دیتے۔ دوسرے یعنی بن معین ہی تعدیل میں متغیر نہیں بلکہ اور بھی ائمہ ہیں جنہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے جیسے علی بن مدینی، سفیان ثوری، شعبۃ بن الحجاج، حافظ ابن حجر، حافظ ابو الجہاج مزنی، وکیع بن الجراح، ابو داؤد، حافظ ابن عبد البر، عبد اللہ ابن المبارک، حافظ ابن حجر مکی، امام مالک، امام شافعی وغیرہم۔ چنانچہ مکرر ذکر کر چکا ہے۔ بالفرض والمحال اگر یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہ ہو تو حضرات مذکورین کی توثیق کافی ہے۔ تیسرے یہ جرح مبہم ہے۔ جب تک مفسر نہ ہو اور کوئی مانع نہ ہو اس وقت تک مقبول نہیں۔ کیونکہ عداوت و حسد اور تعصب و محبت غیر شرعیہ کے آثار یہاں پیدا ہیں۔ پس اس جرح کے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چوتھے ابن جوزی نے خطیب کی تعلیل کی ہے اور خطیب کی جرح معتبر نہیں کیونکہ ائمہ پر طعن کرنا ان کی عادت ہے۔ لہذا ابن جوزی کی جرح

کا بھی اعتبار نہیں۔ پانچویں ابن جوزی تشدد دین فی الجرح میں سے ہیں۔ بغیر وجہ وجہ کے بھی رواد کو مجروح کر دیتے ہیں۔ چنانچہ گزر چکا لہذا یہ قول ان کا معتبر نہیں۔ چھٹے اس کی سند صحیح بیان کرنی چاہیے۔ بغیر صحت سند کے یہ قول معتبر نہیں۔ ساتویں حافظ ابن عبد البر تصریح کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی توثیق و ثنا و صفت کرنے والے زیادہ ہیں۔ لہذا ان ائمہ کے مقابلہ میں طاعینین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں۔ امام صاحب کا علم و فضل لغوی و پرہیزگاری۔ دیانت و امانت۔ ورع و زہد عبادت و ریاضت۔ تابعیت و اہل بیت۔ لغات و فقاہت وغیرہ اوصاف ایسے ہیں جن کے مخالف بھی تعریف کئے فیروز رہے۔ چنانچہ مابقی میں مفصل بیان ہو چکا۔ پس ایسے شخص میں وہی عیوب نکلے گا جس کے دل کی اور ظاہری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہوگی اور جو شراب عداوت و حسد سے مخمور ہوگا۔ جس نے ضد و عناد پر کمر باندھی ہوگی۔ تعصب و ہٹ دھرمی جس نے اپنا پیشہ کر لیا ہوگا۔ ورنہ اہل حق اہل الصاف کے نزدیک حق ظاہر ہے و قال ابو یوسف ما رأیت احدا اعلو بنفس الحدیث من ابی حنیفہ و ما رأیت احدا اعلو بتفسیر الحدیث منہ۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا نفس حدیث کو کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم میری نظر سے گزرا۔ ناظرین جب امام حنیفہ کو بقول حاسدوں اور دشمنوں کے حدیث سے واقفیت ہی نہیں تو احادیث و اخبار کے معانی اور ان کی تفسیر کا ان کو علم ہونا چھ معنی وارد۔ اور وہ بھی ان کے زمانہ میں ان کے برابر کا بھی کوئی نہیں کیونکہ ان سے اچھا تو عالم کوئی تھا ہی نہیں۔ تعریف بھی وہی شخص کر رہا ہے جو اپنے وقت کا امام مجتہد تسلیم کیا ہوا ہے یعنی امام ابو یوسف جن کے شاگرد امام احمد وغیرہ ہیں۔ مجددین فیروز آبادی کے متعلق بھی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کی تصنیف کی ہے۔ علامہ عبد الوہاب تہرانی شافعی فرماتے ہیں۔ دسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد علی ابی حنیفہ و تکفیرہ و دفعوہ الی ابی بکر الخیاط الیمنی فارسل یلوم مجد الدین فکتب الیہ ان کان بلغک هذا الکتاب

فاحرقه فانه افتراء على من الاعداء وانا من اعظم المعتقدين في
 ابی حنیفہ و ذکرت مناقبہ فی مجلد ۱۰ دیوانیت و البراہر، امام صاحب کے رد
 اور تکفیر میں بعض لوگوں نے مجد الدین فیروز آبادی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور
 ابو بکر بن خیاط مینی کو لوگوں نے دکھائی تو انہوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھ کر بہت
 لعنت ملامت کی۔ اس پر فیروز آبادی نے ابو بکر کو جواب لکھ بھیجا کہ جب کتاب آپ نے
 پاس پہنچے تو آپ اس کو جلا دیں۔ یہ مجھ پر دشمنوں نے افتراء پر دازی کی ہے میں تو امام
 ابو حنیفہ کا بہت بڑا معتقد ہوں اور میں نے تو ایک کتاب ان کے مناقب میں لکھی ہے
 تو میں کس طرح ان کو بڑا بھلا کہہ سکتا ہوں۔ مولف رسالہ نے ان کو بھی مضطرب امام میں گنایا
 تھا یہ اپنی بریت ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ میرے دشمنوں کا ہے
 شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بھی مولف رسالہ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ
 کو ضیف کہا ہے یعنی غنیۃ الطالبین میں ان کو مرجئی کہا ہے اس کے بارے میں اول
 تو یہ عرض ہے کہ پہلے اس کو ثابت کیا جاسے کہ غنیۃ الطالبین شیخ کی تصنیف ہے اس
 بحث کے متعلق الزف والتمکیل فی الجرح والتعذیل مصنف مولانا عبدالحی
 لکھنوی علیہ الرحمۃ دیکھنی چاہیے۔ دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر بالفرض شیخ ہی کی تصنیف
 و تالیف ہے تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ شیخ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ امام ابو حنیفہ مرجئی
 تھے اگر کوئی مدعی ہے تو اس کو شیخ کی عبارت سے جو غنیہ میں ہو ثابت کر دکھائے مگر
 عمن شناس نہ ولہر خطایا بنجاست۔ یہی خبر نہیں کہ شیخ نے کیا بیان کیا ہے اور ہم
 کیا کر رہے ہیں شیخ نے مرجیہ کے فرقوں میں غسانیہ کی جگہ حنفیہ کو لکھا ہے جس کی تفصیل
 و تشریح خود آگے چل کر ان لفظوں سے فرماتے ہیں اما الحنفیۃ فهو بعض اصحاب
 ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان هو المعرفة والاقرار
 باللہ ورسولہ وبما جاء بہ من عنده جملة علی ما ذکرہ البرلیوقی
 فی کتاب الشجرۃ (غنیۃ الطالبین) کہ میں نے جو حنفیہ کے فرقہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے
 اس سے تمام حنفی مراد نہیں ہیں بلکہ بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ ایمان صرف معرفت

اور اقرار لسانی کا نام ہے۔ ناظرین اس عبارت میں کہاں شیخ نے امام کو یا جملہ حنفیہ کو مرجعیت کہا ہے۔ اس سے کس طرح امام کے متعلق شیخ کی تضعیف ثابت کی جاتی ہے یہ روز روشن کو شب بتلانا اور عوام کو دھوکہ دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اسی کو حق اور دیانت داری اہل حدیث اور خصوصاً مولف رسالہ سمجھتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ذریعہ آخرت کے ستارے کا ہاتھ لگا ہے۔ شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقتہ انیقۃ ہی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونضجت فی زمان البغدادی واصحابہ ام (فیوض الحرمین) مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی عمدہ طریق ہے جو سب طریقوں سے زیادہ موافق اس سنت معروفہ کے کہ جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع کی گئی ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جن کے ذمہ یہ الزام ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت تنبیہ کیا ہے اگر وہ بڑے سے تمہے تو ان کا مذہب کیسے اچھا ہو گیا اور وہ بھی تمام طرق سے اور احادیث کے زیادہ موافق مجب پر مجب ہے۔ غرض مولف رسالہ نے جتنے نام شمار کرائے تمہے ان میں سے اکثر کو میں لکھ چکا ہوں، اسی طرح اوروں کو ناظرین قیاس کریں گو مجھلا تو سب ہی کا جواب ہو چکا تھا لیکن اطمینان کے لئے اتنی تفصیل سے میں نے ذکر کر دیا تاکہ ابھی طرح مولف رسالہ کی دیانت داری کی فاد دیں۔ اب میں چند نام کتب کے ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن میں امام صاحب کے مناقب موجود ہیں جن کے مولفین شافعی، مالکی، حنبلی حنفی ہیں عتود المرہبان، قلائد عتود الدرر والعقیان، دونوں کتابیں امام صاحب کے مناقب میں حافظ ابو جعفر طحاوی نے تالیف کی ہیں۔ البستان فی مناقب الشہان علامہ محی الدین بن عبد القادر بن ابوالوفا قرشی نے تالیف کی۔ شقائق الشہان علامہ جبار اللہ زمخشری کی کشف الآثار علامہ عبد اللہ بن محمد عارثی کی۔ الانصار لامام ائمۃ الامصار علامہ یوسف سبط ابن جوزی کی تبیین الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی نے تالیف کی محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ تحفۃ السلطان علامہ ابن کاس نے تالیف کیا۔ عتود البجان علامہ محمد بن یوسف دمشقی

نے تالیف کی۔ ابانہ احمد بن عبد اللہ شیرازی کہ توثر الصبیحہ علامہ یوسف بن عبد اللہ کی تصنیف ہے۔ خیرات حسن حافظ ابن حجر مکی شافعی کی محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ قلائد العقیان یہ بھی حافظ ابن حجر مکی شافعی نے امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی ہے۔ الفوائد المہرہ علامہ عمر بن عبد الوہاب عرمی شافعی کی مرقاة الجنان امام یافعی کی تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی کی محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب التہذیب الکاشف یہ دونوں بھی حافظ ذہبی شافعی کی ہیں۔ تہذیب الکمال حافظ ابو الجاج مزنی کی جامع الاصول علامہ ابن شیر جزری کی اشیاء العلوم امام غزالی کی محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب الاسماء واللغات امام نووی کی تاریخ ابن خلدون تاریخ ابن خلدون الکمال فی اسما الرجال لصاحب المشکاۃ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ میزان کبری شیخ عبد الوہاب شعرائی کی محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اثبات و البواہر یہ بھی شعرائی کی ہے۔ طبقات شافعیہ ابواسحاق شیرازی کی۔ اول کتاب مسند میں ابو عبد اللہ بن خیر و طینی نے امام صاحب کے مناقب بیان کئے ہیں۔ محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ الايضاح عثمان بن علی بن محمد شیرازی کی۔ جامع الانوار محمد بن عبد الرحمن غزنوی کی مرقات شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری کی۔ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ منشیق النظام فاضل سہیل کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مسند امام منظم کا احناف کے واسطے میرے خیال میں اس سے اچھا کوئی ماحشہ نہیں بلکہ مستقل شرح ہے۔ النافع الکبیر مقدمہ تعلیق مجید مقدمہ بدایہ مقدمہ شرح وقایہ مقدمہ سحایہ اقامۃ الحجۃ الرفح والتکمیل تذکرۃ الراشد مولانا عبدالحی لکھنوی کی ہیں۔ یہ آٹھوں کتابیں محرر سطور کے مطالعہ سے گزری ہیں۔ آثار السنن۔ اوشحۃ الجیدہ علامہ شوق نیوی کی ان دونوں کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ خصوصاً آثار السنن بہت نایاب کتاب ہے۔ خدا ان کو جزا دے۔ خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال علامہ صفی الدین خرمی کی یہ کتاب بھی مطالعہ سے گزری ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری۔ بنایہ شرح ہدایہ یہ دونوں کتابیں حافظ وقت عینی کی ہیں اور دونوں محرر سطور کے مطالعہ میں رہ چکی ہیں۔ شرح من العلم ابن حجر مکی شافعی کی۔ ماحشہ محمد بن یوسف دمشقی علی المواہب۔ عین العلم محمد بن عثمان طینی کی ایک

کا بھی محرر سطور نے مطالعہ کیا ہے۔ انتصار الحق جواب معیار الحق فاضل رام پوری کی یہ بھی مطالعہ سے گزری ہے اچھی کتاب ہے۔ شرح مسلم الثبوت علامہ بجر العلوم لکسنوی کی غیث النعمان فاضل لکسنوی کا اس کو بھی دیکھا ہے۔ تمییزہ حافظ ابن عبد البر استاذ کارم حافظ ابن عبد البر کتاب جامع العلم حافظ ابن عبد البر اس کا ایک مختصر ہے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے بہت ہی عجیب کتاب ہے مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب قانون فن رجال میں ہے جو قلمی ہے چھپی ہوئی نہیں ہے اس کے خطبہ میں خود مولف نے اپنا آپ کو حنفی لکھا ہے احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے اچھی کتاب ہے۔ طبقات بکر بن تاج الدین سبکی کی۔ نوافح الانوار شعرانی شافعی کی۔ تذکرۃ الاولیاء عطار کی۔ فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث کی۔ عقود الجواہر المنیفہ علامہ سید محمد رفیع زبیدی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے یہ وہ کتاب دو جلدوں میں ہے جس میں ان روایات حدیثیہ کو جمع کیا ہے جن کو امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں۔ بہت عجیب کتاب ہے ہر شخص کو جو حنفی مذہب رکھتا ہو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ امام ابو حنیفہ کو کتنی حدیثیں پہنچی تھیں اور دشمنی کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ درمختار۔ رد المحتار دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مقدمہ فتح الباری اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب التہذیب۔ تقریب التہذیب یہ دونوں بھی حافظ ابن حجر مستطانی کی ہیں احقر نے دونوں کا مطالعہ کیا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ روض الغانی علامہ شعیب کی جو مشہور بحریفہ ہیں۔ التاج المکمل۔ حط فی اصول الصحاح الستہ۔ تحائف النبلاء کشف الالتباس۔ یہ چاروں کتابیں نواب صدیق حسن خاں قنوجی کی ہیں جو میرے مطالعہ سے گزری ہیں۔ المتعاشب الملیفہ۔ کتاب التفتار یہ دونوں مولوی عبد لاقول جو پوری کی ہیں جو خاکسار نے دیکھی ہیں۔ کتاب المناقب للرفیق بن احمد مکی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مناقب کردری اس کو بھی احقر نے دیکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دائرۃ المعارف میں چھپی ہیں جو حیدر آباد میں ہے البیاض علامہ شمس الدین سیوالسی کی۔ جزئ المناقب حافظ ذہبی مصنف کاشف کی ہے۔ الطبقات السنیہ علامہ تقی الدین ابن عبد القادر کی۔ المستغنی فی مناقب ابی حنیفہ حافظ ذہبی کا ہے۔ یہ اناسی کتابوں کے نام ناظرین کے سامنے مشتمل نمونہ از خروار سے

پیش کئے ہیں جس میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو خاص امام صاحب کے مناقب و محامد میں لکھی گئی ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے حاسدوں اور دشمنوں کے اور کوئی بھی امام صاحب کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ کے مناقب موجود ہیں جس کی ظاہری آنکھیں کُل ہیں وہ دیکھ سکتا ہے۔ مذکورہ کتب میں سے بیا لیس کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور ان کا مطالعہ کیا ہے۔ ناظرین یہاں تک ان اقوال کے متعلق ذکر تھا جن کے نام مولف رسالہ نے گنائے تھے۔ تقریباً نصف نام میں نے ان میں سے ذکر کئے ہیں انہیں پر اوروں کو قیام کر لیجئے۔ گو مضمون بہت طویل ہو گیا مگر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اب آگے مولف گل افشانی فرماتے ہیں۔

اقتراض قولہ۔ یہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت۔ اقول۔ ناظرین جس کی کیفیت مفصل طور پر معلوم کر چکے ہیں صرف دو قول یہاں پر امام صاحب کے مجاہدہ نفس اور ریاضت فی العبادت کے بارہ میں پیش کرتا ہوں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ عن حفص بن عبد الرحمن کان ابو حنیفۃ یحیی اللیل کلہ ویقرأ القرآن فی رکعة ثلاثین سنۃ ۱۰۔ حفص بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ تمام شب عبادت میں گزار دیا کرتے تھے اور تیس سال تک برابر ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ عن مسعر قال دخلت لیلة المسجد فرأیت رجلاً یصلی یقرأ فی الصلوة حتی ختوا القرآن کلہ فی رکعة فنظوت فاذا هو ابو حنیفۃ ۱۱۔ مسعر کہتے ہیں کہ میں ایک رات ایک مسجد میں جو لیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن ختم کر دیا۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو وہ امام ابو حنیفہ نکلے۔ صاحب ہے کوئی ایسی عبادت اور ریاضت کرنے والا۔ مگر اسے ابو حنیفہ کی عداوت کہ اس نے اس عبادت کو بھی بدعت بنا دیا چنانچہ الجرح علی اصول الفقہ کے موافق نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے اس کا جواب بھی لکھا ہے جو طبع ہو چکا ہے جس کا نام انصار المسلمین ہے جس کے سامنے مخالفین کو بھی دم زدن کا چارہ نہیں ہے۔

قولہ اب نسیئہ ان کے بیٹے اور پوتے کی بابت میزان الاعتدال جداول میں ہے
اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن
جدہ قال ابن عدی ثلاثہ وضعفاء انتہی الخ اقول ناظرین آپ کو پہلے معلوم
ہو چکا ہے کہ ابن عدی متعصبین میں سے ہیں خصوصاً امام ابو حنیفہ کے ساتھ تو ان
کو خاص طور پر محبت ہے اسی لئے ان پر صفائی کا ہاتھ پھیرتے ہیں لہذا ان کے قول
کا اعتبار نہیں۔ دوسرے جب تک جرح مفسر نہ ہو اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی۔ بنا
مفصل بحث گزر چکی ہے اور ابن عدی کا قول مذکور جرح مبہم ہے مفسر نہیں لہذا مقبول
نہیں۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے کوئی قعی فیصلہ تقریب میں ان کے متعلق نہیں کیا
صرف لفظ تکلموا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اسمعین بن حماد بن ابی حنیفہ الکوفی
القاسنی حنفیہ الامام تکلموا فیہ من التاسعة مات فی خلافة الامامون
(تقریب) اور ظاہر ہے کہ لفظ تکلموا جرح مبہم ہے لہذا اعتبار سے ساقط ہے
ومن ذلک قولہم فذلک ضعیف ولا یبیینون وجہ الضعف فہو جرح
مطلق والا ولی ان لا یقبل من متاخری المحدثین لانہم یجرحون بما
لا یکون جرحاً (رسی مسکور) نہیں اقوال میں سے جو جرح مبہم میں شمار ہوتے ہیں محدثین
کا یہ قول ہے کہ فلاں ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان نہیں کرتے تو یہ جرح مطلق ہے
بہتر یہ ہے متاخرین محدثین سے اگر یہ قول صادر ہو تو مقبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان
کی عادت ہوتی ہے کہ یہ ایسی باتوں کے ساتھ جرح کرنے ہیں جو واقع میں جرح نہیں
ہوتی ہیں۔ قال بن سعد لم یکن بالقوی قلت هذا جرح مردود وغیر
مقبول (مقدمہ ابوری) حافظ ابن حجر مقدمہ میں عبد اللہ علی بصری کے ترجمہ میں فرماتے
ہیں کہ ابن سعد نے یہ کہا کہ عبد اللہ علی قوی نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جرح مردود ہے
مقبول نہیں۔ ناظرین دیکھتے کہ لفظ لم یکن بالقوی اور فلاں ضعیف دونوں سے ضعف راوی
ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ دونوں لفظ جرح کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا
کہ یہ جرح مبہم غیر مفسر ہے جس سے عیب پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس اسی طرح ابن عدی کا

یہ کہنا کہ قینوں ضعیف ہیں غلط ہے مقبول نہیں وجہ یہ کہ کوئی سبب ضعیف نہیں پایا جاتا قلت قول ابن عدی ان کان مقبولاً فی اسمعیل وحماد اذا بین سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبہم فهو غیر مقبول قطعاً فی ابی حلیفہ وکذا کلام غیرہ ممن ضعفہ کالدارقطنی وابن القطان کما حققہ العینی فی مواضع من البناۃ شرح الہدایۃ وابن الہمام فی فتح القدر وغیرہما من المحققین اور فوائد بہرہ ص ۳ جب تک اسماعیل اور حماد کے بارے میں سبب ضعف نہ بیان کیا جاسکے اس وقت تک ابن عدی کی جرح مقبول نہیں کیونکہ جرح مبہم مردود ہو کر رہتی ہے لیکن ابن عدی کی جرح امام ابو حنیفہ کے بارے میں قطعی اور یقینی غیر مقبول ہے۔ اسی طرح دارقطنی اور ابن القطان وغیرہ کا کلام بھی قطعاً غیر مقبول ہے۔ چنانچہ حافظ مینی اور حافظ ابن ہمام وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے۔ میزان میں نقل ذہبی ابن عدی کا قول نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کرتے ہیں وقال الخطیب وحدث عن عمرو بن ذر ومالك بن مغول وابن ابی ذیاب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسكري وعبد المومن بن علی الرزی وجماعة ولی قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد بن عبد الله الانصاری ما ولی من لدن عمر الى اليوم اعلو من اسمعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن (میزان جلد اول ص ۱۵) کہ فی حدیث اسماعیل نے عمرو بن ذر اور مالک بھی منقول اور ابن ابی ذیاب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے فن حدیث کو سهل بن عثمان اور عبد المومن الرزی اور ایک گروہ محدثین نے حاصل کیا۔ رصافہ کے قاضی اور کبار فقہار میں شمار تھے۔ محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانے تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں مقرر ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری سے بھی علم میں امام اسماعیل بڑھ کر تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن بھی ان کے برابر کے نہیں تھے۔ قضات کے لائق امام اسماعیل ہی تھے۔ اس عبارت سے امام اسمعیل کی محدثیت، فتاہت، اعلیت وغیرہ واضح

روز روشن کی طرح ثابت ہیں نہ معلوم کیوں ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ علاوہ انہیں ابن عدی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی اسماعیل بن حماد ضعیف ہوں۔ کیونکہ حافظ ذہبی نے میزان میں ایسے لوگوں کو بھی ذکر کیا ہے جو واقع میں ثقہ اور جلیل القدر ہیں لیکن اقل لیں اور اقل تجرید کی وجہ سے جو قابل اعتبار نہیں ہے ان کو ذکر کر دیا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ابن عدی وغیرہ ایسے حضرات کو اپنی تصانیف میں ذکر نہ کرتے تو میں اپنی کتاب میں ان کی ثقات کی وجہ سے ان حضرات کو ذکر نہ کرتا پڑھتے ان کے اس قول کو وفیہ من تکلوفیہ مع ثقہ وجلاء لہ بادی لین و باقل تجرید فلولا ابن عدی او غیرہ من مؤلفی کتب الجرح ذکرنا ذلت الشخص لما ذکرته لثقتہ (دیباچہ میزان ص ۱۷۱ جلد اول) اور اسی طرح امام ذہبی نے یادداشت کے طور پر ختم کتاب پر بھی اس قول کو یاد دلایا ہے۔ چنانچہ تیسری جلد کے انتہا پر فرماتے ہیں وفیہ خلق کما قد منافی الخطیۃ من الثقات ذکرتمہم للذب عنہم اولان الکلام فیہم غیر موثر صنعہم (میزان جلد ثالث صفحہ ۳۶۰) میری اس کتاب میں بہت سے ثقہ لوگ بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے خطبہ میں اس کی تصریح کی ہے لیکن میں نے ان کو دو وجہ سے ذکر کیا ہے یا تو ان سے ضعف کو دفع کروں یا جو کلام ان کے بارے میں کیا گیا ہے وہ ان میں ضعف کو پیدا نہیں کرتا۔ ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے ہر شخص جس کو ادنیٰ عقل ہوگی یہ کہہ دے گا کہ ایسی حالت میں کسی طرح بھی ابن عدی کی جرح مذکور مقبول نہیں ولی القضاء بالجانب الشرقی بیغداد وقضاء البصرة والرقہ وکان بصیراً بالقضاء عارفاً بالاحکام والوقائع والنوازل صالحاً دیناً عابداً اذا هذا صنف الجامع فی الفقہ والرد علی القدریۃ و کتاب الارجاع وعن الحلوانی اسمعیل ناقلۃ ابی حنیفۃ کان یختلف الی ابی یوسف یتفقہ علیہ شوصار بحال یعرض علیہ ومات شاباً (الغوث البیہ مد) امام اسماعیل بغداد کی جانب شرقی اور بصرہ اور رقہ کے قاضی رہ چکے ہیں۔ قضات کے مابرا حکام اور حوادث اور واقعات کے پورے عارف و عالم

تھے صالح و نیکو۔ عابد۔ پرہیزگار۔ زاہد تھے۔ کتاب الارباب۔ الجامع۔ الرد علی قدر چند کتاب میں تصنیف کیں۔ جوانی کی حالت میں انتقال ہوا۔ اس عبارت میں جو اوصاف ایک بڑے عالم و امام کے واسطے شایاں ہیں وہ سب موجود ہیں۔ ان حضرات کی عبسیت پر تعجب آتا ہے کہ جب ایسے ائمہ ضعیف ہو جائیں گے تو پھر ثقت کون ہوگا۔ افسوس صدر ہزار افسوس۔

ناظرین! اب حماد کے بارے میں سنیں۔ وبعض المتعصبین ضعفوا حماد من قبل حفظہ کما ضعفوا ابابہ الامام لکن لعواب ہوا لتوثیق لا یعرف لہ وجہ فی قلة الضبط والحفظ وطمع المتعصب غیر مقبول انتہی (تنبیہ السامع) بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے امام حماد کی تضعیف کی جس طرح متعصبین نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے لیکن حماد کے بارے میں صحیح توثیق ہی ہے۔ کیونکہ قلت حفظ اور ضبط کی کوئی وجہ ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پھر کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں اور متعصب کی جرح مقبول ہی نہیں تاکہ تضعیف مقبول ہو۔ علامہ علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ هو حماد بن النعمان الامام ابن لامام تفقہ علی ابیہ وافتی فی زمنہ وتفقہ علیہ ابنہ وھو فی طبقة الی یوسف وحماد و زفر والحسن بن زیاد وکان الغالب علیہ الورع قال الفضل بن دکین تقدم حماد بن النعمان الی شریک بن عبد فی شہادۃ فقال شریک واللہ انک لعفیف النظر والفرج خیر مسلوام (مسند الامام شرح المسند) حماد کون ہیں نعمان بن ثابت کے بیٹے خود بھی امام وقت ہیں اور امام کے بیٹے بھی ہیں۔ فن فتنہ کو اپنے والد ماجد امام ہنیفہ سے حاصل کیا اور امام صاحب ہی کے زمانہ میں مفتی بھی تھے ان سے ان کے بیٹے اسماعیل بن حماد نے فن فتنہ حاصل کیا۔ امام ابو یوسف۔ امام محمد امام زفر۔ امام حسن بن زیاد کے طبقہ میں شمار ہیں۔ اتقاد پرہیزگاری ان پر غالب تھی فضل بن دکین کہتے ہیں کہ حماد ایک شہادت میں شریک بن عبد کے یہاں بلائے گئے تو شریک نے کہا بخدا پاک نظر اور پاک فرج ہیں اور مسلمانوں میں آپ اچھے علم ہیں نیز

ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں چنانچہ مابقی میں مفصل معلوم ہو چکا ہے جب تک کوئی وجہ وجہ بیان نہ کریں ان کی تضعیف کا اعتبار نہیں ہے۔

اعراض قولہ۔ اب نیٹے ان کے مقرب شاگردان کی نسبت ضعف کا متغیر پہلے امام ابو یوسف کو لیجئے الی قولہ ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال الفلاس کثیر الغلط و قان البخاری ترکوه الی قولہ۔ اور لسان المیزان میں ہے۔ قال ابن العبار لک ابو یوسف ضعیف الروایۃ اقول۔

چوقاضی بفکرت نویسد جمل نہ گزدزد ستار بندان فجل
ناظرین یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے امام احمد حنبل وغیرہ محدثین شاگرد ہیں
چنانچہ کئی سلسلے ان کے ابتداء میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے
بارے میں امام نسائی نے کتاب الضعفاء والمتروکین میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف ثقیل
یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو مافق ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں مانتظین حدیث میں
شمار کیا ہے۔ سمع هشام بن عروہ و اباسحق الشیبانی و عطاء بن السائب
وطبقہم و عنہ محمد بن الحسن الفقیہ و احمد بن حنبل و بشر
بن الولید و یحییٰ بن معین و علی بن الجعد و علی بن مسلم الطوسی
و خلق سواہم نشاء فی طلب العلم و کان ابوہ فقیہ افکان ابو حنیفہ
یتعاہدہ قال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحديث و روی ابراہیم بن
ابی داؤد عن یحییٰ بن معین قال لیس فی اهل اری احد اکثر حدیثا ولا
اثبت منه و روی عباس عنہ قال ابو یوسف صاحب حدیث و صاحب
سنہ و قال ابن سماعہ کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم
ماتی رکعة و قال احمد کان منصفاً فی الحدیث مات سنہ اثنتین وثمانین
و مائة و له اخبار فی العلم و السیادة و قد افردتہ و افردت صاحبه محمد
بن الحسن فی جزء انتهى ملخصا (تذکرۃ الحفاظ للذہبی) ابو یوسف نے فن حدیث کو
ہشام بن عروہ۔ ابواسحاق شیبانی۔ عطاء۔ بن سائب اور ان کے بلقے والوں سے حاصل

کیا ہے اور فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد امام محمد، امام احمد، یحییٰ بن معین، بشر بن ولید، علی بن جعد، علی بن مسلم طوسی اور ایک مخلوق محدثین کی ہے۔ طلب علم ہی میں ان کی نشوونما ہوتی ہے ان کے والد ماجد کی افلاس کی حالت تھی اس لئے امام ابو حنیفہ ان کی خبر گیری رکھتے اور ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ امام مزنی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف جماعت بھر میں حدیث کے تتبع زیادہ تھے۔ ابراہیم بن ابی داؤد، یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ اہل راستے میں امام ابو یوسف اثبت اور اکثر حدیث ہیں۔ عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث، صاحب سنت ہیں۔ ابن ساعہ کہتے ہیں کہ قاضی ہو جانے کے بعد امام ابو یوسف ہر روز دوسو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف حدیث میں منصف تھے ۱۸۲ھ تک ایک سو بیاسی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ امام ذہبی صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ان کے واقعات علم و سیادت کے بہت سے ہیں۔ میں نے ان کے اور امام محمد کے مناقب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔ ناظرین یہ امر کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو یوسف کے بارے میں کتنے زبردست الفاظ مدحیہ ہیں اس پر بھی معاندین اور حساد آنکھیں نکال رہے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص بقول بخاری متروک ہو قبول فلاس کثیر الغلط ہو وہ ان الفاظ کا ایسے امر سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مستحق ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی تا قدر جال ہو کہ اس کے مناقب میں کتاب تصنیف کر سکتا ہے کبھی نہیں۔ بخاری نے محض اس رنجش کی وجہ سے جو ان کو بعض حنفیوں سے سہ گئی تھی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کر دیا حالانکہ یہ محض تعصب پر مبنی ہے۔ جو قابل قبول نہیں ہے متروک اور کثیر الغلط ہونے کی تحت ہی تمت ہے جس کا کچھ وجود نہیں درہ امام احمد جیسا شخص اور ابن معین جیسا ناقہ کبھی بھی امام ابو یوسف کا شاگرد نہ ہوتا بلکہ سب سے اول میں لوگ ان کی تضعیف کرتے۔ لیکن یہ حضرات جب ان کو صاحب حدیث، صاحب سنت، منصف فی الحدیث اثبت و اکثر حدیثاً، اتباع الحدیث، حافظ حدیث فرماتے ہیں تو پھر ترکہ اور کثیر الغلط کی

بنیاد محض مداوت اور تعصب پر ثابت ہو جاتی ہے۔ جس کا گرا دینا کچھ مشکل نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں۔ کان القاضي ابو یوسف من اهل الكوفة وهو صاحب بی حنیفۃ وكان فقیها عالمًا حافظًا (انتاج المکمل ص ۹) کہ قاضی ابو یوسف کو فہ کے اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ فقیر عالم حافظ حدیث تھے۔ سلیمان تیمی۔ یعنی بی سعید انصاری۔ المثنیٰ محمد بن یسار وغیرہ من حدیث کو حاصل کیا ہے۔ نواب صاحب نے ان چار ناموں کو زیادہ لکھا ہے۔ اس لئے نقل کر دیا۔ آگے چل کر نواب صاحب لکھتے ہیں۔ ولم یختلف یحییٰ بن معین واحمد بن حنبل وعلی بن المدینی فی ثقتہ فی النقل (انتاج المکمل ص ۹) کہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن مدینی تینوں اماموں کا امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے پر اتفاق ہے یہ ابن مدینی وہی شخص ہیں جن کے لئے بخاری کو اقرار کرنا پڑا کہ میں اپنے آپ کو انہیں سے چھوٹا سمجھتا ہوں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں ابن مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ثقہ ثبت امام اعلم اہل عصرہ بالحدیث وعللہ حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عنده (تقریب) کہ ابن مدینی ثقہ ثبت۔ امام اعلم اہل زمانہ بالحدیث وعلل ہیں حتی کہ بخاری بھی کہ لکھے کہ ان کے سامنے میری کوئی حقیقت نہیں۔ جب علی مدینی امام ابو یوسف کو ثقہ کہتے ہیں تو بخاری کا قول ان کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ولم یختلف یحییٰ بن معین واحمد وابن المدینی فی کونہ ثقہ فی الحدیث (انتاج المکمل ص ۹) امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے میں ابن معین۔ احمد علی بن المدینی مختلف نہیں ہیں۔ و ذکر ابن عبد البر فی کتاب الذمہاء فی فضائل الثلثۃ الفقہاء ان ابایوسف کان حافظًا وانه کان یحضر المحدث و یحفظ خمستین مستین حدیثا ثم یقوم فیعلیہا علی الناس وكان کثیر الحدیث (انتاج المکمل ص ۹) حافظ ابن عبد البر مالکی مغربی کتاب الانتماء میں فرماتے ہیں جس میں فقہائے ثلاثہ کے مناقب بیان کئے ہیں کہ امام ابو یوسف حافظ تھے ان کے حافظ کی یہ حالت تھی کہ محدث کی مجلس میں تشریف

لاستے اور پچاس ساٹھ مدینیں وہیں یاد کر لیتے اور جب اس مجلس سے اُٹھتے تو فوراً لوگوں کو جوں کی توں نکھار دیا کرتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوتا تھا اور امام ابو یوسف کثیر الحدیث تھے اس قول سے فلاں کے قول کی تردید ہو گئی۔ اگر کثیر الغلط ہوتے تو ابن عبد البر کہہ سکتے کہ ان کے حافظہ کی تعریف بالفاظ مذکورہ نہ کرتے۔ قال طلحة بن محمد بن جعفر ابو یوسف مشہور الامر ظاہر الفضل افتقہ اہل عصرہ ولو يتقدمه احد في زمانه و مكان النهاية في العلم والحكم والرياسة والقدس وهو اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابی حنیفة واملی المسائل ونشرها وبت علم ابی حنیفة في اقطار الارض (۱) (تاج المکمل ص ۹۲) طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف مشہور الامر ظاہر الفضل افتقہ اہل زمانہ ان کے زمانہ میں ان سے کوئی فضل میں متقدم نہ تھا۔ علم فیصل جات ریاست۔ قدر و منزلت کی ممتا تھے۔ مذہب امام ابو حنیفہ کے موافق اصول فقہ میں اول انہیں نے کیا۔ میں تصنیف کی ہیں مسائل کا اظہار ان کا شیوع انہیں نے کیا۔ اطراف عالم میں امام ابو حنیفہ کے علم کو انہیں نے پھیلایا۔ قال عمار بن ابی مالک ما کان فی اصحاب ابی حنیفة مثل ابی یوسف فلو لا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفة ولا محمد بن ابی لیلیٰ و لکنہ ہوا الذی نشر قولہما و بت علمہما (۲) (تاج المکمل ص ۹۳) عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ میں امام ابو یوسف جیسا کوئی شخص نہیں ہے اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو محمد بن ابی لیلیٰ اور امام ابو حنیفہ کا کوئی ذکر نہ کرتا انہیں نے دونوں کے قول و علم کو عالم میں پھیلایا وقال ابو یوسف سألتی الامام عن مسئلة فاجبتہ عنہا فقال لی من این لک هذا فقلت من حدیثک الذی حدثتہ انت فتدکر لک الحدیث فقال لی یا یعقوب انی لا حفظ هذا الحدیث قبل ان یجتمع البواک وما عرفت تاویلہ حتی الان (۳) (تاج المکمل ص ۹۴) امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجھ سے امش نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا تو وہ فرماتے گئے تم کو یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اُسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی

اور چروہ حدیث میں نے ان کو سنادی تو اعمش کہنے لگے اسے یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) میں بھی اس حدیث کا حافظ ہوں لیکن اب تک اس کے معنی میری سمجھ میں نہ آتے تھے اس وقت سمجھا ہوں۔ ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں اور امام ابو یوسف کے حافظ اور فہم کی داد دیں جس کا اعمش نے بھی اقرار کر لیا۔ اسی پر فلاس اور بخاری کثیر الغلط اور ترکہ کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! و اخبار ابی یوسف کشیرۃ و اکثر الناس من العلماء علی فضلہ و تعظیمہ (الانجام المکمل ص ۹۷) امام ابو یوسف کے اخبار بہت ہیں اور اکثر علما ان کی فضیلت اور تعظیم کے قائل ہیں۔ یہ نواب صاحب کا قول ہے جو فیصلہ کے طور پر ہے۔ ماقبل میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے مدح کرنے والے زیادہ ہوں اس کے ہارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں۔ نیز ہم عصر کی جرح بھی دوسرے ہم عصر کے بلکہ میں مقبول نہیں۔ عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح ہم عصر ہیں۔ بخاری۔ دارقطنی۔ ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں لہذا ان کی جرح بھی مقبول نہیں۔

ناظرین اب میزان الاعتدال کی عبارت کے متعلق شیخ متوفی رسالہ نے جو فلاں کا قول نقل کیا ہے اس کا ایک لفظ ترک کر دیا کیونکہ وہ امام ابو یوسف کی مدح میں تھا اصل عبارت یوں ہے۔ قال الفلاس صدوق کثیر الغلط فلاں کہتے ہیں امام ابو یوسف صدوق کثیر الغلط تھے۔ دوسرے جملہ کا جواب عرض کر چکا ہوں۔ پہلا جملہ الفاظ تعدیل و توثیق میں سے ہے لہذا فلاں کے نزدیک بھی ان کا صدوق ہونا مسلم ہے۔ ۱۰ دوسرا جملہ اعمش کھول یہ چوری یہیں نکلی۔ وقال حمزہ والناقد کان صاحب سنۃ (میزان ص ۳۲) عمر و کہتے ہیں امام ابو یوسف صاحب سنت تھے یہ بھی توثیق ہے وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ (میزان ص ۳۲) لا اعتدال ص ۳۲) ابو حاتم کہتے ہیں امام ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے یہ بھی تعدیل کے الفاظ ہیں۔ وقال الحنفی ہوا تبع القوم للحدیث (میزان ص ۳۲) امام مزنی کا قول ہے کہ وہ اتباع الحدیث دوسروں کے اعتبار سے ہیں یہ بھی مدح ہے۔ و اما الطحاوی فقال سمعت ابراہیم بن ابی داؤد السمراسی سمعت یحییٰ بن معین یقول لیس فی اصحاب الراۃ اکثر حدیثا

ولما ثبت من ابی یوسف ۱۱۰ (میزان جلد ثالث ص ۳۲۲) لیکن امام طحاوی نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد ہمدانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن معین کو کہتے ہوئے سنا امام ابو یوسف اکثر حدیث اور اثبت فی الحدیث باعتبار دوسرے اصحاب راستے کے ہیں۔ وقال ابن عدی لیس فی اصحاب الراۃ اکثر حدیثا منه الا انه یروى عن الضعفاء الکثیر مثل الحسن بن عمارہ وغیرہ وکثیرا ما ینخلف اصحابہ ویقع الاثر فاذا روى عنه ثقة وروى هو عن ثقة فلا یاس به ۱۱۱ (میزان ص ۳۲۲) ابن عدی کہتے ہیں اصحاب راستے میں ان سے زیادہ حدیث والا کوئی دوسرا نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ ضعیفوں سے زیادہ روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارہ وغیرہ ہیں اور بسا اوقات اپنے اصحاب کی مخالفت اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جس وقت ان سے کوئی ثقہ روایت کرے اور وہ بھی ثقہ سے روایت کریں تو لا باس ہے ہیں۔

ناظرین میزان کی یہ سب عبارتیں جن میں امام ابو یوسف کی ائمہ نے توثیق کی ہے مولف رسالہ نے اپنی حقانیت اور دیانت داری ظاہر کرنے کے واسطے حذف کر دیں اور صرف فلاس اور بخاری کے قول کو نقل کر دیا تاکہ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ ضعیف راویوں سے روایت کرنا اگر کسی کو ضعیف بنا دیتا ہے تو پھر امام مسلم اور امام بخاری بھی ضعیف ہیں کیونکہ انہوں نے بھی روایت ایسے لوگوں سے کی ہے جس نے بخاری مسلم کا مطالعہ کیا ہے اور کتب رجال پر اس کی نظر سے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بخاری مسلم میں کتنے راوی متکلم فیہ ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند نام بخاری کے ذکر کرتا ہوں ان سے اندازہ فرمائیں اور مولف رسالہ کو داد دیں۔ حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ کتاب المناقب میں حسن بن عمارہ موجود ہیں جن کے ترک پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے (مقدمہ ص ۳۹۵) اسید بن زید الجمال بخاری کتاب الرقاق میں موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ میں نے کسی کی ان کے بارے میں توثیق نہیں دیکھی (مقدمہ ص ۳۸۵) حسن بن بصری کو دیکھتے اور بخاری میں موجود ہیں۔ امام احمد ابن معین،

ابو حاتم۔ نسائی۔ ابن مدینی۔ یہ پانچوں ان کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں (مقدمہ ص ۳۹۴) غرض ایسے بہت سے نکلیں گے جن میں ائمہ نے کلام کیا اور وہ بھی حد درجہ کا۔ پھر بخاری میں موجود ہیں۔ لہذا اگر کوئی بخاری کو ضعیف کہنے لگے تو کیا موقوف رسالہ یا ابن عدی اس کے ہم نوا ہوں گے۔ بس جو اس کا جواب ہے وہی امام ابو یوسف کی طرف سے جواب ہے۔ میں نے التحقیق التام میں اس کے متعلق زیادہ بسط سے بحث کی ہے جو مطبوع ہے طلبہ راستے ایسی جرح ہے جس سے راوی مجروح نہیں ہوتا چنانچہ مقدمہ فتح الباری اور کتاب جامع العلم سے منقول ہو چکا ہے لہذا ایسے امور کو پیش کرنا مفید نہیں۔ امام ابو یوسف پر جو یہ مصیبت آئی ہے کہ وہ ضعیف ہو گئے وجہ اس کی صرف امام ابو حنیفہ کی شاگردی ہے۔ موقوف رسالہ نے یہاں پر دریدہ دہنی سے کلام لیا ہے جو اہل علم کی شان سے اور خصوصاً اہل حدیث کی شان سے بسا بعید ہے ان الفاظ کے نقل کر کے کو بھی میں اچھا نہیں سمجھتا۔ لہذا ترک کرتا ہوں۔ صرف جواباً یہ عرض ہے ع گل ست سعدی و در چشم دشمنان خاست۔ اب آگے موقوف رسالہ محل نشانی فرماتے ہیں۔

قولہ۔ یہ تو بڑا حال ابو یوسف کا۔ اقول۔ جس کی تفصیل ناظرین معلوم کر چکے ہیں اعتراض قولہ۔ اب سنیئے امام محمد کا حال جنہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے (پانچوں سواہروں میں اپنے کو بھی شامل کرنے یا غنن لگا کر شید بننے کو) اقول۔ ناظرین یہ ہے تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے۔ کیا آپ اس کو طلی تحریر سمجھتے ہیں جو اور الفاظ گندے کہے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں جس سے بازار می بھی مات ہیں لیکن یہ حضرات کا طریقہ ہے کہ ہر ایک کو بڑا بھلا کہا کرتے ہیں اور سوائے اس کے ان کے ہل میں اور کچھ نہیں ہے

آپ نے گالیاں دیں خوب ہوا خوب کیا بخدا مجھ کو مزا آیا شکر پاروں کا
امام محمد کے موطا تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد پیدا ہو گیا۔ اگر آپ میں کچھ ہمت
ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث کی کتاب چھوٹی سی چھوٹی تصنیف کر کے

دکھائیں۔ دیکھیں تو سہی آپ کتنے پانی میں ہیں۔ امام محمد نے ایک موطا ہی تصنیف نہیں کی تو سونانو سے کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ ننانو سے ہی تالیف کر کے دکھائیں۔ امام محمد کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے فائدہ حاصل کیا ہے اور تعریف کی ہے اور ان کے علم کا لوہا مان گئے ہیں۔ چنانچہ آ رہا ہے۔

یہاں تک تو ناظرین نے مولف رسالہ کی علمی حالت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اب اور آگے چل کر معلوم کر لیں گے۔ نیز امام محمد صاحب کی قدر و منزلت فضیلت و علمیت وغیرہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

اعتراف قولہ۔ امام نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروک میں لکھا ہے و محمد بن الحسن ضعیف اور میزان الاعتدال میں ہے۔ لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ اور لسان المیزان میں ہے۔ قال ابو داؤد لا یکتب حدیثہ رجفہ ترجمہ درود، اقول :-

کم بخت و گزارش بہت ہے ملتے ملے کانوں پر ہاتھ رکھ کے سنوں ماجرے دل
میزان الاعتدال میں تبیین امام نسائی ذکر کرنے کے بعد ذہبی فرماتے ہیں یروی
عن مالک بن انس وغیرہ وکان من لجور العلو والفقہ قویاف مالک (میزان جلد ثالث ص ۴۳) حدیث کی روایت امام مالک و غیرہ سے کرتے ہیں۔ علم و فہم کے
دریائے ناپید اکنار تھے۔ روایات مالک میں قوی تھے۔ ناظرین مقدمہ میزان الاعتدال
کی عبارت کو پیش نظر رکھیں کہ میری اس کتاب میں وہ لوگ ہیں جن میں مشددین فی الجرح
نے اپنی لین کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ حالانکہ وہ جلیل القدر اور ثقہ ہیں۔ اگر ابن عدی
وغیرہ ان کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی ان کے ثمر ہونے کی وجہ سے اپنی
اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ امام ذہبی مالک میں ان کو قوی کہتے ہیں۔ علم کے دریا
ناپید اکنار اور فقہ کے بحر بے پایاں ہیں۔ اس سے امام ذہبی کے نزدیک مدوح اور ان
کا ثلثہ ہو نا ظاہر ہے امام ذہبی فرماتے ہیں ولو ار من الراى ان احذف اسو
احد ممن له ذکر بتلین مافی کتب الاثمة المذكورین خوفا من ان

یتعقب علی لایف ذکر تہ لضعف فیہ ہندی ۱۰۔ میں نے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں لوگ میرے درپے نہ ہو جائیں مناسب نہیں سمجھا کہ جن حضرات کی تعلیم کتب ائمہ مذکورین میں ہیں ان کو ذکر ذکر کروں۔ اور ان کے ناموں کو حذف کر دوں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان میں کسی قسم کا ضعف تھا اس لئے میں نے ان کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حاشا وکلا۔ لہذا یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام محمد مافظ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں اس لئے ان کو میزان میں ذکر کیا ہے اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کر دکھاتے۔ مافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ہو محمد بن الحسن بن فوقہ الشیبانی مولا ہو ولد بواسط ونشا بالکوفۃ وتفقدہ علی ابی حنیفۃ وسمع الحدیث من الثوری ومسعر وعمر وبن ذر و مالک بن مغول والاوزاعی و مالک بن انس وربیعۃ بن صالح وجماعۃ وعنه الشافعی وابو سلیمان الجوزجانی و ہشام الرازی و علی بن مسلم الطوسی و غیرہ و لی القضاء فی ایام الرشید وقال ابن عبد الحکوم سمعت الشافعی یقول قال محمد اقم علی باب مالک ثلاث سنین وسمعت منہ اکثر من سبع مائۃ حدیث وقال الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد و فر بعبیر کتباً وقال ابن علی بن المدینی عن ابیہ فی حق محمد بن الحسن صدوق ۱۱ (سان المیزان) (یہ کتاب حیدرآباد میں مطبوع ہوئی ہے) محمد بن الحسن مقام واسطہ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں انہوں نے نشوونما پائی۔ فن فقہ کو امام ابو حنیفہ سے حاصل کیا۔ سفیان ثوری۔ مسعر۔ عمرو بن ذر۔ مالک بن مغول اوزاعی۔ مالک بن انس۔ ربیع بن صالح۔ اور ایک جماعت محدثین سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ امام شافعی۔ ابو سلیمان جوزجانی۔ ہشام رازی۔ علی بن مسلم طوسی وغیرہ محدثین نے فن حدیث کے حصول میں امام محمد کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کی خلافت کے زمانہ میں قاضی مقرر کئے گئے تھے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ امام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام مالک صاحب کے یہاں تین سال اقامت کی اور سات سو

سے زیادہ حدیثیں امام مالک سے سنیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ بھر کتابیں امام محمد کی مجلس کو پہنچیں۔ علی بن مدینی کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد محمد بن الحسن کو صدوق کہا کرتے تھے۔ جب ابن مدینی نے امام محمد کی توثیق کر دی تو پھر اور کسی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ وہی ابن مدینی ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے انورے ادب کو ترک کیا اور ان کے فضل و کمال کا اقرار کئے بغیر بارہا نہ ہوا چنانچہ گزر چکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے چنانچہ حافظ ذہبی میزان کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: فاعلی العبارات فی الرواة المقبولین ثبت حجة۔ وثبت حافظ وثقة متقن وثقة ثقة ثم صدوق ولا بأس به الا میزان جلد اول ص ۱۰۳ اور جب ثابت ہوا کہ لفظ صدوق توثیق ہے تو امام محمد صاحب کے مقبول اور ثقہ فی الحدیث ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا اور وہ بھی علی بن مدینی کی توثیق جو امام بخاری اور نسائی وغیرہ پر غالب ہے قال الشافعی ما رأیت اعقل من محمد بن الحسن (الناظر سماعی) امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے اقل کوئی نہیں دیکھا۔ وروسی عنہ ان رجلا ساله عن مسألة فاجابه فقال الرجل خالفك الفقهاء فقال له الشافعی وهل رأیت فقیها الا ان یکون رأیت محمد بن الحسن (الناظر سماعی) امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کا انہوں نے جواب دیا سائل نے کہا کہ فقہا تو آپ کی اس مسئلہ میں مخالفت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تو نے کیا کوئی کبھی فقہ دیکھا۔ ہاں امام محمد کو دیکھا ہو تو بے شک ٹھیک ہے کہ وہ اسی قابل ہیں اس سے ظاہر ہے کہ امام شافعی بھی امام محمد کی فتاویٰ فی الدین کا لوہا مانے ہوئے ہیں وکان اذا حدثهم عن مالک امتلاء منزله وکثر الناس حتی یضيق علیه الموضع (تذیب الاسماء) جس وقت امام محمد حدیث کی روایت امام مالک سے کرتے تو ان کا مکان کثرت سامعین اور شاگردوں سے بھر جاتا تھا حتیٰ کہ خود موضع جلوس بھی تنگ ہو جاتا تھا۔ اگر امام محمد صاحب کو حدیث دانی میں دخل نہ ہوتا تو یہ کثرت از دعام محدثین کی کیوں

ہوتی اگر وہ ضعیف ہوتے یا حافظ حدیث نہ ہوتے تو یہ محدثین بڑے بڑے کیوں ان کی شاگردی کو مایہ ناز سمجھتے اور کیوں ان کے مکان کو شوق سماعت حدیث میں بھر دیا کرتے۔ اس کو تو وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو خدا نے عقل و مہوش عنایت کئے ہیں اور علم دین سے کچھ حصہ ملا ہے۔ عن یحییٰ بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن (۱۵۰) تاریخ خطیب و تہذیب الاسماء، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر کو روایہ امام محمد سے لکھا ہے۔ عن یحییٰ بن معین قال سمعت محمداً صاحب الراۃ فقیل سمعت هذا الكتاب من ابی یوسف قال واللہ ما سمعتہ منه وهو اعلو الناس بہ الا الجامع الصغیر قال سمعتہ من ابی یوسف (۱۵۱) مناقب کروری (۱۵۲) امام محمد سے یحییٰ بن معین کا روایت کرنا اور ان کی کتابوں کی سماعت کرنی اور ان کی شاگردی اختیار کرنی یہ مجاہد امور امام محمد کی فضیلت اور صاحب علم اور عادل ضابط حافظ محدث فقیہ ثقہ صدوق ہونے پر دال ہیں۔ عن عبد اللہ بن علی قال سالت ابی عن محمد قال محمد صدوق (۱۵۳) مناقب کروری (۱۵۴) عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن مدینی سے امام محمد کے بارے میں دریافت کیا تو کہا کہ امام محمد صدوق ہیں عن عاصم الثقفی قال کنت عند ابی سلیمان الجوزجانی فأتاہ کتاب احمد بن حنبل بانک ان توکت رواية کتب محمد جئنا الیک لنسمع منک الحدیث فکتب الیہ علی ظہر رقعتہ ما مصیونہ الینا یرفعنا ولا یعودک ۱۵۵ (۱۵۶) مناقب کروری (۱۵۷) اگر امام محمد صدوق اور ثقہ عادل حافظ ضابط محدث نہ ہوتے تو امام احمد جیسا شخص ان کی کتابوں کی روایت کی تمنا نہ کرتا کیونکہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز جو جواب ابو سلیمان جوزجانی نے امام احمد کو دیا وہ بھی امام محمد کے علم و فضل اور کمال پر دال ہے چنانچہ ظاہر ہے و ذکر السنہ فی عن احمد بن کامل القاضي قال کان محمد موصوفاً بالروایۃ والکمال فی الراۃ

والتصنيف وله المنزلة الرفيعة وكان اصحابه يعظمونه جدا (مناقب کردی ص ۱۵۳ جلد ثانی) احمد بن کامل قاضی کہتے ہیں کہ امام محمد روایت حدیث اور کمال فی الفقہ اور وصف تصنیف کے جامع تھے۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان کے اصحاب ان کی بہت ہی تعظیم کرتے تھے۔ و ذکر الحلبي عن يحيى بن صالح قال قال يحيى بن اكنش والقاضي رأيت مالكا ومحمدا قلت ايهما افقه قال محمد ۵۱۔

(مناقب کردی جلد ثانی ص ۱۵۴) یحییٰ بن صالح کہتے ہیں کہ یحییٰ قاضی نے فرمایا کہ میں نے امام مالک کو بھی دیکھا اور امام محمد کو بھی میں نے دریافت کیا دونوں میں افقہ کون ہے تو جواب دیا کہ امام محمد افقہ ہیں۔ و بہ عن ابی عبید قال ما رأيت اعلو بکت ب الله تعالى من محمد ۵۱ (مناقب کردی ص ۱۵۴ جلد ثانی) ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ عن ادريس بن يوسف القزاطيسي عن الامام الشافعي ما رأيت رجلا اعلم بالحدال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد ۵۱ (مناقب کردی ص ۱۵۴) امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو ملال و حرام اور ناسخ و منسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔ عن ابراهيم الحنبل قال سألت احمد بن حنبل من اين لك هذه المسائل الدقاق قال من كتب محمد بن الحسن ۵۱ (مناقب کردی ص ۱۵۴) ابراہیم حنبل نے امام احمد سے دریافت کیا کہ یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے حاصل کئے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمد صاحب کی کتابوں سے میں نے حاصل کئے ہیں۔ اس روایت کو خطیب نے اپنی تاریخ میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابو عبیدہ کے قول مذکور کو بھی امام نووی نے کتاب مذکور میں نقل کیا ہے۔ غرض ناظرین کے سامنے مشے نمونہ از خروارے امام محمد کے بارے میں ائمہ کے اقوال پیش کئے ہیں جو امام محمد کے فضل و کمال، علم و حفظ، صدق و دیانت، مفسر و محدث، فقیہ ہونے پر شاہد عادل ہیں اگر ایسا شخص ضعیف ہو تو پھر قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔ ناظرین ان اقوال سے جلالتِ شان امام محمد ظاہر ہے۔

اعراض قولہ - یہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال۔ اقول۔ جس کی کیفیت ناظرین نے معلوم کر لی۔

اعراض قولہ - نین امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور نینے۔ اقول -
یہ سنا ہے حضرت ناصح میاں آنے کو ہیں میں سمجھتا ہوں جو کچھ مجتہد و فرائض کو ہیں
اس کے متعلق پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کے
لئے تیار ہوں۔ فرماتے اور جواب نینے۔

اعراض قولہ - امام صاحب اس کے علاوہ کہ ضیف تھے مرحمت بھی تھے اقول -
دیکھتے ہی تجھ کو اسے قاصد سمجھ جائیں گے وہ ان کے دل پر مال دل میرا ہے یکسر آئینہ
ہم تو پہلے ہی سمجھ رہے ہیں کہ عوام کو گمراہ کرنا آپ حضرات کے ہاتھ کا کھیل
ہے حق پرستی آپ کا شعار اور نا انصافی آپ کا وتیرہ ہے خیر۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ نہ تو ضیف تھے نہ مرحمت۔ یہ بات
نامربر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ امام صاحب پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ نینے مرحمت ارجاء
سے مشتق ہے۔ جو باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا ہیں
اصطلاح میں ارجاء کے معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرحمت ضالہ
اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرار لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے اور ساتھ اس
کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ مضر نہیں پہنچا سکتے اور
گنہگار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و
ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا اہل سنت والجماعت کے نزدیک
یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خود
فقہ اہل بیت میں تصریح فرماتے ہیں اور فوقہ مرحمت کا رد کر رہے ہیں۔ لا نقول حسنا تا
مقبولة وسینا تا مغفورة كقول المرحبة ولكن نقول من عمل عملا
حسنا بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يطلها حتى
يخرج من الدنيا مومنا فان الله تعالى لا يضيعها بل يقبلها منه ويشبه

علیہا (فقہ اکبر) ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرحبہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی بڑائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں۔ اس کی خطائیں سب معاف ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کرے گا اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔ ناظرین اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ تو مرحبہ کا رد فرماتے ہیں اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے جو مرحبہ کے خلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو حدیث اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتدا کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں ومن العجب ان غسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذہبہ ویعدہ من المرحبۃ (محل نخل عبد الکیم شہرستانی) تعجب خیز یہ بات ہے کہ غسان اپنا مذہب ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح بیان کرتا ہے۔ پھر بھی ان کو مرحبہ میں سے شمار کرتا ہے ناظرین غسان ابن ابان مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے امام صاحب کی طرف ارجاء کی نہت کی اور مرحبہ کے مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام صاحب کا دامن اس سے بالکل بری تھا اسی بنا پر علامہ ابن اثیر جزیری نے اس کی تردید کی وہ فرماتے ہیں۔ وقد نسب الیہ وقیل عنہ من الاقاویل المختلفۃ الی یجعل قدرہ عنہا ویستنزه منها القول بخلق القرآن والقول بالقدر والقول بالارجاء وغیر ذلک مما نسب الیہ ولا حاجۃ الی ذکرہا ولا الی ذکر قائلہا والظاهر انہ کان منزہا عنہا۔ (جامع الاصول) بہت اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ بالا تر ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں چنانچہ خلق قرآن تقدیر ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اقوال کا

اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے۔ کیونکہ ہم یہی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ان تمام امور سے بری اور پاک تھے۔ جب علماء اہل ائمہ نے اس کی تصریح کر دی کہ یہ مجاہد امور امام ابو حنیفہ پر بہتان و جھوٹ اور افتراء پر دازی ہے اور امام صاحب کا دامن اس سے باطل پاک و صاف تھا تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا قبیح سمجھتے ہیں۔ پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں و رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو بہکاتے ہیں۔

اے ہنرمندانہ دست عیب دار اگر فتنہ زیر بغل
ناظرین ان عبارتوں پر غور فرمائیں اور مولف رسالہ کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق
امام صاحب کا عقیدہ ان کے اس قول سے معلوم کر سیتے۔ اخبرنی الامام الحافظ
ابو حفص عمر بن محمد البارح النسفی فی کتابہ الی من سمرقند۔ اخبرنا
الحافظ ابو علی الحسن بن عبد الملک النسفی انا الحافظ جعفر بن محمد
المستفزی النسفی انا ابو عمر و محمد بن احمد النسفی انا الامام الاستاذ
ابو محمد العارثی ابناء محمد بن یزید ابناء الحسن بن صالح عن ابی
مقاتل عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ قال الایمان هو ان تعرفہ والتصدیق
والاقرار والاسلام قال والناس فی التصدیق علی ثلاثہ منازل فمنہم
من صدق اللہ تعالیٰ وبما جاء منہ بقلبه ولسانہ ومنہم من صدق بلسانہ و
یکذب بقلبه ومنہم من یرصد بقلبه ویکذب بلسانہ فاما من صدق
اللہ وبما جاء من عنده بقلبه ولسانہ فهو عند اللہ وعند الناس مومن
ومن صدق بلسانہ وکذب بقلبه کان عند اللہ کافرا وعند الناس مومنا
لان الناس لا یعلمون ما فی قلبہ وعلیہم ان یسموہ مومنا بما ظہر
لہم من الاقرار بهذه الشہادۃ ولس لہم ان یتکلفوا طم القلبوب
ومنہم من یکون عند اللہ مومنا وعند الناس کافرا وذلك بان یکون
الوجل مومنا عند اللہ یظہر الکفر بلسانہ فی حال التقیۃ فیسمیہ من لا

یعرفہ متقیاً کافراً وهو عند اللہ مومن اہ کتاب المناقب لموفق بن احمد الکی جلد اول ص ۱۵۵
 و ۱۵۶ امام صاحب فرماتے ہیں کہ معرفت اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی اور اسلام کے
 مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ لیکن تصدیق قلبی میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے
 اللہ تعالیٰ کی اور جو امور اس کی طرف سے آئے ہیں دونوں کی تصدیق قلب و زبان سے
 کی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب سے تکذیب
 کرتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے ہیں اور تکذیب لسانی کا اتھکاب
 کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے حضرات عند اللہ اور عند الناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے
 لوگ عند اللہ کافر اور عند الناس مومن شمار ہوتے ہیں کیونکہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم
 نہیں وہ تو صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے
 لہذا ان کے نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیب قلبی ہے اس لئے خدا کے نزدیک
 کافر ہے۔ تیسری قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیا والوں کے نزدیک کافر
 شمار ہوتے ہیں چونکہ کسی خوف و مصیبت کی وجہ سے انہوں نے کلمہ کفر نکالا ہے لیکن
 دل میں تصدیق و ایمان باقی ہے اس لئے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری
 حالت تکذیب کی ہے اس لئے دنیا والوں کے نزدیک کافر ہے کیونکہ ان کو ان کی باطنی
 حالت کا علم نہیں ہے۔ اس لئے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔ ناظرین اب تو آپ کو معلوم
 ہو گیا کہ ایمان میں امام صاحب کا قول فرقہ مرجعہ کے بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب کو
 مرجعہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مغضوؤں کا کام ہے۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال
 ظاہر یہ تصدیق قلبی کے اجزاء نہیں ہیں۔ ہاں ایمان کامل کے اجزاء ہیں مطلق ایمان کے متمم
 اور مکمل ہیں۔ اعمال ظاہر یہ حسنہ سے ایمان میں کمال اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام
 ابوحنیفہ کا عقیدہ اور جملہ حنفیہ کا اعتقاد ہے خارجوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال
 ایمان کے اجزاء ہیں۔ اگر کوئی عمل فرض مثلاً ایک وقت کی نماز کسی لئے ترک کر دی تو ان
 کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر
 نہیں یہی حنفیوں کا عقیدہ ہے۔ یہ ار جا۔ کے معنی ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو

تصدیق قلبی کہا جاتا ہے علیحدہ ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں ہاں اس کے مسمات ہیں۔ اسی بنا پر عقائد میں مرجعہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ شواہد المرجعۃ علی نوحین مرجعۃ مرحومۃ وهو صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مرجعۃ ملعونۃ وهو الذین یقولون بان المعصیۃ لا تضر والعاصی لا یعاقب (تہذیب الاشکوا) پھر مرجعہ کی دو نوعیں ہیں ایک مرجعہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری نوع مرجعہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قاتل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب و عذاب نہیں ہوگا۔ تاہم صحابہ کرام بھی مرجعہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے تمام ابو حنیفہ کو مرجعہ لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس لفظ کو اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔ درود و جہ فرق کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ امام صاحب کے اقوال و اعمال ادا ان کا عقیدہ مذہب مرجعہ ضالہ کے خلاف ہے تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔ حافظ ذہبی مسعر بن کذا کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ اما مسعر بن کدام فجدة امام ولا عبرة بقول السیلمانی کان من المرجعۃ مسعر و حماد بن ابی سلیمان و النعمان و عمرو بن مرة و عبد العزیز بن ابی رواد و ابو معاویہ و عمرو بن ذر و سید جماعۃ قلت الدرجۃ مذہب لعدۃ من جملۃ العلماء لا ینبغی المتعامل علی قائلہ امریزان و قتال جلد ثالث ص ۱۱۹ قول سلیمان کا اعتبار نہیں کہ مسعر اور حماد اور نعمان اور عمرو بن مرہ اور عبد العزیز اور ابو معاویہ اور عمرو بن ذر وغیرہ مرجعہ تھے۔ ان کی طرف اس کی نسبت کرنی غلط ہے اس سے وہی ار جا۔ مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ار جا۔ بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ لہذا اس کے قاتل پر تعامل مناسب نہیں اسی سے وہی ار جا۔ مراد ہے جو صحابہ کرام کا طریق تھا۔ صدر اول میں فرقہ معتزلہ اہل سنت کو مرجعہ کہتا تھا۔ پس اگر کسی نے امام کو مرجعہ کہا تو اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ قول معتزلہ کے ہیں جو اہل سنت کے بارے میں استعمال کرتے تھے۔ نواب صدیق حسن خاں

نے کشف الالتباس میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین ہی اہل سنت والجماعت
نہیں منحصر ہیں اور اہل سنت کا انحصار مقلدین ائمہ اربعہ میں ہے۔ پس وہ حدیث جو
مؤلف رسالہ نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن عباس سے مرفوعہ مروی ہے وہ
امام صاحب اور حنیفہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہو سکتی ورنہ صحابہ کرام اور اہل علم بھی اس سے
بہارات بلائیں نہیں سکتے اور پھر اس کا جو کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

قولہ اب سینے ثبوت اقول۔ اب ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ ان اقوال

کا اعتبار نہیں۔

اعراض قولہ۔ ابی قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فرست اسمائے مرتبہ کی یوں
گنائی ہے۔ اقول جس کا جواب امام ذہبی میزان الاعتدال میں دے چکے ہیں اس کو
ملاحظہ فرمائیں۔ جو ابی میں نقل کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جامع الاصول کی عبارت کو
ملاحظہ فرمائیں جو منقول ہو چکی۔ اس کے بعد تمیید کی عبارت کو غور سے دیکھیں۔ پھر فقہ اکبر کی
عبارت کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کتاب المناقب پر سرسری ہی نظر ڈال لیں تو تمام
مرحلے طے ہو جائیں گے۔ ابی قتیبہ دینوری کی اگر فرست گنانے سے یہ منشا ہے
کہ یہ حضرات فرقہ ضالہ گمراہ میں داخل ہیں تو عقل و نقل دونوں کے اعتبار سے غلط ہے
اور اگر مراد یہ ہے کہ مرتبہ مرحومہ میں داخل ہیں جو اصحاب رسول کریم اور اہل سنت کا
فرقہ ہے تو کوئی عیب نہیں ورنہ اس کی دلیل ہونی چاہیے۔ علاوہ انہیں ایک اور مصیبت
یہ ہے کہ اگر ابراہیم تیمی، عمرو بن مرو، مسعر بن کدام، خارجہ بن مصعب، ابو یوسف وغیرہ
بقول مؤلف رسالہ مرتبہ ہیں۔ اور مرتبہ بزعیم مؤلف مسلمان نہیں چنانچہ تصریح کی ہے
کہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں، تو امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان حضرات کی جمیع جو
بزعیم مؤلف کافر ہیں کیونکہ قابل قبول ہو گی کیونکہ انہیں حضرات کو جارجین امام میں بھی مؤلف
لے ٹھہرا گیا ہے اس کا جواب مؤلف صاحب ذرا سوچ سمجھ کر دیں۔

اے شیخ اشکبار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو
قولہ۔ یہ چاروں کے چاروں مرتبہ ہیں اور مرتبہ کی بابت حدیث اور پرستانی گئی

یہ لطف پر لطف ہے اقول۔ پہلے ارجاء کے معنی کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کیجئے اس کے بعد مرحبہ کی تقسیم دیکھتے اس کے بعد ائمہ رجال اور محققین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں اور اپنے فہم و شعور اور افراد بہتان سے توبہ کر سیتے تاکہ قیامت میں نجات کی صورت ہو۔ ورنہ مشکل پر مشکل ہے۔

اعراض قولہ۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پر شیخ عبد القادر جیلانی نے تمام حنفیوں کو مرحبہ لکھا ہے ویکم حنیۃ الطالبین ص ۲۲۔ اقول۔ اس کے متعلق میں ابتدا میں کچھ لکھ چکا ہوں۔ شیخ نے کہیں نہیں لکھا کہ تمام حنفیہ مرحبہ ہیں جو اس کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دلیل بیان کرنی ضروری ہے لیکن ع دونوں رستے ہیں کشن ایک اس طرف ایک اُس طرف۔ پیران پر خود تصریح فرماتے ہیں، اما الحنفیۃ فہو بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان هو المعروف بالیٰ لیکن حنیفہ پس اس سے بعض اصحاب امام ابی حنیفہ مراد ہیں کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ ایمان صرف معرفت الہی کا نام ہے۔ یہ عبارت صریح اس باب سے ملے ہیں کہ کل حنفیہ مرحبہ نہیں اور وہ بعض ہی عثمان جیسے حضرات ہیں جی کا مذہب مرحبہ ہے اور حقیقت میں حنفی نہیں ظاہر میں ابو حنیفہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں جب شیخ کی تصریح موجود ہے تو ان کے محل قول کو ان کے خلاف منشا پر حمل کرنا جاہلوں اور متولف جیسے عقل مندوں کا کام ہے۔

اعراض قولہ۔ اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ لیس لہو فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافہموا ولا تعجلوا۔ اقول۔ جب ناظرین کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی کہ حنفی اس سے بری ہیں یہ ان پر تہمت ہے تو متولف رسالہ کا یہ قول کیونکر جمع ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ متولف جیسے حضرات کو اسلام میں کچھ حقہ نہیں ہے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم فرماتے ہیں لا یتجاوز القرآن من حناجی ہو یمن قون من الدین کما یمنی ق السہو من الرمیۃ۔ صحیح حدیث ہے۔ صحاح ستہ میں موجود ہے۔

قلامہ عقیان۔ طبقات حنفیہ۔ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتابوں کو ملاحظہ فرماتیں اور اگر فہرست اسماء کی معلوم کرنی ہو تو کتاب المناقب موفق بن احمد کی کی جلد اول کے صفحہ ۳۳ سے ملاحظہ فرماتیں۔ اسی طرح کتاب المناقب بزاز می کروری کے جلد اول کے صفحہ ۲۵ سے ملاحظہ فرماتیں۔ سینکڑوں مشائخ آپ کو امام صاحب کے طبع گئے حتیٰ کہ شمار کرتے کرتے آپ چار ہزار استاذوں تک پہنچ جاتیں گے۔ یہاں پر ان کی فہرست شمار کرنی طول اہل ہے اس لئے کتاب کا حوالہ مع صفحہ فکر دیا ہے تاکہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے قول کو غلط ثابت کرنے کے لئے یہ بتیں ہی کافی ہیں۔

اقرآن قولہ حماد کی بابت تقریب التہذیب ص ۶۴ میں لکھا ہے رحمہ بالاربعاء اقول پروری عبادت تقریب کی ص ۴۴ میں یہ ہے حماد بن ابی سلیمان مسلم

الاشعری مولانا حماد ابو اسماعیل الکوفی فقیہ صدوق لہ اوہام من الخامسة رحمہ بالاربعاء مات سنۃ عشرين او قبلها ما حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ہیں بعض اوہام بھی ان کے ہیں اربعاء کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ کے نزدیک بھی مرجح تھے۔ نیز ان کی طرف اربعاء اور وہم کی نسبت کرنی متحمل اور عصیت پر مبنی ہے جو احادیث حماد روایت کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں امر سے وہ بری تھے۔ ان کی روایات مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مسند امام اعظم۔ موطا امام محمد وغیرہ کتب میں موجود ہیں جن حضرات نے ان کی روایات کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی عامہ روایات اربعاء کے مانع کو ان سے ملتی ہیں۔ وہ فقیہ۔ عادل۔ ضابطہ حافظ متقن۔ صادق تھے۔ اسی بنا پر حافظ ذہبی یہ فرماتے ہیں، اگر ابن عدی ان کو ذکر کرتے تو میں بھی ان کے ثقتہ ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ رواۃ حدیث میں اگر بالفرض اربعاء تسلیم کر لیا جاسے تو مرجح نہیں ہے کیونکہ صحیحین کے روایات میں بہت سے راوی رافضی غالی اور غلط جی ہیں جیسے عدی بن ثابت وغیرہ۔ پس اگر اربعاء معززت رساں ہو تو رافضی ہونا بطریق اولیٰ محل فی الروایۃ ہوگا۔ چہ جائیکہ علوفی الرقص کیونکہ رقص مطلق

کے اعتبار سے ارجاء کا مرتبہ کم ہے۔ نیز معتزین کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اہل بدعت کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ جب تک کوئی داعی نہ ہو اور نہ وہ حدیث ان کی بدعت کی تائید و موافقت کرتی ہو تو جوار جاء۔ کے ساتھ منسوب ہو اس کی روایت کیوں نہ مقبول ہوگی۔ علاوہ ازیں جب کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں مرجئہ طعنہ۔ تو یہ کسی طرح معلوم ہوا کہ وہ فرقہ طعنہ میں داخل ہیں اس کے واسطے دلیل کی ضرورت ہے۔ امام حماد کی روایات اور اقوال جو ان سے منقول ہیں وہ صریح اس امر میں ہیں کہ وہ فرقہ طعنہ میں کسی طرح داخل نہیں۔ پھر قائل کے کلام کی ایسی تاویل کیوں کی جاتی ہے جو اس کی منشا کے خلاف ہے۔ نیز ابن عدی رد کر چکے ہیں کہ سلیمان کے قول کا اعتبار نہیں کہ ماد مرجئہ تھے لہذا ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے کون عاقل ان پر جرح کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

اعراض قولہ۔ اور میزان الاحوال جلد اول ص ۲۳۶ میں ہے۔ تکلوفیہ بار جاء۔ قول یہاں بھی وہی مجہول کا صیغہ ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک امام حماد مرجئہ نہیں تھے۔ اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں۔ حماد بن ابی سلیمان ابو اسفیل الشعمری الکوئی احد الائمة الفقہاء سمع النس بن مالک ولفق۔ بابراہیم النخعی روی عنہ سفیان وشعبۃ و ابو حنیفہ و خلق تکلوفیہ للارجاء ولولا ذکر ابن عدی فی کاملہ لما وردتہ (میزان جلد اول ص ۲۳۹) حماد بن ابی سلیمان جن کی کنیت ابو اسفیل ہے جو اشعمری کوئی ہیں۔ ائمہ فقہاء سے ایک امام فقیہ ہیں۔ حضرت انس سے احادیث سننی ہیں۔ ابراہیم نخعی سے فن فقہ حاصل کیا ہے۔ روایت حدیث میں سفیان۔ شعبہ امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت محدثین کی ان کی شاگرد ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنے کامل میں ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا لہذا ذکر تہ لفقہ (میزان جلد اول ص ۲۳۹) کیونکہ یہ لفقہ ہیں۔ اگر بالفرض حماد مرجئہ ہوتے اور بزم مولف رسالہ مرجئہ مسلمان نہیں ہیں تو سفیان اور شعبہ وغیرہ غیر مسلم سے روایت کیوں کرتے۔ اس سے تو ان حضرات کی عدالت بھی ساقط

ہو گئی اور ان کی روایات درجہ اعتبار سے گر گئیں کیونکہ نعوذ باللہ یہ لوگ کافر کے شاگرد ہوتے اور اسی کافر کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ امام ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: ولا عبوة بقول السليمانى كان من المرجحة مسعر وحماة بن ابى سليمان الدمشقيين (جلد ثالث ص ۱۶۳)۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکہ میں فتنہ جی صاب یہاں پکڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں اب اس عبارت نے بالکل مطلع صاف کر دیا۔ اب اور نہیے۔ قال ابن معین حماد ثقة وقال ابو حاتم صدوق وقال العجلي كوفي ثقة وكان افقه اصحاب ابى ابيو وقال النسائي ثقة اه (تنزيہ التذیب) وفي الكاشف كان ثقة اماما مجتهدا كريما جوادا اه (تمیض النظم و طبع محمد یحییٰ بن معین کہتے ہیں حماد ثقة ہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ صدوق ہیں۔ مجلی کہتے ہیں کوفی ثقتہ ہیں۔ اصحاب ابراہیم میں افقہ ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں ثقتہ ہیں۔ کاشف میں ہے کہ حماد ثقتہ۔ امام مجتہد جواد کریم ہیں۔ ناظرین ان اقوال کو ملاحظہ فرما کر مولف رسالہ کو داد دیں کہ کتنے حق پوش اور حق کش ہیں قولہ۔ دونوں عبادتوں کا حاصل یہ ہوا کہ حماد مرحبہ تھے۔ اقول۔ میں ابھی اقوال نقل کر چکا ہوں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر بالفرض ارجاء ثابت ہو تو مرحبہ مرحومہ کی فرست میں داخل کئے بغیر حارۃ کار نہیں۔ نیز ارجاء ثقات کے مضر نہیں ورنہ سفیان وغیرہ ثقتہ نہیں رہتے اور ان کی روایت پر سے امان اٹھ جاتے گا۔ نیز ابن معین۔ ابو حاتم۔ نسائی۔ مجلی۔ ابن عدی۔ حافظ ذہبی۔ حافظ ابن حجر وغیرہ بقول مولف رسالہ اسلام سے خارج ہوں گے کیونکہ یہ ائمہ اسلام بزم مولف ایک کافر کی اتنی تعریف و مدح سرائی کر رہے ہیں اور اس کی روایات کو معتبر سمجھتے بلکہ اپنا پیشوا امام۔ مجتہد وغیرہ مانے ہوئے ہیں۔ عجب ہے۔ ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ ناظرین یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور ان کا مبلغ علم۔

نہ خیر اٹھے ہے نہ تلوار ان سے یہ باز دبرے آزمائے ہوئے ہیں

۲۷۱ اعراض قولہ۔ اب سنو اعمش کے بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں

اقول۔ سناتے اور اپنی جہالت کی داد تاثرین سے وصول کرتے پھر میں بھی وہ جواب پیش کروں جس کو آپ اور آپ کے ہم نوا پر کہ لیں پر کھالیں اور مبصرین کو دکھالیں۔

قولہ میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳۸ میں ہے۔ قال ابن المبارک انما افسد

حدیث اهل الکوفۃ ابو اسحق والاعمش وقال احمد فی حدیث

الاعمش اضطراب کثیر وقال ابن ابی الدینى الا عمش کان کثیرا لوهو

انتمی ملخصہ اقول۔

جتاتے دیتے ہیں تم کو گواہ کرتے ہیں ہٹو فلک کے تلے سے ہم آہ کرتے ہیں

ناظرین یہ اعمش وہی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں ہمارا کچھ حرج

نہیں، اگر یہ ضعیف ہو جائیں سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا اہل حدیث کو اور خصوصاً متوف

رسالہ کو ہو گا۔ کیونکہ یہ اعمش بخاری مسلم کے راوی ہیں۔ یہ دونوں وہ کتابیں ہیں جن پر غیر مقلدین

خصوصیت کے ساتھ ایمان لاتے ہوئے ہیں۔ اور بخاری کا تو مرتبہ صحت میں قرآن شریف

کے بعد سمجھتے ہیں اس لئے ہماری بلا سے اگر یہ ضعیف ہو جائیں لیکن پھر بھی متوف رسالہ

کی خاطر سے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن میں متوف رسالہ نے اپنی آنکھیں

امام ابو حنیفہ کی عداوت کی وجہ سے بند کر لی ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ سلیمان بن

مہران الاسدی الکاهلی ابو محمد الکوفی الاعمش ثقة حافظ عارف

بالقرۃ ورجلکفہ یدلس من الخامسة (تقریباً ۱۸) سلیمان بن مہران اسدی

کاهلی جن کی کنیت ابو محمد ہے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں جن کا لقب اعمش ہے ثقہ

حافظ ہیں قرأت کے ماہر و عارف ہیں۔ پرہیزگار ہیں۔ لیکن تہ لیس کرتے ہیں۔ طبقہ

خامسہ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان پر صحاح ستہ کے رواۃ کی علامت لکھی ہے

اور مرتبہ ثانیہ میں ان کو داخل کیا ہے اور مرتبہ ثانیہ میں وہ شخص حافظ کی اصطلاح میں

داخل ہو گا جس کی محدثین نے تاکید کے ساتھ مدح کی ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں الثانیۃ

من اکدمدحہ اما بفعل کا وثق الناس او بتکویر الصفة لفظا کشفة ثقة و

معنی کشفة حافظ (تقریباً ۱۸) مرتبہ ثانیہ میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے

سامعہ کی گئی یا تو افضل تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس یا الغفلوں میں صفت کو مکرر کر دیا جاتے جیسے ثقہ ثقہ یا معنوں میں مکرر کر دیا جاتے جیسے ثقہ حافظ۔

ناظرین کے تقریب کی عبارت ملاحظہ فرماتی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ان کی تعریف میں ثقہ حافظ اور عارف ورع الفاظ ذکر کئے ہیں۔ لہذا ان کے ثقہ حافظ ورع ہونے میں تو کوئی شک و شبہ ہی نہیں۔ ہاں جن کی آنکھوں پر عداوت و تعصب کی ہٹی بندھی ہوئی ہے وہ بے شک نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اندھے ہیں وہی منہ اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سلیمان مجروح ہیں ان کی مثال بعینہ یہ ہے۔

اس سادگی پر کون نہ مرتا تے اُسے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں اُترا فی اب امام ذہبی جو فرماتے ہیں ان کو سنتے، ابو محمد احمد الاثعۃ الثقات عدادہ فی صفار التابعین ما نعموا علیہ الا التذلیس (میزان جلد اول ص ۴۲) سلیمان بن مہران جن کی کنیت ابو محمد ہے اتر ثقات میں سے ایک ثقہ امام ہیں۔ ان کا شمار صفار تابعین میں ہے۔ سوائے تذلیس کے اور کوئی عیب ان میں محدثین کے نزدیک نہیں ہے۔ ناظرین اگر کوئی بات ہوتی تو امام ذہبی اس طرح نہ کہتے۔ ما نعموا علیہ الا التذلیس۔ امام ذہبی عبد اللہ ابن مبارک وغیرہ کا قول نقل کر کے جواباً لکھتے ہیں۔ کانہ عنی الروایۃ عن جاد والافالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنۃ وقرآن یحسن الظن بمن یحدثہ ویروی عنہ ولا یمكننا بان نقطع علیہ بانہ علم ضعف ذلک الذی یدلسہ فان هذا حوام (میزان جلد اول ص ۴۲) گویا ان کی مراد وہ حضرات ہیں جن سے انہوں نے روایت کی ہے ورنہ خود اعمش عادل صادق ثبت صاحب سنت وقرآن ہیں۔ جن محدثین سے یہ روایت حدیث کرتے ہیں ان کے بارے میں اعمش کا نیک خیال ہے ہم کو مجال نہیں کہ ہم قطعی طور پر اعمش پر حکم لگا دیں کہ جس سے یہ تذلیس کرتے ہیں اس کے ضعف کا ان کو یقینی علم ہے۔ کیونکہ یہ امر حرام ہے لہذا اعمش جیسے شخص سے کبھی یہ ممکن نہیں

ہو سکتا کہ وہ اس طرح کریں اور ابن مدینی نے جو کثیر الوہم کہا ہے تو اس کے آگے اتنا جملہ اور سہ فی احادیث ہولاء الضعفاء الغرض ناظرین نے مولف رسالہ کی دیانت داری دیکھ لی کہ حقیقت حال اور حق کے چھپانے کی کتنی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اس کا بدلہ دیں۔

۲۹۱
اقرآن قولہ۔ اب دیکھو امام صاحب کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حاد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ اقول۔ ناظرین کو ان کے متعلق بھی ابتدا میں معلوم ہو چکا ہے کہ ابراہیم کے حجت ہونے پر محدثین مستقر ہیں لہذا اس سے قبل مولف نے کون سے تیر مارے ہیں۔ جواب ابراہیم نخعی کے متعلق تیر ماریں گے۔

قولہ خود اعمش ان کے شاگرد کہتے ہیں مارا بیت احد ادوی بعد یت لم یسمعہ من ابراہیم الخ اقول۔ اول تو تقریب کی عبارت نیٹے مافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ابراہیم بن یزید بن قیس بن الازہر السود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیہ ثقة الا اندیرسل کثیرا من الخامسة مات سنة ست وتسعين وھو ابن خمسین او نحوھا (تقریب ملاء) ابراہیم نخعی جن کی کیت ابو عمران سے کوئی ہیں۔ فقیہ ہیں۔ ثقہ ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ کیسے مافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح نہیں ہیں۔ جب آپ کو کوئی قول جرح کا نہیں ملا تو آپ نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ شاباش ع۔ اسی کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ آپ نے جو اعمش کا قول نقل کیا ہے اس سے قبل جو میزان میں عبارت تھی اس کو کیوں ترک کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ نقل کر دیتے۔ لیکن میں ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ ابراہیم بن

یزید النخعی احد الاعلام یومل عن جماعة ۱۵ (میزان ۲۵۵ بلامل) ابراہیم نخعی علم کے پہاڑوں میں سے ایک کوہ گراں ہیں ایک جماعت سے ارسال کرتے ہیں۔ زید بن ارقم انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے جس کو ذہبی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے وقد رأى زید بن ارقم وغیرہ۔ ولم یصح له سماع من صحابی (میزان صفحہ مذکور) تابعی ہیں خیر القرون میں داخل ہیں اور بشارت نبوی طوبی لمن رای من رآف

میں شامل ہیں۔ اعمش کے قول مذکور کا مؤلف رسالہ مطلب بیان کریں کہ کیا ہے یہ من ابراہیم کس لفظ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے۔ اعمش جو شاعر ابراہیم نخعی کے ہیں وہی فرماتے ہیں غور سے دیکھو۔ قال الا اعمش کان خيرا في الحدیث (تہذیب التہذیب) ابراہیم نخعی حدیث میں اچھے اور غیر دلپسند میرہ تھے اور دوسرا قول ان کا غور سے پڑھو۔ قال الا اعمش قلت لا بواہیو اسنادی عن ابن مسعود فقال اذا حدثک من رجل عن عبد اللہ فهو الذی سمعت و اذا قلت قال عبد اللہ فهو عن غیر واحد (تہذیب التہذیب) اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت مجھ سے سند بیان کرے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب کسی واسطے سے عبد اللہ سے روایت کروں تو میں نے اسی شخص سے وہ روایت سنی ہوتی ہے اور جب یہ کہوں کہ ابن مسعود نے یہ فرمایا ہے تو میری بات سے مشائخ کے واسطے سے وہ روایت مجھ کو پہنچی ہوتی ہے اس لئے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا جو آپ نے میزان سے اعمش کا قول نقل کیا ہے وہ جرح نہیں ہے اور نہ انہوں نے بطریق جرح بیان کیا۔ ورنہ انہیں کے قول کے متعارض ہوگا جو تہذیب سے نقل کر چکا ہوں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ مفتی اہل الکوفۃ کان رجلا صالحا فقیہا (تہذیب التہذیب) کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے وجماعۃ من الاثمۃ صححوا مراسیلہ (تہذیب التہذیب) ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے وقال الشعبی ما ترک احدا اعلو منہ (تہذیب التہذیب) شعبی کہتے ہیں ابراہیم نخعی نے اپنے بعد اپنے سے زیادہ کوئی عالم نہیں چھوڑا ابن حبان نے ثقات تابعین میں ابراہیم نخعی کو ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں قلت واستفوا لا من علی ان ابواہیو حجة (میزان مدۃ) کہ اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ابراہیم نخعی حدیث میں حجت ہیں اسی بنا پر صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں اگر ثقہ ملاول نہ ہوتے تو امام بخاری جیسا شخص جس پر غیر مقلد ایمان لاتے ہوتے ہیں اپنی کتاب صحیح میں ان کی روایات نقل نہ کرتے۔ ناظرین یہ سب تحقیق مؤلف کی ہلکا کچھ حرج نہیں۔ اگر وہ ضعیف ہو جائیں کیونکہ

بخاری مسلم کے راوی ہیں یہ کتابیں پھر صحیح نہیں رہنے کی غیر مقلدوں کو زیادہ پریشانی ہوگی انہیں خود اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

قولہ امام ذہبی کہتے ہیں کان لا یحکمہ العربیۃ یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا۔ اقول اس جملہ کے یہ معنی نہیں بلکہ امام ذہبی کی اس سے غرض یہ ہے کہ بولتے وقت کسی کسی اعراب میں تغیر و تبدل ہو جاتا تھا جو حدیث دانی میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا اور اس سے ثقاہت و عدالت میں کوئی فرق آتا ہے اس وجہ سے محبت میں اس مطلب کو اس کے بعد والا جملہ ربع الحن متعین کرتا ہے کیونکہ لحن اعراب ہی میں غلطی کرنے کا نام ہے اسی وجہ سے مولف رسالہ نے اس جملہ کو نقل ہی سے اڑا دیا تاکہ اپنا مطلب پورا ہو جائے۔ اگر ایسے امور کسی قسم کا عیب یا راوی میں جرح پیدا کرتے ہوتے تو ذہبی کسی بھی ان کی تعریف میں ما حد الاعدوم اور محبت کا لفظ استعمال نہ کرتے مافظ ابن حجر ان کو رمل صالح دیکھتے۔ اعمش ان کو غیر انی الحدیث کے لقب سے یاد دہ کرتے۔ ابن حبان ثقاہت میں شمار نہ کرتے۔ قال المعاربی حدثنا الاعمش قال ابراہیم النخعی ما اکت من اربعین لیلة الاحبة عن ابیہ (کا شف) اعمش کہتے ہیں ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ چالیس روز سے سوائے ایک انگور کے اور کچھ میں نے نہیں کھایا ہے۔ وقال النبی وکان ابراہیم عابد اصابہ اعلی الجوع الدائم (تہذیب التہذیب) ابواسحاق تیمی کہتے ہیں۔ ابراہیم عابد اور دائمی مبعوک پر صبر کرنے والے تھے ذرا کوئی غیر مقلد ایسا مجاہدہ نفس اور ریاضت کرے تو سہی خصوصاً مولف رسالہ کر کے دیکھ لے تو معلوم ہو۔ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی عداوت میں بڑے بڑے ائمہ میں جو بخاری مسلم کے راوی کہلاتے ہیں مولف رسالہ جرح کرنے بیٹھے گئے۔ یہ خیال نہ کیا کہ آخر اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اور اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ خیر کالائے ہر بریش خاوند۔

قولہ یہاں تک تو ناظرین امام صاحب اور ان کے شاگردان اور ان کے استادوں کا حال معلوم ہو گیا ہو گا۔ اقول جس کی ناظرین نے پوری کیفیت معلوم کر لی صرف انسان کی ضرورت ہے۔

قولہ لیکن ہم ایک مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔ اقول۔ اس سے بجز اس کے کہ آپ کی مٹ دھرمی اور عداوت و تعصب ظاہر ہو اور کیا ظاہر ہو گا۔

اعتراف قولہ۔ وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد یعنی امام ابو یوسف انہوں نے اپنے استاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجبیہ ہونے کی کن صاف نکتوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ چنانچہ غلیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اقول۔ مگر کیا نامح لے مجھ کو قید اچھائیوں سی یہ جنوں عشق کے انداز چٹ باتیں گئے کیا ناظرین ارجار اور مرجبیہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں معلوم کر چکے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر متولف رسالہ کی ایک اور فراست و دانائی کی بات کا اظہار کرتا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف متولف رسالہ کے نزدیک مرجبی ہی مرجبیہ کی فہرست میں ان کو شمار کر چکا ہے اور جو مرجبی ہو وہ متولف رسالہ کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ خود وہ تصریح کر چکا ہے۔ لہذا امام ابو یوسف جو اس کے زعم فاسد کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں ان کا قول امام ابو حنیفہ کے بارے میں کیونکر معتبر ہو گا اس کا حجاب متولف رسالہ یا ان کے ہی خواہ دیں۔

دوسرے امام ابو یوسف باوجودیکہ جانتے تھے کہ امام ابو حنیفہ مرجبی اور جہمی تھے تو پھر ان کے شاگرد کیوں بنے رہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی انہوں نے اشاعت کیوں کی۔ ایسے شخص کے مذہب کی اشاعت جو بزم متولف رسالہ غیر مسلم تھا امام ابو یوسف جیسے شخص سے عاۓہ محال ہے۔

تیسرے جب ان کے نزدیک جہمی اور مرجبی تھے تو پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کیوں کی۔ چنانچہ مابقی میں بعض اقوال ان کے منقول ہو چکے ہیں جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ متولف رسالہ جیسے حضرات نے موضوع روایت امام ابو یوسف کی طرف سے گھڑی بھادراں کی طرف اس کو منسوب کر دیا۔ ناظرین خود اندازہ کریں کہ کہاں تک یہ قول صحیح ہو گا۔

چوتھے خطیب کی روایات اسانید معتبرہ سے ثابت نہیں و بعض الجروح لا تقبٹ بر وایة معتبرة کر وایة الخطیب فی جرحہ واکثر من جاء بعده عیال علی روایتہ فہی مردودة وصجوحہ ۱۱ (مقدمہ تطبیق مجرمہ ۳۳) بعض جرح روایات معتبرہ سے ثابت نہیں چنانچہ خطیب کی روایات اور جو لوگ خطیب کے بعد ہوئے ہیں وہ خطیب ہی کی روایات کے متعلق ہیں لہذا یہ جروح مردود و مجروح ہیں ان کا اعتبار نہیں۔ مانتظ ابن جبر کی فرماتے ہیں۔ اعلو انہ لم یقصد الا جمع ما قبل فی الرجل علی عادة المورخین ولم یقصد بذلك تنقیصہ ولا حظ من ثبتہ بدلیل انہ قدم کلام المادحین واکثر منه ومن نقل مآثرہ ثم عقبہ بذکر کلام القادحین ومما یدل علی ذلک ایضاً ان الاسانید التي ذکرها للقدح لا یخلو خالبها من متکلفیہ او مجهول ولا یجوز اجماعاً ثلثو مرض مسلوس بمثل ذلک فکیف بامام من ائمة المسلمين؟

ذہیرت حسان نسل انالیسویں مورخین کے طریق پر کسی شخص کے بارے میں جو جو اقوال ملے خطیب نے ان کو جمع کر دیا۔ اس سے امام کی تنقیص شان اور مرتبہ کا کم کرنا مقصود نہیں کیونکہ اول خطیب نے مادحین کے اقوال کو نقل کیا اس کے بعد جو جرح کرنے والے ہیں ان کا کلام نقل کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ تنقیص مقصود ہی نہیں۔ اور اس پر ایک اور بھی قرینہ قویہ ہے کہ جی روایات کو جرح کے طور پر ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کی سند میں مجہول اور ضعیف لوگ موجود ہیں اور ائمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان جیسی روایات سے کسی ادنیٰ مسلمان کی آبروریزی کرنی جائز نہیں چہ جائیکہ ایک مسلمانوں کے امام و پیشوا کی ہتک کرنی بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔ ابن جبر کی نے اس فصل میں خطیب کی جروح کے جواب دیتے ہیں۔ مانتظ ابن جبر مذہب کے شافعی ہیں، متولف رسالہ کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ یہ مخالفین مذہب امام ابو حنیفہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس فصل میں آگے فرماتے ہیں۔ و بعض من صححة ما ذکرہ الخطیب من القدح عن قائله یعتد به فانه ان کان من غیر اقوال الامام فهو مقلد لما قالہ

او کتبہ اعداۃ وان کان من اقوانہ فلکذلت لمامن ان قول الا قوالہ
بعضہموفی بعض غیر مقبولۃ (خیرات حسان) اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ جو
قول خلیب نے جرح میں نقل کئے ہیں وہ صحیح ہیں تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو
وہ اقوال امام صاحب کے ہم زمانہ کے ہیں یا ہم عصروں کے نہیں ہیں۔ اگر دوسری
صورت ہے تو اس کا اعتبار ہی نہیں کیونکہ یہ جو کچھ دشمنوں نے لکھا اور کہا ہے اس کی
تعلیلہ کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کا قول معتبر نہیں اور اگر پہلی صورت ہے کہ یہ جرح
امام صاحب کے ہم عصروں سے صادر ہوتی ہے تو اس کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ بعض
ہم عصر کا قول دوسرے ہم عصر کے حق میں مقبول نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ
ذہبی نے اسی کی تصریح کی ہے۔ لہذا جھوٹا یا مرجحہ ہونے کی جو روایت ہے خواہ کسی
کی بھی ہو اور صحت کے درجہ پر پہنچی ہوتی ہو درجہ قبول اور حد اعتبار سے ساقط ہے
قال لا سیما اذا لاح انه لعداۃ اولمذہب اذا لحد لا ینجو منه الا
من عصمہ اللہ قال الذہبی وما علمت ان عصر اسلمواہلہ من ذلک الا
عصر النبیین والصدیقین۱۱۔ دونوں حافظ فرماتے ہیں خصوصاً اس وقت تو بالکل
ہی وہ جرح مردود ہے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عداوت یا مذہب کی وجہ سے ہے
کیونکہ حد ایک ایسا امر من ہے کہ سوائے انبیاء اور صدیقین کے اور کوئی اس سے محفوظ اور
بچا ہوا نہیں۔ وقال التاج السبکی ینبغی لک ایہا المسترشد ان تسلك
سبیل الادب مع الاثمة الماصین وان لا تنظر الی کلام بعضہم ف
بعض الا اذا اتی بسبہا ن واضح شعر ان قدرت علی التاویل وحسن النظر
فبذلک والا فاضرب صفحا لی ما جوی بینہما۱۲۔ امام سبکی فرماتے ہیں
اے طالب ہدایت تیرے لئے یہ مناسب ہے کہ اگر گزشتہ کے ساتھ ادب و لحاظ
کا طریق ہاتھ سے جانے نہ دینا اور جن بعض نے بعض میں کلام کیا ہے اس کی طرف
نظر اٹھا کر بھی تو نہ دیکھنا جب تک وہ دلیل روشن اور برہان قوی اس پر پیش نہ کرے
پھر اگر حجہ کو قدرت تاویل و حسن ظن کی ہے تو اس پر عمل کر در نہ ان امور کو جو آپس میں

باری ہوتے اور پیش آتے پس پشت ڈال دے۔ اس میں مشغول ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بیش بہا اوقات ضائع ہوتے ہیں۔ فانك اذا اشتغلت بذلك وقعت على الهلاك فالقوم ائمة اعلام ولا قوال لهم معامل وربما لو نفهموا بعضها فليس لنا الا التراضي والسكوت مما جرى بينهم كما نفعل فيما جرى بين الصحابة اه اگر تم ان امور کے درپے ہو گے تو ہلاکت میں پڑو گے۔ کیونکہ یہ لوگ ائمہ اعلام ہیں اور ان کے اقوال محال حسنہ پر محمول ہیں۔ بسا اوقات ہم بعض امور کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لہذا سوائے سکوت اور رضا مندی ظاہر کرنے کے اور کچھ ہم کو اختیار نہیں وہی طریق اسلم ہے جو صحابہ کے واقعات و معاملات میں ہم نے اختیار کیا ہے۔ مرآة الزمان کی عبارت پہلے منقول ہو چکی ہے کہ خطیب سے یہ تعجب خیز امر نہیں کیونکہ ان کی عادت ہے کہ وہ ائمہ میں کلام کیا کرتے ہیں اور ان کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔ وليس الجب من الخطيب بانه يطعن في جماعة من العلماء اه مرآة الزمان، پس ان تمام عبارات سے ظاہر ہے کہ یہ روایات خطیب قابل اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف پر یہ الزام اور برتان ہے ولا عبرة لكلام بعض المتعصبين في حق الامام (الی ان قال) بل كلام من يطعن في هذا الامام عند المحققين يشبه الهذيان اه (میزان کبریٰ شرنائی ص ۱۰۰) یہ عبارت بھی پہلے منقول ہو چکی ہے لیکن ضرورتاً یاد دہانی کے طور پر پیش کیا ہے۔ ذکر الامام الثقة ابو یوسف محمد بن عبد اللہ بن نصیر الزعفرانی ببغداد قال ان الرشيد استوصف الامام من ابی یوسف فقال قال الله تعالى ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد كان علمي به انه كان مثدي الذب عن المعارم شديدا الورع ان ينطق في دين الله تعالى به علمو يجب ان يطاع الله تعالى ولا يناقض اهل الدنيا فيما في ايديهم طویل الصمت و اشهر الفکر مع علم واسع لو یکن مهذا ولا وثارا ان سئل عن مسألة ان كان له علم بها جاب ولا قاس مستغنيا عن الناس لا یسمی الا طمع ولا یذكر احدا الا بخیر فقال الرشيد

هذه اخلاق الصالحين فامر الكاتب فكتبها شوا عطاها لابنه وقال احفظها
(مناقب کردی جلد اول ص ۲۲۱)

ناظرین اس واقعہ سے کالشمس فی نصف النهار ثابت ہے کہ امام ابو یوسف پر
یہ الزام اور بہتان ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کو جہمی یا مرجئی کہتے تھے۔ ورنہ جس وقت غلیفہ
بارون رشید نے امام ابو حنیفہ کے اوصاف اُن سے دریافت کئے تھے تو ضرور وہ
اُن امور کو بھی ذکر کرتے جو دشمنوں کا خیال ہے انہوں نے تو ایسے اوصاف بیان کئے
کہ جو ایک اہل سنت والجماعت کے ہونے چاہئیں اور ایک پیشوائے قوم اور معتزائے
وقت کے واسطے لازم اور ضروری ہوں۔ جس کا غلیفہ نے بھی اقرار کر کے یہ کہہ دیا کہ بیشک
یہی اخلاق صالحین کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عیب یا جرح وغیرہ ہوتی تو فوراً غلیفہ وقت
اس کو ذکر کرتا اور ابو یوسف کو روکتا کہ تم جو یہ باتیں بیان کر رہے ہو یہ غلط ہیں بلکہ وہ
مثلاً مرجئی تھے یا جہمی تھے وغیر ذلک لیکن اس نے کچھ نہ کہا جو ظاہر دلیل ہے کہ امام
ابو یوسف پر قہمت ہی قہمت ہے۔ کتاب المناقب للموفق کے جلد اول صفحہ ۲۶۰ میں بھی اہل
واقعہ کو نقل کیا ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف اپنا علم اور یقین ظاہر کر رہے ہیں
اور اس سے قبل قرآن کی آیت شہادت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ ثابت رہے کہ
میں جو کچھ امام کے حق میں بیان کر رہا ہوں یہی حق ہے کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ زبان
سے نکلتا ہے وہ نامہ اعمال میں منکوب ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ ایسی تصریحات کے باوجود
بھی کوئی بیاناظر انصاف سے دیکھنا نہیں چاہتا اور وہی اپنی ملاوت کی پٹی آنکھوں پر باندھے
ہوتے ہے۔ من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی۔

اعراض قولہ۔ دیکھو ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا۔ اقول۔ جس کو ناظرین نے
معلوم کر لیا مولف رسالہ کو چاہیے کہ پہلے اردو بولنا سیکھے پھر کچھ کہے۔ اگر جو انفرادی ہے
تو امام ابو یوسف کے قول کو سند کے ساتھ پیش کرے پھر دیکھیں گے کہ کیا عمل کھلتے ہیں۔
قولہ۔ اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابو حنیفہ پر فضیلت دے دی
اقول۔ امام محمد کے اس قول کو نقل کر رہے ہیں جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہ پر امام مالک کو

ہر بات میں فضیلت دی ہے۔ یہ تو آپ کا زبانی جمع خرچ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں اگر امام محمد صاحب کے نزدیک ہر امر میں امام مالک افضل ہوتے تو امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترویج اور ان کے مذہب کے مطابق تصنیف و تالیف نہ کرتے بلکہ امام مالک ہی کے مذہب کو رواج دیتے جس نے کتب ظاہر روایت کا خصوصاً اور ان کی دیگر تعانیف کا عموم مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا کیا مرتبہ ہے۔ وقال اسمعیل ابن ابی رجا: رأیت معمر بن النعمان فقلت له ما فعل الله بك فقال غفر لي مشرق قال لو اردت ان اعذبك ما جعلت هذا العلم فيك فقلت له قاین ابو یوسف قال لو قنابد رجستین قلت قاین حنیفہ قال هیہات ذاك في اعلیٰ علیین (صغیرہ ص ۳۱) اسماعیل ابن ابی رجا۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ کو بخش دیا اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ارادہ عذاب دینے کا ہوتا تو تمہارے اندر یہ علم دین امانت نہ رکھتا۔ میں نے پوچھا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ ہم سے دو درجہ اوپر ان کا مقام ہے۔ میں نے کہا ابو حنیفہ کہاں ہیں تو امام محمد فرماتے ہیں ان کا کیا پوچھنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے مراتب عطا کئے ہیں۔ گو یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب کے دل میں امام ابو حنیفہ کی کیا وقعت تھی۔ امام محمد صاحب کی قبضی کتا ہیں کبیر کے نام سے مشہور ہیں ان میں امام ابو حنیفہ سے بغیر واسطہ روایت کی ہے اور جو صغیر کے ساتھ موسوم ہیں ان میں بواسطہ امام ابو یوسف کے امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ اگر امام مالک ہر امر میں امام ابو حنیفہ پر فضیلت رکھتے تھے تو امام محمد کو چاہیے تھا کہ امام مالک سے روایات بواسطہ اور بے واسطہ جمع کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات نہر بر کی بنائی ہوتی سی ہے و ذکر الامام ظہیر الاشعۃ المدینی الخوارزمی انه قال مذہبی ومذہب الامام وابی بکر شوعمر شو عثمان شو علی رضی اللہ عنہم واحداہ و مناقب کردی جلد ثانی ص ۱۹۲ امام محمد صاحب فرماتے ہیں میرا اور امام ابو حنیفہ اور ابو بکر و عمر

اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا مذہب ایک ہی ہے۔ اس سے بھی امام صاحب کی عزت و توقیر جو امام محمد کے دل میں ہے ثابت ہے۔ اگر ابو حنیفہ سے امام مالک افضل تھے تو امام محمد نے ایک افضل کو چھوڑ کر مفضول کے ساتھ اپنے مذہب کی کیوں توحید بیان کی۔ غرض یہ سب عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کی باتیں ہیں۔ مولف رسالہ کا مقصود اظہار حق نہیں بلکہ سلف کو برا بھلا کہنا ہے۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے۔

اعراض قولہ۔ لو صاحبو کچھ اور بھی سہو گے۔ آؤ ہم تم کو اور بھی سناتے ہیں امام صاحب زہد و تقویٰ بھی تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے الخ اقول۔ تاملین کو خطیب بغدادی کی روایات کے متعلق مفصل معلوم ہو چکا ہے لہذا اس کا اعادہ کرنا تحصیل ماسل ہے کیونکہ محققین نے ان کا اعتبار ہی نہیں کیا اور ایک لایعنی امر خیال کر کے ترک کر دیا کان ابو حنیفۃ یحسد و ینسب الیہ مالیں فیہ و ینتقل الیہ مال ینلق بدہ او کتاب اہل ہادی عبد اللہ امام صاحب کے ماسد بہت تھے اور ایسے امور ان کی طرف منسوب کئے جاتے تھے جو ان میں نہ تھے اور ایسی باتیں ان کے متعلق گھڑی جاتی تھیں جن کے شایان شان وہ نہ تھے۔ قال الحافظ عبد العزیز بن رواد من احب اباحنیفۃ فہو منی ومن البغضۃ فہو مبتدع او (خیرات عمان) قلت قد احسن مشیخنا ابو العجاج حیث لہ یورد شیئا یلزم منہ التضعیف او (تذہیب) ذہبی کہتے ہیں ہمارے شیخ ابو العجاج مزی نے بہت ہی اچھا کام کیا کہ اپنی کتاب میں امام صاحب کے بارے میں کوئی لفظ بیان نہیں کئے، جن سے ان کی تضعیف ہوتی ہو وقد جہل کشیر ممن تعرضوا للسہام الفضیۃ وتحلوا بالصفات القبیحۃ القطعیۃ علی ان یحطوا من مرتبۃ هذا الامام الا عظم والحیر المقدم الی قولہ فما قدر و اعلیٰ ذلک ولا یفید کلامہو فیہ او (خیرات عمان) بہت سے باہل جو اوصاف قبیرہ سے آراستہ ہیں اس بات کے درپے تھے کہ اس امام اور جبر مقدم کے مرتبہ کو گٹھاویں لیکن ان کو قدرت نہ ہوتی اور نہ ان کا کلام کچھ امام صاحب کے بارے میں اثر کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ خود رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں۔ ان کو امام ابو حنیفہ کے مرتبہ کی خبر

نہیں۔ نامہ میں جس کی لفظ اتنی تعریف کرتے ہوں سینکڑوں کتابیں اس کے مناقب میں لکھی ہوں۔ سینکڑوں اس کے شاگرد ہوں۔ سینکڑوں کتابیں اس کے مذہب کی دنیا میں پھیلی ہوئی ہوں۔ لاکھوں اس کی تقلید کرتے ہوں۔ جن میں علما۔ صلحا۔ شہداء وغیرہ سبھی قسم کے لوگ موجود ہوں۔ حافظ حدیث۔ مجتہد فقیر۔ عادل۔ صالح۔ امام الامۃ سمجھا جاتا ہو۔ کیا وہ شخص زندیق ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ جتنے بھی گزریں ہیں سب ہی کے لئے یہ حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ بھی اس فہرست میں معدود ہو جائیں گے۔ مولف رسالہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے توبہ دومرتبہ کرائی گئی گویا اس کے نزدیک تو امام ابو حنیفہ زندیق کافر وغیرہ تھے۔ نوذباتہ من ذلک۔ نامہ میں کے اطمینان قلب کے واسطے یہاں پر ایک واقعہ کو نقل کرتا ہوں جس سے زندیقیت اور کافریت کی حقیقت سے پردہ اٹھ جاتے گا اور معلوم ہوگا کہ اصلیت کیا ہے اور دشمنوں نے اس کو کس صورت میں پیش کیا ہے

اخبرنا الامام الاجل وكن الدين ابو الفضل عبد الرحمن بن محمد الكرماني انا القاضي الامام ابو بكر عتيق بن داود اليماني قال حكى ان الخوارج لما ظهروا على الكوفة اخذوا باحنيفة فقيلا لهو هذا شيخهم والخوارج يعتقدون تكفير من خالفهم فقالوا تب يا شيخ من الكفر فقال انا تائب من كل كفر فخلوا عنه فلما ولي قيل له وانك تائب من الكفر وانما يعني به ما انت عليه فاسترجعوه فقال لا سمعوا يا شيخ انما تائب من الكفر وتعني به ما نحن عليه فقال ابو حنيفة البظن تقول هذا ام ابلو فقال بل بظن فقال ان الله تعالى يقول ان بعض الظن اشور وهذه خطيئة منك وكل خطيئة عندك كفر فتب انت اولاً من الكفر فقال صدقت يا شيخ انا تائب من الكفر فتب انت ايضا من الكفر فقال ابو حنيفة رحمه الله انا تائب الى الله تعالى من كل كفر فخلوا عنه فلهذا قال خصماءه استيتب ابو حنيفة من الكفر من متين فلبسوا على الناس وانما يعنون به استتابه الخوارج اه (كتاب المناقب للموفق ص ۱۷۱ جلد اول) جب کوفہ پر خوارج کا غلبہ ہوا تو انہوں نے

امام ابو حنیفہ کو پکڑا کسی نے خارجیوں سے یہ کہہ دیا کہ یہ شخص کو فہد والوں کا شیخ و پیشوا ہے۔ خارجیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو ان کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا اے شیخ کفر سے توبہ کر امام صاحب نے فرمایا کہ میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ خارجیوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب وہاں سے جاتے گئے تو خارجیوں سے مولف رسالہ جیسے شخص نے کہا کہ انہوں نے اس کفر سے توبہ کی ہے جس پر تم جے ہوتے ہو تو فوراً امام صاحب کو واپس بلایا اور ان کے سردار نے امام صاحب سے کہا آپ نے تو اس کفر سے توبہ کی جس پر ہم چل رہے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا یہ بات تو کسی دلیل سے کتاب ہے یا صرف تیرا ظن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ظن سے کتاب ہوں۔ کوئی یقینی دلیل اس کی میرے پاس نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور یہ خطا تجھ سے صادر ہوتی اور ہر خطا تیرے اعتقاد کے مطابق ہے پس اول تجھ کو اس کفر سے توبہ کرنی چاہیے۔ اس سردار نے جواب دیا بے شک آپ نے پہنچ فرمایا۔ میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی توبہ کریں۔ پھر امام صاحب نے فرمایا۔ میں تمام کفریات سے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کی بناء پر امام صاحب کے دشمن کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے کیونکہ خارجیوں کے جواب میں امام صاحب نے یہ لفظ فرماتے تھے۔ تاخرین دشمنوں نے اس کو امام صاحب کے کفر پر محمول کر کے روز روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر تاثر لے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

اعراض قولہ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الی قولہ ایں خیال است و محال ست جنوں۔ اقول۔ آپ کو خبر ہی نہیں کہ کس بناء پر کہا جاتا ہے سنو اور غور سے سنو اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لو۔ صحیح مسلم ص ۳۱۲ میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان الدین عند النبی لذهب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یقتلوا لہ

(صحیح مسلم صفحہ ۳۱۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایک شخص اہل فارس میں کا اس کو ضرور حاصل کر لے گا۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے بھی بالغالب مختلف روایت کیا ہے۔ فارس سے مراد عجم ہے اخیرات حسان، اس حدیث کا مصداق علما نے امام صاحب کو بتایا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں: هذا اصل صحيح يعتمد به عليه في البشارة بابي حنيفة وفي الفضيلة التامة (تبیین الصیغ) یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر امام ابو حنیفہ کی بشارت اور فضیلت تاملہ کے لئے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد رشید علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں وما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه احدا (ما مشیہ علی المواہب) جو بارے استاد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ ہی مراد ہیں یہی ظاہر اور صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیونکہ انباتے فارس میں کوئی شخص بھی علم میں امام ابو حنیفہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر مکی شافعی اور عبد الوہاب شعرائی شافعی وغیرہ نے بھی امام ابو حنیفہ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے پس ان بڑے بڑے اماموں کے مقابلہ میں کسی کا قول قابلِ سماعت نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی بعض تالیفات میں اس بحث کو پھیل کر بخاری وغیرہ کو اس بشارت میں داخل کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیونکہ ائمہ مذکورین نے تصریح کی ہے کہ عجم میں کوئی بھی امام ابو حنیفہ کے مرتبہ کا نہیں ہوا۔ بخاری۔ اجتہاد۔ تفقہ۔ حفظ۔ امامت۔ عدالت۔ ریاضت۔ عبادت۔ زہد۔ ورع۔ تقویٰ۔ مجاہدہ نفس وغیرہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ امام صاحب کے اوصاف مذکورہ میں شرکت کریں۔ انہیں امور کی وجہ سے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں ان کو اپنا پیشوا جانتے ہیں بلکہ تابعی ہونے کی وجہ سے تمام ائمہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

یہ تو نہان ہی غور شدہ نکتہ ہے وائے میرا تاہاں ہیں آج ایسا دکھاتے کوئی
ہیں جو کوئی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود مخالفین امام صاحب کے
علم و فضل کے قائل ہیں اور لوگ مانے ہوتے ہیں۔ چنانچہ مابقی میں مفصل ظاہر ہو چکا۔
اعراق قولہ سواد و غور سے سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امام حنیفہ کی فتنہ
سیکھے سے منع کیا ہے الا قولہ

میری سنو جو گوش نصیحت نبوت ہو میرا کہا کہ جو تمہیں کچھ بھی ہوش ہو
کیا اب کوئی اور صورت نہیں رہی جو خواب کے واقعات سے مستحال ہوئے
لگا۔ اچھا یہی ہے تو دیکھو اور غور سے آنکھیں کھول کر دیکھو عن ابی معانی فی الفضل بن
خالد قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما تقول فی علم ابی حنیفہ
فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ وہ فضل بن خالد کہتے ہیں میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے امام ابو حنیفہ کے علم کے بارے میں آپ
سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہے۔ کیسے اجازت
دی یا منع فرمایا۔ اور غور سے دیکھتے۔ تبے شاہ تہمت و تعصب گفتمے شود کہ نورانیت
اسی مذہب حنفی بنظر کشنی در رنگ دریائے علیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ
حیاض و جداول بنظر مے در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نموده مے آید سواد اعظم از
اہل اسلام متبعان ابی حنیفہ اند (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم)
غور فرمائیے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا۔ یہ مجدد صاحب وہی ہیں
جس کے بارے میں نواب صدیق حسن خاں قنوجی کہتے ہیں: علوم مرتبہ کشف ہائے
مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ صحو سرزدہ و گاہے مخالف شرع
نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مویہ است (دریاض المراضع ص ۱۲) کہ مجدد صاحب کے
کشف کیسی بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے
اس لئے ان کے کشف کے مراتب تو بہت ہی بالاتر ہیں۔ وہ مجدد صاحب یہ
فرماتے ہیں کشتی نظر میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوتی

ہے اور باقی مذاہب چھوٹی چھوٹی نالیوں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور
یہی ہے استاد المذہب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔ عن فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی
طریقة انیقة ہی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونضجت
فی زمان البخاری واصحابہ (ابو یوسف المرعی) شاہ صاحب کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تعلیم کی ہے کہ مذہب حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے
اور غور سے دیکھو خواب صدیق حسن خاں معاذ رازی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ معاذ رازی
گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدم گفتم این الملبک فرمود عند علم ابی حنیفہ
انقصاء معاذ رازی فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں پوچھا
کہ آپ کو کہاں تلاش کروں تو آنحضرت نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے علم کے پاس مجھے
سمکاش کرنا وہیں میں تم کو ملوں گا۔ راہی بعض ائمة الحنابلة النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال فقلت له یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنی عن
المذاهب فقال المذاهب ثلاثة فوقع فی نفسی انه یشیخ مذهب
ابی حنیفہ لتمسکہ بالرأی فابتداء وقال ابو حنیفہ والشافعی ثم قال و
مالک واحمد اربعة (غیرت حسان) بعض حنبلی مذہب کے ائمہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ سے مذاہب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے
فرمایا کہ مذہب تین ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرے دل میں خطرہ گزرا کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب
کو آپ بیان نہ فرمائیں گے کیونکہ امام صاحب راستے سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن جب
آپ نے ابتداء فرمائی تو فرمایا۔ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔ پھر اس کے
بعد فرمایا اور امام مالک اور امام احمد۔ یہ چار مذہب ہیں۔ اس واقعہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں
پہلوں مذہبوں سے پہلے آنحضرت نے امام ابو حنیفہ ہی کا نام ذکر فرمایا کہ یہ مذہب حق
ہے اس کے بعد اوروں کو ذکر کیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حق مذہب چار ہی
ہیں۔ متوفی رسالہ نے جو مذہب اختیار کر رکھا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمان کے خلاف ہے۔ وہ حقانیت سے دور ہے۔ کیسے صاحبِ جواب تو معلوم ہوا کہ امامِ حنفیہ کا علم اور ان کا مذہب کس مرتبہ کا ہے جس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمادی۔ آپ نے جو نام گناہے ہیں کہ انہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا اس سے یہ لازم نہیں کہ حنفی مذہب حق نہیں یہ اپنی اپنی بھڑکے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے شافعی، مالکی، حنبلی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا ہے۔

اقرض قولہ اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا جب ان کو امام صاحب کے مزے دار مسائل سے واقفیت ہوئی جس کو ہم مختصر اذیل میں بیان کر کے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے۔ جنہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا۔ اقول۔ ناظرین میں بھی چند نام بتلاتا ہوں جنہوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی پہلے یہ شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے۔ کان تلمیذ المنف فانقل من مذہبہ الی مذہب ابی حنیفۃ (انساب مسمانی) اسی طرح مرآۃ الجنان اور کتاب الارشاد ائمہ تاریخ ابی خلکان وغیرہ میں ہے۔ دوسرے امام احمد بن محمد بن محمد بن حسن ثقفی شافعی پہلے مالکی تھے پھر حنفی مذہب کو اختیار کیا۔ چنانچہ سخاوی نے ضوالامع میں ذکر کیا ہے۔ فوائدِ مہیہ ص ۱۲ میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ تیسرے علامہ عبدالواحد بن علی العکبری اول یہ حنبلی تھے اس کے بعد حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے بعیۃ الوعایۃ میں بیان کیا ہے وکان حنبلیا فصار حنفیا۔ اسی طرح کفوی نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ فوائدِ مہیہ ص ۱۱ میں دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے۔ چوتھے علامہ یوسف بن فرغل البغدادی سبط ابن الجوزی پہلے حنبلی مذہب رکھتے تھے پھر حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور ان کے ترجمہ کو فوائدِ مہیہ کے ص ۲۳ میں نقل کیا ہے۔ غرض خود کے طور پر چار عالم جو اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے میں نے پٹلی کتے ہیں جنہوں نے مذہب شافعی، مالکی، حنبلی کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ اگر کتب طبقات و رجال پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے ایسے ائمہ نکلیں گے جنہوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہاں ان کی فہرست

شمار کرنی مقصود نہیں۔ صرف مولف رسالہ کی بے ہودہ بجواس کے جواب میں اور ناظرین کی تسلی قلب کے واسطے نقل کیا ہے ورنہ ضرورت نہ تھی۔ مزے دار مسائل کا جب وقت آئے گا ہم ان کے جواب کے واسطے تیار ہیں آپ کی کج فہمی اور بے عقلی کو طشت ازبام کر دیا جائے گا۔

اغراض قولہ ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہ ہے کہ امام صاحب کا مافظ جیسا کہ تاہم نے اوپر بیان کیا ہے اقول جس کی مفصل کیفیت اور شرح ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں عادیہ کی ضرورت نہیں۔

قولہ لیکن پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ صلی ابو حنیفۃ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ۔ الی قولہ یہ گپ علی الگب نہیں تو اور کیا ہے۔ ان کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔ اقول چونکہ امام صاحب آپ کی طرح سے مجنون اور دیوانے تھے بلکہ ذی ہوش، صاحب عقل و احساں تھے۔ اس لئے ان کو اپنا وضو یاد رہتا تھا۔ وضو تو اس شخص کو یاد نہ رہتا ہو جس کے حواس منتقل ہو گئے ہوں ورنہ نماز عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے میں یاد نہ رہنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ حنیفیوں کے ہی اقوال نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور تسلیم کر لیا ہے۔ جو امور حد تو اتر کر پہنچے ہوں ان کو گپ شمار کرنا مولف رسالہ جیسے کا کام ہے جس کو اپنا وضو یاد نہیں رہتا۔

قولہ کیونکہ امام صاحب اگر عشا پڑھ کر سو رہتے تھے تو وضو ندارد۔ اقول عشا کی نماز پڑھ کر سوتے نہیں تھے بلکہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے وضو باقی رہتا تھا۔

قولہ اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک تو دن کو سوتے یا نہیں۔ اقول جب چلیں برس تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے تو پھر کون عقل مند یہ پوچھ سکتا ہے کہ رات میں سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن میں آرام کرتے ہوں تو اس میں کون سا احتمال ہے جو نوم کہ مغمضی الی النفلت ہو وہ نہیں پائی جاتی تھی جیسی کہ مولف رسالہ کی الٹی سبھ

اعراض قولہ۔ اگر دن کو سوتے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے۔ اقول۔ ناظرین عجب منطقی ہے رات کو کوئی شخص عبادت کرے اور دن میں کسی وقت آرام کرے تو یہ آرام عبادت شب کے مناقض ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو بھی اس کا علم نہ ہوا کہ جو آپ قیلولہ دن میں فرمایا کرتے تھے یہ عبادت شب کے مناقض ہے اور رات کی عبادت اس قیلولہ کی وجہ سے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جاتی ہے صرف مولف رسالہ کی یہ سمجھ آیا۔ ہزار تلف ایسی عقل و سمجھ پر ناظرین مولف رسالہ یہ سمجھا کہ میری طرح امام صاحب بھی دن بھر سوتے رہتے ہوں گے۔ پھر دن میں سنا غفلت کو کس طرح مستلزم ہے اس کے واسطے ملازمت بیان کر لے کی ضرورت ہے اسی طرح عبادت شب کے بے سود ہونے اور دن کو سونے میں لزوم بیان کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مولف کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ امام صاحب فجر سے لے کر عشا تک برابر سوتے رہتے تھے تاکہ عبادت شب کا بے سود ہونا اس پر مترتب ہو۔ حضرت عثمان رات بھر عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح تیم داری اور سعید بن جبیر رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے تو کیا کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات دن کو سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تھے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے اور اگر دن میں بھی نہیں سوتے تھے تو ان حضرات کا برابر جاگنا محال کیونکہ نوم طبعی کے صانع ہونے سے حیات کی امید نہیں۔ اور اگر عشا پڑھ کر سو رہتے تھے تو شب بھر جاگنا اور وضو باقی رہنا محال عقلی و شرعی ہے۔ پس جو اس کا جواب ہے وہی جواب امام صاحب کی طرف سے بھٹنا چاہیے۔ اگر مفصل بحث اس کے متعلق دیکھنی ہو تو کتاب اقامۃ الحجۃ فی ان الاکشاف والتعبد لیس ببدعۃ دیکھنی چاہیے جو اسی بحث میں مبسوط کتاب ہے۔ حدیثنا سلیمان بن احمد ثنا ابو یزید القزاطیسی ناامد بن موسی ناامد بن مسکین عن محمد بن مسیرین قال قالت امرأة عثمان حين اطافوا به يريدون قتله ان تقتلوه وتتركوه

فانه كان يحيى الليل كله في ليلة يجمع القرآن فيها اه رطية الاولياء والى نعيم
اور سنئے۔ وبه الى الخطيب هذا انا الخلال انا الحري يري ان النخعي حدثهم
ابنا ابراهيم بن متعلد البلخي ابنا ابراهيم بن رستم المروذي سمعت خارجة
بن مصعب يقول ختموا القرآن في الكعبة اربعة من الاثمة عثمان بن
هفان و تميم الداربي وسعيد بن جبير وابو حنيفة اور مناقب موفق احمد بن مكي ۲۳
جلد اول مناقب بزازي جلد اول ص ۲۳۲ عن عائشة قالت قام النبي صلى الله عليه وسلم
بأية من القرآن ليلة اه (ترمذي ص ۲۵ جلد اول) عرض یہ روایات آنحضرت اور صحابہ اور تابعین
کی ہیں ان پر غور فرما کہ جواب دیں اور اس کے بعد کوئی بکواس کریں، ورنہ سب سے ستر
خاموشی ہے۔

ناظرین ایہاں پر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ رسالہ کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ چونکہ میرے
پاس نہیں ہے۔ چنانچہ شروع میں، میں عرض کر چکا ہوں، اگر انصاف و حق کی نظر سے
دیکھا جائے گا تو ان اور ان میں مولف رسالہ کے تمام اعتراضات کا جواب ملے گا۔ مولف رسالہ
نے کوئی علمی تحقیق نہیں کی صرف گالیاں اور بکواس سے رسالہ بھرا ہوا ہے اس لئے ان
امور کے جوابات کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو اس کے آگے جوابات
کی زیادتی کر کے پورا کر دیں۔ اگر میرے جوابات پسند نہ ہوں تو نئے سرے جواب لکھ
کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام میر غلام۔ تنبیہ: میں شروع میں کسی مقام پر عرض
کر چکا ہوں کہ امام ذہبی نے امام ابو حنیفہ کی میزان میں جو تضعیف کی ہے اس کے متعلق میں کسی
جگہ پر تحقیق کروں گا لہذا آخر میں اس وعدہ کو پورا کر کے جواب ختم کرتا ہوں۔ میزان الاعتدال
جلد ثالث کے صفحہ ۲۳۰ میں امام صاحب کے بارے میں یہ عبارت ہے۔ النعمان بن
ثابت م س بن زوطی ابو حنیفۃ الکوفی امام اہل الراي ضعفه النسائي من
جہتہ حفظہ وابن عدی وآخرون وتداولہ الخطيب في فصلين من
تاريخہ واستوفی کلام الغزاليين معدليه ومضعفيه اه یہ وہ عبارت ہے
کہ جس کی وجہ سے غیر مقلدین زمانہ خصوصاً مولف رسالہ بہت کچھ کو دہم اند کرتے ہیں کہ

ذہبی نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے اور امام صاحب کی تضعیف میزان میں موجود ہے۔ لیکن ناظر ہی جس وقت تحقیق و تفتیح کی جاتی ہے اس وقت حق، حق اور باطل باطل ہو کر رہتا ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ترجمہ امام صاحب کا میزان میں کسی دشمن و معاند نے لاسحق کر دیا ہے خود امام ذہبی کا نہیں ہے۔ اس کی دلیل روشن یہ ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود تصریح کی ہے کہ میں ائمہ متبوعین کو اس کتاب میں ذکر نہیں کروں گا چنانچہ فرماتے ہیں وما کان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرہما من الصحابة فانی اسقطہم لجلالة الصحابة رضی اللہ عنہ ولا اذکرہم فی هذا المصنف اذا کان الضعف انما جاء من جملة الرواة الیہم وکذا الا اذکر فی کتابی من الاثمة المتبوعین فی الفروع احد الجلاء لتہم فی الاسلام وعظمتہم فی النفوس مثل ابی حنیفہ والشافعی والبخاری ۱۱ (میزان جلد اول ص ۲۱) کتاب بخاری اور ابن عدی وغیرہ میں جو صحابہ کا بیان ہے میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالت شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا کیونکہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے وہ ان کے نیچے کے روایات کی وجہ سے نہ صحابہ کی وجہ سے لہذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔ اسی طرح ان ائمہ کو بھی اس کتاب میں ذکر نہ کروں گا جن کے مسائل فرعیہ اجتہاد پر میں تقلید و اتباع کی جاتی ہے جیسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، کیونکہ یہ حضرات اسلام میں جلیل القدر بڑے مرتبہ والے ہیں ان کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے لہذا ان کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق امام کی کنیت بھی باب الکنی میں نہیں ذکر کی۔ علامہ عراقی نے شرح الفیہ الحدیث میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تہذیب الراوی میں بھی اقرار کر لیا ہے کہ ذہبی نے صحابہ اور ائمہ متبوعین کو میزان میں نہیں ذکر کیا، الا انہ لیسوا ذکر احد من الصحابة والاثمة المتبوعین ۱۲ (تعلیق حسن ص ۱۵۱) اثار السنن، غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہوا کہ یہ ترجمہ امام ذہبی نے امام صاحب کا نہیں لکھا بلکہ کسی متعصب نے لاسحق کر دیا ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں۔ نیز میزان کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں۔ بعض نسخوں کے حاشیہ

پر یہ عبارت پائی جاتی تھی اب اس کو متن میں داخل کر دیا ہے۔ قلت هذه الترجمة
 لم توجد في النسخ الصحيحة من الميزان واما ما يوجد على هوامش
 النسخ المطبوعة نقلًا عن بعض النسخ المكتوبة فانما هو الحاق من
 بعض الناس وقد اعتذر الكاتب وعلق عليه هذه العبارة ولعلو تكن
 هذه الترجمة في نسخة وكانت في اخرى اوردها على الحاشية اه (التعليق الحسن
 جلد اول صفحہ ۱۸۷) اسی بنا پر کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے کاتب نے بھی عذر بیان کیا اور ماشیہ پر یہ لکھ دیا
 کہ بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں ہے اور بعض میں ہے اس لئے اس کو میں ماشیہ پر لکھے
 دیتا ہوں۔ غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہے کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے صاحب میزان کا نہیں
 فہمذہ عبارات تنادی باعلی صوت ان ترجمہ الامام علی مافی بعض النسخ الحاقیہ
 جلد ۱۱۱ (تعلیق حسن صفحہ ۱۸۷)

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ۔ عادل۔ ضابطہ متقن۔ حافظ حدیث۔ متقی۔
 صدق۔ امام مجتہد۔ زاجر تابعی۔ عالم۔ عامل۔ متجد ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان کے برابر عالم۔ عامل۔
 فقیہ۔ عبادت گزار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر لغاد ان رجال سمان کے حق میں ثابت
 نہیں۔ ابن عدی وارقطنی وغیرہ متعصبین کی جرح مع مبسم ہونے کے مقبول نہیں۔ دشمنوں اور
 ماسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں۔ جو اوراق گزشتہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے والحمد
 للہ اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولہ محمد والہ وصحبہ واتباعہ دائماً ابداً
 کتبہ الید ممدی حسن غفرلہ شاہماہموری۔

مقالہ نمبر ۷

شریعتِ مطہرہ میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام

اور غیر مقلدین کا موقف

از

حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی

استاذ دارالعلوم دیوبند



واللہ اعلم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سمسر الهداية واليقين
وعلى اله الطيبين الظاهرين وأصحابه الأنداء على الكفار الأرحماء بين المؤمنين
الذين قد احتارهم الله تعالى قدوة للمسلمين، ومن سعيهم بأحسن إلى يوم
الدين - وبعد!

قال الله عز وجل: محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء
بينهم تراهم ركعاً سجداً يتعوفون فضلاً من الله ورضواناً سيماهم في وجوههم
من أثر السجود (القرآن)

ترجمہ :- ارشاد ربانی ہے کہ محمد (متیہ) اللہ کے رسول ہیں اور جو
لوگ آپ کی محبت پائے ہوئے ہیں وہ کنار پر بھاری ہیں اور آپس میں مہربان ہیں،
اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ
تعالیٰ کے فضل و رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے چہروں پر سجدے
کے اثر کی نشانی ہوتی ہے (خشوع و خضوع کے انوار ہوتے ہیں)

سید البشر ﷺ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا انسانیت میں
تقدس مآب اگر کوئی جماعت ہے تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معزز جماعت
ہے جو عشق نبوی سے سرشار تھے، وحی الہی کی روشنی میں جس کی تربیت ہوئی، رسالت مآب
ﷺ نے ان کا ترکیہ فرمایا، نور نبوت کی براہ راست روشنی ملی جس کی ادنیٰ سی جھلک بھی
اگر پڑ گئی تو دل نبی ہو گئے اور اس طرح یہ انبیاء و رسل کے بعد افضل ترین انسانوں کا
پاکباز گروہ بارگاہ الہی سے منتخب ہو کر پیارے حبیب ﷺ کی معیت بہرہ ور ہوائے
تو وہ لوگ ہیں جن پر آفتاب نبوت کی کرنیں با واسطہ پڑیں، ان کی نگاہوں نے جمال
ربخ اقدس کا مشاہدہ کیا ہے، ان کے کانوں نے آپ کی شیریں آواز سنی ہے جو دلیں

تاروں کو مست کر دیا کرتی تھی، آپ کے سامنے جن کی زبانیں قال اللہ، قال الرسول کا ورد کیا کرتی تھیں۔

بہر حال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رب رحیم نے آنحضور ﷺ کی صحبت اور شریعت الہیہ کو عام کرنے، چراغ مصطفوی کی روشنی کو بڑھانے اور دعوت توحید کو پھیلانے کے لئے جن لیا تھا۔

ان حضرات قدسی صفات کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ اور غیر مقلدین کا ان عظیم شخصیات کے بارے میں کیا موقف ہے؟ یہ موضوع وضاحت طلب ہے!

آئندہ صفحات میں قرآن و سنت کی نصوص اور علماء امت کی تصریحات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے صحیح مقام و مرتبے کو اجاگر کیا جائے گا، نیز غیر مقلدین کے موقف کو بھی واضح کرا دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اس سے پہلے کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام بلند اور ان کے مینارِ عظمت کی بلندی پر نگاہ ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کے فرامین کی روشنی میں یہ واضح کر دیا جائے کہ صحابیت کیا ہے اور صحابی کس شخصیت کو کہتے ہیں؟ پورا تعارف سامنے آجائے۔

صحابی (رضی اللہ عنہ) کی تعریف

صحابی (رضی اللہ عنہ) وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بحالتِ ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو (۱) قدرے تفصیل کیلئے آگے مزید وضاحت پیش ہے:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

أصح ما وقفت عليه من ذلك أن الصحابي من لقي النبي ﷺ
مؤمناً ومات على الإسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت محالته أو
قصرت ومن روى عنه أولم يرو ومن غزا معه أو لم يفرز ومن راه
روى أولم يحالسه ومن لم يره لعارض (۲) *

(۱) تحفة الدار شرح نخب الفکر ص ۴۸ (۲) الاصابہ ج ۱ ص ۷

ترجمہ :- صحابی کی تعریف میں صحیح تر بات جس سے میں واقف ہوا وہ یہ ہے کہ صحابی اسے کہیں گے جس نے آنحضرت ﷺ سے بحالت ایمان ملاقات کی ہو اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، آپ سے ملاقات کرنے والوں (صحابہ) میں ان کا بھی شمار ہے جن کی مجالست آپ کے ساتھ زیادہ رہی ہو اور اس کا بھی جسے اس کا موقع کم ملا ہو، وہ بھی جو آپ سے روایت کرنے والا ہو، اور وہ بھی جس نے آپ سے روایت نہ کی ہو، وہ بھی جس نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور وہ بھی جسے اس کا موقع نہ مل سکا ہو، وہ بھی جس نے ایک نظر آپ کو دیکھا ہو اور اسے آپ کی مجالست حاصل نہ ہو سکی ہو، اور وہ بھی جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کسی عارض (مثلاً نابینا ہونے) کی وجہ سے آپ کا چہرہ اقدس نہ دیکھ سکا ہو۔

حافظ خطیب بغدادی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال محمد بن اسمعيل البخاري من صحب النبی صلی اللہ علیہ

وسلم أو راه من المسلمین فهو صحابی (۱)

ترجمہ :- امام بخاریؒ نے فرمایا جس مسلمان نے آپؐ کی صحبت کا

شرف حاصل کیا یا آپؐ کو اس نے دیکھا تو وہ صحابی ہے۔

نیز حافظ بغدادی صاحب حضرت امام احمد ابن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔

کل من صحبه سنة أو شهر أو يوماً أو ساعة أو راه فهو من أصحابه (۳)

ترجمہ :- ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں ایک سال یا ایک ماہ

یا ایک دن ایک گھڑی آپؐ کی مصاحبت کی ہو یا صرف زیارت کی ہو تو وہ صحابی ہے۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصاحبت و

ملاقات سے بہرہ ور ہونے والی شخصیت کو صحابی کہا جاتا ہے اور یہ رفاقت کی سعادت خواہ

تھوڑی دیر کے لئے نصیب ہوئی ہو یا شرف ہے کہ پوری امت کے اعمال حسنہ بھی مل

کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن عظیم کے آئینے میں

اسلام کے اس قافلہ اول کی تصویر قرآن مقدس نے عمدہ انداز میں پیش کی کہ عند اللہ وہ اتنے مقبول ہوئے جس کی بدولت خدا تعالیٰ کی خوشنودی انھیں حاصل اور وہ اللہ سے راضی، رشد و ہدایت کے وہ مہر و ماہ ہیں، فلاح و کامرانی کا تاج ان کے سر پر ہے، ان کی اتباع کرنے والا جنت کا مستحق، دراصل ان کی ذات قدسی صفات کو حق و باطل کا معیار قرار دیا گیا، دسیوں آیات ان کے اس مقام بلند کی شہادت دے رہی ہیں۔ یہاں چند آیات پیش کی جا رہی ہیں۔

۱- وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الثَّوْرُ الْعَظِيمُ۔
(سورہ توبہ)

ترجمہ: اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیت جمیع مہاجرین و انصار کے ایمان، اعمال صالحہ کی قبولیت و فضیلت اور عدالت پر تو نص ہے ہی، اس کے علاوہ تمام مہاجرین و انصار کے متبوع و مقتدی ہونے کی حیثیت بھی بتاتی ہے، کیونکہ جو لوگ اعمال حسنہ میں ان کی پیروی کریں گے تو وہ بھی جنات النعیم میں ابدیت اور فوز عظیم سے ہم کنار ہوں گے۔

۲- هُوَ أَحْسَنُكُمْ وَمَا خَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
(سورہ الحج)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے تم کو جن لیا اور اس نے تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں پیدا کی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، انہوں نے تمہارا نام مسلمان پہلے سے رکھا اور یہ نام اس قرآن میں بھی ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ خداوند قدوس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے رسول کی صحبت و معیت کے لئے خود چنا تھا اب ان کا مقام اللہ تعالیٰ کے یہاں کس درجہ عظیم اور بلند ہوگا، ان کے اس مقام بلند کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

۳۔ لِكِبِ الرُّسُولِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا نَأْمُوا إِلَيْهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (سورہ توبہ)

ترجمہ :- لیکن رسول اور جو ایمان لانے والے ان کے ساتھ میں کوشش کرتے ہیں جان و مال سے اللہ کے راستے میں انہی کے لئے ہیں بھلائیاں اور انہی کے لئے ہے فلاح و کامرانی۔

آیت کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کے زمانے کے سارے مؤمنین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ کوشش کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا ان کو بھلائیوں اور کامرانی کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔

۴۔ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلْ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ (سورہ آلہ مد)

ترجمہ :- جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ ان سے اونچے درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ فتح مکہ سے قبل جو لوگ ایمان لا چکے تھے اور

جنہوں نے دین کیلئے جان و مال قربان کیا تھا وہ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے افضل و اعلیٰ ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بلا تخصیص جنت کا وعدہ سارے اصحاب رسول ﷺ سے کیا ہے خواہ وہ فتح مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پالی پٹی اس آیت کے تحت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

فانه صريح في أن جميع الصحابة أولهم وآخرهم وعلهم الله الحسنی
يعنى المحنة۔

ترجمہ:- یعنی یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے کہ سارے صحابہ

پہلے کے ہوں یا بعد کے سب سے اللہ نے حسنی یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

۵- وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَنَعْتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْمُسْوَاقَ وَالْبَعْضِيَّ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَصَلِّ عَلَى اللَّهِ وَبِعَمَّةٍ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

(سورۃ الحجرات)

ترجمہ:- اور جان لو کہ تم میں خدا کے پیغمبر ہیں اگر بہت سی باتوں میں

تمہارا کہنا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا

اور اس کو تمہارا۔ دلوں میں سجا دیا اور کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی

لوگ راہ ہدایت پر ہیں یعنی خدا کے فضل اور احسان سے، اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے

والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔

صحابہ کرام کی صلابت ایمان اور عیوب سے پاک دامن پر یہ ایک جامع آیت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دل میں چھوٹے بڑے ہر طرح کے گناہ کا تصور تک ناپسندیدہ بنا دیا تھا، اس سے صحابہ کرامؓ کا غایت درجے کا متقی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۶- كُنتُمْ حَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(سورہ آل عمران)

ترجمہ:- تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی

ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمائی ہے کہ اس آیت کے اصل مصداق صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور باقی امت میں سے وہ لوگ آیت کے مصداق ہیں جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہوں گے۔

قال عمر بن الخطاب لو شاء الله لقال: انتم۔ فكاكلنا ولو لكن قال
كنتم خاصة في أصحاب محمد ﷺ ومن صنع مثل صنيعهم
كانوا عيرامة اعترجت للناس۔ (۱)

ترجمہ:- فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ”انتم“ فرماتے، اس صورت میں پوری امت قیامت تک مصداق ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ نے ”کنتم“ فرمایا ہے۔ پس یہ آیت مخصوص ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اور باقی امت میں سے جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں گے جو لوگوں کو ذمہ دہ رسانی کیلئے وجود میں لائی گئی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق آیت کریمہ میں اگر غور کیا جائے تو اس سے صحابہ کرام کا ایک خصوصی امتیاز ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے ”اس جماعت کی خیریت اور افضلیت“ اور یہ افضلیت بھی نفع رسانی کے لحاظ سے ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا ہے جس سے تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور شریعت حقہ کی تشریح کے سلسلے میں ان کی امامت و پیشوائی ثابت ہوتی ہے کہ وہ دین کے علم بردار ہو کر دنیا میں پہونچے اور دین کے مخفی گوشوں کو انہوں نے سمجھایا اور اس کو حجت شرعیہ مانا گیا اور ظاہریات ہے کہ جب تک وہ خود معروقات پر کامل طریقے سے عامل اور ہر طرح کے منہیات سے پوری طرح سے بچنے والے نہ ہوتے تو ان کا ذکر قرآن میں اس شان اور اس صفت کے ساتھ مقام مدح میں نہ کیا جاتا۔

۷۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ مَسِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّوْا وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَنَسَاءُ ثَمَّصِيرًا (سورہ النساء)

ترجمہ :- اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر (ﷺ) کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستہ چلے تو جدھر وہ چلتا ہے

ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہنم کی وعید دو باتوں کے مجموعے پر سنائی گئی ہے، مخالفت رسول پر اور مخالفت سبیل المؤمنین پر، اور مؤمنین کی سب سے پہلی اور افضل جماعت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی جماعت ہے لہذا صحابہ عظام ہی اس آیت کے مصداق اولیں اور فرد کامل ہوں گے، نیز مذکورہ آیت سے اتباع صحابہ ویسی ہی ضروری ثابت ہوتی ہے جیسی رسول (ﷺ) کی پیروی، اور صحابہ کا مقام بلند بھی اس سے خوب واضح ہو رہا ہے۔

۸- لَقَدْ ثَابَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (سورہ توبہ)

ترجمہ :- تحقیق کہ اللہ متوجہ ہوا نبی (ﷺ) پر اور مہاجرین و انصار پر

اور ان لوگوں پر جنہوں نے تنگی کے موقع پر نبی کریم کی اتباع کی۔

آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) خواہ وہ مہاجرین و انصار ہوں یا غزوہ تبوک میں شریک ہونے والے ہوں، سب مغفور لہم ہیں یعنی اللہ نے ان کی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے۔

۹- فَإِنْ آمَنُوا ابِئْتَلُوا مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ أُخْتَدُوا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ (سورہ البقرہ)

ترجمہ :- پھر اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم

ایمان لے آئے ہو تو وہ ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا عظیم مقام اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ایمان کو

دوسروں کے ایمان اور ہدایت کے لئے معیار قرار دیا

۱۰- وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔
(سورۃ الحشر)

ترجمہ :- اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے

پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کی طرف سے کوئی بغض نہ پیدا کرنا، اے ہمارے پروردگار آپ نرمی کرنے والے رحم فرمانے والے ہیں۔

یہ آیت اس بات کو متضمن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا واجب ہے اور ان کے بارے میں کلمات خیر کہنا عین ایمان کا تقاضا ہے امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

بین أن من شأن من جاء بعد المهاجرين والانصار أن يذكروا السابقين هم المهاجرون والانصار بالدعاء والرحمة فمن لم يكن كذلك بل ذكرهم بالسوء كان خارجاً من جملة أقسام المؤمنين بص هذه الآية (۱)

ترجمہ :- اللہ نے بتلادیا کہ مہاجرین و انصار سے بعد میں آنے والوں کا یہ وظیفہ ہے کہ وہ سابقین یعنی مہاجرین و انصار کو دعا و رحمت کے ساتھ یاد کریں اور جو ایسا نہیں ہے اور اس نے ان کا ذکر برائی سے کیا تو وہ اس آیت کی رو سے اہل ایمان کی ہر قسم سے خارج ہو گیا۔

خلاصہ آیات

ان آیات مبارکہ میں صحابہ کا مقام رفیع واضح ہے کہ یہ متبوع و مقتدی ہیں، انہیں کامرانی کا مژدہ سنایا گیا ہے، ان مقدس شخصیتوں کی اتباع کرنے والے بھی فوز عظیم سے ہمکنار ہوں گے، نیز اپنے محبوب کی رفاقت کے لئے مولائے کریم نے ان حضرات

کا خود انتخاب فرمایا، خداوند تعالیٰ نے بلا تخصیص سارے اصحاب سے جنت کا وعدہ فرمایا، ان شخصیات کے دل میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ کا تصور تک اللہ نے ناپسندیدہ بنا دیا تھا، انہیں بہترین جماعت کا خطاب دیا گیا، اس مقدس گروہ کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی کیونکہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان و سرور کے ایمان و ہدایت کیلئے معیار اور سوئی قرار دیا گیا ہے، یہ ہے صحابہ کرام کا مقام بلند، اسی لئے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو ہدایت دینی کی کہ وہ ان پاک باز شخصیتوں کا ذکر مبارک خیر سے کریں، مغفرت کی دعا کریں، ان کے متعلق کینہ پست اور بدظنی سے دور رہیں۔

یہ ہے خلاصہ ان پیش کردہ آیات مبارکہ کا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کی روشنی میں

درس گاہ نبوت کی فیض یافتہ مقدس شخصیتوں کے بارے میں ارشادات ربانی کا آپ نے مطالعہ کر لیا، ذیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات درج کئے جا رہے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسالت مآب سنبھیم کی نظر میں ان کی کیا حیثیت تھی، ملاحظہ ہو۔

۱- عن عبد اللہ رضى اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر أمتی القرن الدین یلوسی ثم الذین یلونہم ثم البذین یلونہم ثم یحیی قوم تسبق شہادۃ أحدہم یمیہ و یمیہ شہادۃ - (۱)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا سب سے بہتر طبقہ وہ ہے، جو میرے ساتھ ہے (یعنی صحابہ کرام) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تابعین) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تبع تابعین) پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی مانگنے سے پہلے واقع ہوگی (یعنی بلا وجہ قسم کھائیں گے اور جھوٹ بولیں گے)

مذکور الصدر روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ مکمل خیر و برکت کا زمانہ تھا، قسم کھانے میں بے باکی نہیں تھی، جھوٹ وغیرہ کا شائبہ نہیں تھا، یہ

امراض بعد کے لوگوں میں پیدا ہوئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۲- لَا تَمْسُ النَّارُ مُسْلِمًا رَانِي أَوْ رَايَ مِ رَانِي۔ (۱)

ترجمہ :- آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھایا

میرے دیکھنے والوں (صحابہ کرام) کو دیکھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیدار سے شرف ہونے والے مسلمانوں کو جہنم سے خلاصی کی خوشخبری دے رہے ہیں، کس قدر عظیم سعادت ہے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہم منقبت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے،

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

۳- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَخَذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ

بَعْدِي مِمَّنْ أَحَبَّهُمْ فَحَبِي أَحَبَّهُمْ وَمِنْ نَعَضَهُمْ فَبِغْضِي ابْغَضَهُمْ وَمِنْ أَذَاهُمْ

فَقَدْ أَذَانِي وَمِنْ أَدَانِي فَقَدْ أَذَى اللَّهِ وَمِنْ أَدَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔ (۲)

ترجمہ :- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے

میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت

کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض

رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس نے انہیں

تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی

اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جو اللہ کو تکلیف پہنچائے گا تو قریب ہے کہ

اللہ اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو نشانہ طعن و ملامت بنانا حرام ہے ان

سے محبت رکھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بغض رکھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بغض رکھنا ہے اور ان کو ایذا پہنچانے والا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا ہے۔

۴- عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا أحداً من أصحابی فإن أحدکم لو أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصیغہ۔ (۱)

ترجمہ :- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ثواب میں صحابہ کے ایک بلکہ آدھ مند جو کے خرچ کے ثواب کو بھی نہ پاسکے گا۔

اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کو برائی سے یاد کرنا حرام ہے، صحابہ کرام کا مقام بعد میں آنے والوں سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، ان کا اللہ کے راستے میں تھوڑا سا خرچ کرنا بعد والوں کے سونے کے پہاڑ کی مقدار خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

۵- أصحابی كالنجوم فباينهم اقتديتم اهتديتم۔ (۲)

ترجمہ :- میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، پس جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسمان رشد و ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں، امت جس کسی کو بھی اپنا راہ نما بنائے گی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۶- وإن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلہم فی السار إلاملة واحدة، قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما أنا علیہ وأصحابی۔ (۳)

ترجمہ :- بے شک بنی اسرائیل بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت بہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جماعت کے سوا سب جہنم میں

(۱) متفق علیہ اللفظ مسلم ص ۳۱۰ ج ۲، (۲) مشکوٰۃ ص ۵۵۲، (۳) مشکوٰۃ شریف ص ۳۰

جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا، اللہ کے رسول وہ کوئی جماعت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اس راستے کی پیروی کار) جماعت ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے طریق کو بعینہ اپنے صحابہ کا طریق بتلایا ہے یعنی ان کی راہ چلنا میری راہ چلنا ہے اور ان کی پیروی میری پیروی ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

۷- سألت ربي عن اختلاف أصحابي من بعدى فأوحى إليّ يا محمد إن أصحابك عندى بمنزلة السجوم فى السماء بعضها أقوى من بعض ولكل نور فمن أخذ بشئ مما هم عليه من اختلافهم فهو عندى على هدى (۱)

ترجمہ :- میں نے اپنے پروردگار سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف

کے متعلق دریافت کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ اے محمد تمہارے سارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، روشنی میں اگرچہ کم و بیش ہیں مگر نور ہدایت ہر ایک میں ہے، پس جس نے صحابہ کے مابین مختلف فیہ مسائل میں سے جس کو بھی اختیار کر لیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

یعنی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات کا تعلق حق سے ہے اس لئے ان میں سے کسی کی بھی اتباع باعث ہدایت ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا،

۸- عليكم بستی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ۔ (۲)

ترجمہ :- اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ

خلفاء راشدین (ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم) کی سنن کی پیروی کرو، ان کو خوب تمام لو بلکہ ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ خلفاء راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۵۳ (۲) مشکوٰۃ ص ۳۰ رواہ ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ و التسانی

حجت ہے اور ان کی سنت اختیار کرنا ضروری ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

۹- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شرکم (۱)

ترجمہ :- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہہ رہے ہیں تو کہو اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے۔
یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو برا بھلا کہے اس پر لعنت بھیج کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

۱۰- أصحابي في امتي لا يصلح في الطعام لا يصلح الطعام إلا بالملح (۲)
ترجمہ :- میری امت میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا درجہ کھانے میں نمک کی طرح ہے نمک ہی سے کھانا درست رہتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا، اگر ان سے صرف نظر کر لیا جائے تو اس امت کی اصل خوبی ختم ہو جائے گی، بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گرامی ارشادات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام بلند واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے خاص کر اس ذات گرامی نے ان کے مقام بلند اور عظمت کی تعیین کی جس کی خصوصی تربیت میں یہ پروان چڑھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بزبان صحابہ عظام رضی اللہ عنہم

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَثَهُ
بِرِسَالَتِهِ وَانْتَخَبَهُ بَعْلَمَهُ ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَاخْتَارَ اللَّهَ لَهُ أَصْحَابًا
فَجَعَلَهُمْ أَنْصَارَ دِينِهِ وَوُزَرَائِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَارَادَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا
فَهُوَ عَدَالَةُ حَسَنٌ وَمَارَاهُ الْمُؤْمِنُونَ قَبِيحًا فَهُوَ عَدَالَةُ قَبِيحٌ۔ (۱)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی پس اللہ نے حضرت محمد
مصطفیٰ بھیجے کو جن لیا اور آپ کو اپنا پیغام :- کہ بھیجا اور آپ کو خوب جان کر
منتخب فرمایا، پھر آپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب پر دوبارہ نگاہ ڈالی پس
اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ ساتھی جن لئے جن کو اللہ نے اپنے
دین کا مددگار بنایا ہے۔ لہذا جس چیز کو مؤمنین کا ملین اچھا سمجھیں تو وہ عند اللہ بھی
اچھی ہے اور جس چیز کو یہ مؤمنین برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔

اس قول سے جہاں صحابہ کرام کا پاکیزہ ہونا معلوم ہوا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ
معیار حق ہیں اگر وہ کسی شے کو اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے یہاں حسن اور جس کو برا جانیں وہ
اللہ تعالیٰ کے یہاں بری قرار پائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

مَنْ كَانَ مُسْتَأْنَفًا فَلَيْسَتْ بَيْنَهُ قَدَمَاتٌ، أَوْلَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبْرَهَاقْدَرًا وَأَعَمَّتْهَا عِلْمًا وَأَقْلَبَتْهَا كَلْفًا، قَوْمٌ
اِحْتَارَهُمُ اللَّهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقَلَ دِينَهُ فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ
وَطَرَائِفِهِمْ فَهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ نَوَا عَلَى الْيَهْدَى
الْمُسْتَقِيمِ وَاللَّهُ رَبُّ الْكَعْبَةِ۔ (۲)

ترجمہ:- جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو ان لوگوں کی پیروی کرنی

چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، یہ صحابہ کرام ہیں جو اس امت کا بہترین حصہ ہیں،
امت میں سب سے زیادہ نیک دل ہیں، علم میں سب سے زیادہ گہرائی رکھتے ہیں

اور امت میں سب سے زیادہ بے تکلف ہیں، یہ ایسے حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور ان کے دین کی تبلیغ کے لئے جن لیا ہے، پس آپ حضرات ان کے اخلاق اور ان کے طریقوں کو اپنائیں کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، کعبہ کے پروردگار کی قسم وہ حضرات صراطِ مستقیم پر تھے۔

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اس میں ”من كان مستأفليس من قد مات“ کے بعد اتنا اضافہ بھی ہے ”فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة“ (کہ کوئی بھی زندہ ہونے سے محفوظ نہیں ہے) (۱)

مگر اس ضابطے سے صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ مستثنیٰ ہیں، ان کی پیروی ان کی زندگی میں بھی لازم تھی کیونکہ وہ حق کے لئے معیار ہیں بہر حال مذکورہ ارشاد گرامی میں بھی حضرات صحابہ کرام کے اخلاق اور ان کے طریقوں کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے صحابہ ہیں پھر قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ حضرات صحابہ کرام صراطِ مستقیم پر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -

ولا تسوا الصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فلمقام أحد هم ساعة
يعنى مع السى صلى الله عليه وسلم حير من عمل أحدكم أربعين سنة (۲)

ترجمہ:- تم محمد ﷺ کے ساتھیوں کو برا بھلا نہ کہو، اس میں سے کسی کا
آ حضور ﷺ کے ساتھ کچھ دیر ہوتا تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔

صحابہ کرام کے مقام بلند کا ذرا اندازہ لگائیے کہ رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت اور صحابیت کے شرف نے ان کے مقام کو کتنا بلند کر دیا تھا، کہ جس نے ان کے عمل کو ثریا پر پہونچا دیا کہاں ایک عام امتی اور کہاں صحابہ کرام؟

- چہ نسبت خاک را بعالم پاک -

غیر مقلدین ... تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق غیر مقلدین کا عجیب معاملہ ہے کہ وہ ان شخصیات کا احترام نہیں کرتے اور نہ انہیں وہ مقام دیتے ہیں جو کتاب اللہ نے ان کو بخشا اور تاج عظمت سے سرفراز فرمایا، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ان تربیت یافتہ اور فیض حاصل کرنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو اوصاف بیان فرمائے اور ان کی عظمت کی نشان دہی فرمائی، کہ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے، واقعہ وہ شمع نبوت کے پروانے اور ہدایت کے ستارے ہیں، مگر غیر مقلدین کو پیارے آقا ﷺ کی ان باتوں پر گویا اعتماد نہیں اس لئے وہ صحابہ کے اقوال کا اعتبار نہیں کرتے، جبکہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں، حالانکہ صحابہ ہی مدار سند ہیں، ان ہی سے قرآن و سنت دوسروں تک پہنچے مزید براں وہ اہل صحابہ کو تنقیص و تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، ان کی عدالت و پاکبازی کو داغدار کرتے ہیں، بعض صحابہ کرام کی خطا، اجتہادی، کو لیکر خوب اچھالتے ہیں، آگے ہم ان کا چہرہ ان ہی کے آئینے میں دکھائیں گے، اس تفصیل سے پہلے صحابہ کرام کی عدالت و پاکبازی کو ہم سامنے رکھتے ہیں، اور بد باطن لوگوں کی طرف سے ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہیں:-

صحابہ کی پاک بازی و عدالت

پوری امت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب پاک باز اور عادل ہیں، صحابہ کی عدالت و ثقاہت پر قطعی دلائل موجود ہیں بلا چون و چرا ان کو عادل تسلیم کرنا ضروری ہے، راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق تو چھان بین ہوگی مگر صحابہ کی عدالت میں تفتیش نہیں ہوگی، صحابہ کی عدالت دیگر عام رواۃ کی طرح نہیں ہے، اور صرف روایت حدیث ہی میں نہیں بلکہ دوسرے معاملات زندگی میں بھی وہ عدالت کی صفت سے متصف ہیں، فسق کی صفت سے متصف نہیں ہو سکتے اگر ان کی عدالت مجروح ہو تو پھر اعتماد کامل کیسے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ صحابہ کرام دین کے ستون ہیں، اس لئے ان پر جرح و تعدیل نہیں ہوگی علامہ ابن اثیر جزری کا فرمان ہے:-

الصحابۃ یشار کون سائر الرواۃ فی جمیع ذلك إلا فی الحرج والتعذیل
فإنهم کلهم عدول لا یطرق إلیهم الحرج لأن الله عز وجل ورسوله زکیّاهم
وعذّ لاهم وذلك مشہور لا یحتاج لذكره۔ (۱)

ترجمہ :- صحابہ کرام سب امور میں عام رواۃ کی صفات (حفظ و اتقان
وغیرہ) میں شریک ہیں مگر جرح و تعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہی
ہیں ان پر جرح کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو پاک
صاف اور عادل قرار دیا ہے اور یہ مشہور چیز ہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلاف و معرکوں کو لے کر کہ جن کو مشاجرات صحابہ کہا جاتا
ہے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ ان اختلافات میں کوئی ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا خطا پر تو
دونوں فریق کی یکساں تعظیم و احترام کس طرح برقرار رہے؟ بلکہ جو خطا پر ہے اس کی
تنقیص ایک لازمی چیز ہے! مگر ایسا نہیں ہے بلکہ باجماع امت ان حضرات صحابہؓ کے
اختلاف کو اجتہادی اختلاف قرار دیا جائے گا اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے
کہ مشاجرات صحابہؓ کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائیگی تاکہ امت مسلمہ ان
قدسی صفات حضرات صحابہؓ کرامؓ کے بارے میں شکوک و شبہات سے محفوظ رہے اور جو
روایات قابل تاویل نہ ہوں ان کو مردود سمجھا جائے گا کیونکہ صحابہؓ کا تقدس نصوص قدسیہ
سے ثابت ہے، ان کے مقابلے میں متعصبانہ افتراء پر دازی اور تنقید و تنقیص والی روایات
مردود ہوں گی چنانچہ حافظ تقی الدین ابن دقین العید اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں۔

وما نقل فیما شحر بینہم واحتلنوا فیہ فمہ ماہو باطل و کذب
ولا یلتمت إلیہ وما کان صحیحاً أو لساہ تاویلاً حسناً لأن التواء علیہم من اللہ
سانق و ما نقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل و المشکوک و الموهوم
لا یبطل المتحقق و المعلوم هذا۔ (۲)

(۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہؓ ج ۳ ص ۱۔ (۲) بحوالہ عدالت صحابہؓ ص ۳۱، ۳۲۔

ترجمہ :- صحابہ کرام کے جو آپسی اختلافات منقول ہیں ان کا ایک حصہ بالکل باطل اور جھوٹ ہے جو قابل توجہ ہی نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی ہم بہتر تادیل ہی کریں گے کیونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان کی تعریف مقدم ہے اور بعد کا منقول کلام قابل تادیل ہے، مشکوک اور موبہوم چیزیں یقینی اور ثابت شدہ شئی کو باطل نہیں کر سکتیں یہ عقیدہ محفوظ کر لو۔

مجتہد خطا کی صورت میں بھی مستحق اجر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وإذا حكمم فاجتهد ثم أخطأ فله اجر (۱)

ترجمہ :- اور جب فیصلہ کرنے اور اجتہاد کرنے میں اس سے غلطی سرزد ہو تو بھی وہ ثواب و اجر کا مستحق ہے۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے اب کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔

مشاجرات صحابہؓ سے متعلق حسن بصریؒ کا فرمان

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ”یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہؓ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں، اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں“ حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصریؒ نے فرمائی، ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جن چیزوں میں دخل دیا، ان سے وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے، لہذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اسکی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں، ہمیں یقین ہے

کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا، اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی، اس لئے کہ دین کے معاملے میں وہ سب حضرات شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ (۱)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض کج فہموں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام معصوم نہیں ہیں ان سے کبیرہ صغیرہ گناہ کا صدور ہو سکتا ہے اور بعض سے ہوا بھی ہے تو ان سب کو پاک باز اور عادل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ جمہور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صحابہ کرام سے اگرچہ کوئی بڑا گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے اور ایک دو سے ہوا بھی ہے مگر صحابہ میں اور عام افراد امت میں ایک فرق ہے کہ گناہ کبیرہ وغیرہ سے سقوط عدالت کی تلافی تو بہ سے ہو سکتی ہے اور تو بہ کے سلسلے میں صحابہ کرام کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے جیسا کہ ان حضرات کے حالات جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ گناہ سے کتنے ڈرتے اور بچتے تھے، اور کبھی کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اسکی تو بہ صرف زبانی کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کوئی اپنے آپ کو بڑی سے بڑی سزا کے لئے پیش کر دیتا، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا، جب تک قبول تو بہ کا اطمینان نہیں ہو جاتا اس کو صبر نہیں آتا، قرآن کریم نے اس سلسلے میں عام اعلان کر دیا اور تمام صحابہ کرام کو یہ مژدہ سنا دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ خدا سے راضی۔

اسی طرح کی عام معافی کا اعلان دیکھ کر اکا۔ امت نے فرمایا: کہ صحابہ کرام معصوم نہ سہی لیکن گناہوں سے محفوظ ہیں، دراصل وحی الہی کی نگرانی میں تربیت کے باعث ان کے دل بجلی ہو گئے تھے، کہ ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تھا اور اس صفائی قلب کے باعث دو چار افراد سے گناہ کا صدور ہوا بھی تو فوراً تو بہ کر لی اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے، اور یہ بھی شاذ و نادر ہوا ہے اور نادر پر کوئی حکم نہیں لگتا، نہ انکی محفوظیت و عدالت میں فرق آتا ہے، اور نہ ان کو گناہ گار کہنا جائز ہے۔

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی سورہ حجرات ص ۳۲۲ ج ۱۶

لہذا! حضرت ماعز اسلمیؓ اور قبیلہ عامد کی خاتون کے فعل کو لیکر اعتراض کرنا غلط ہے، یہ حضرات ایسی سچی توبہ کر کے رخصت ہوئے کہ پوری دنیا کی توبہ ان کے سامنے ہیچ ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کے متعلق فرمایا:

استعصروا الماعر بن مالک لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لو سبغتھم (۱)
یعنی تم ماعز بن مالک کے لئے بخشش کی دعا کرو اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر سب امت پر اسکو تقسیم کیا جائے تو ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے۔
نیز قبیلہ عامد کی خاتون کے متعلق فرمایا:

لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفرله ثم امر بنها فوصلی علیہا (۲)
یعنی اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر وہ توبہ ظلم سے ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو وہ بخشا جاتا، پھر آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی نماز جنازہ پڑھی، پھر اسے دفن کر دیا گیا۔

سبحان اللہ ان حضرات کی مقبولیت کا اندازہ لگائے کہ کیسا مژدہ جانفزا سنایا۔
مگر کور چشموں کو نظر نہیں آتا۔

آگے غیر مقلدین کا موقف ملاحظہ ہو:

صحابہ کرام اور غیر مقلدین کا موقف

پوری امت مسلمہ جانتی ہے کہ قرآن پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور صحابہ کرام اس کے ترجمان ہیں، ان پر اعتماد قرآن میں اور نبی امینؐ پر اعتماد ہے، یہ دین کے ستون ہیں اگر ان شخصیات کی حیثیت کو مضبوط نہ مانا جائے اور ان کا اعتبار نہ کیا جائے تو دین کا قلعہ سارا ہی مسمار ہو جائیگا، لہذا علماء حق نے ان کو وہی مقام دیا جو قرآن پاک اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا: اور اسی عظمت شان اور مقام بلند کی وجہ سے ان کی حجیت اور ان کی مقتداست علماء امت نے تسلیم کی، اور ان کے فرائین کو خاص

حیثیت دی نیز انکی انفرادی آراء کو بھی بہت اہمیت دی گئی مگر امت میں کچھ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو تقلید سے آزاد کہتے ہیں انہوں نے ان کے مقام بلند کو نہیں سمجھا اور عدم تقلید کا نعرہ لگا کر امت مسلمہ کو آزادی کی راہ لگا دیا، بہت سے لوگ ان کے جھانے میں آ گئے اور اپنے ان علماء کی اندھی تقلید میں ان شخصیات قدسی صفات کو اہمیت نہ دے کر قلعة دین کو مسمار کرنے کی کوشش کی، اس تقلید کے قلا دے کو اتارنے کے باعث راہ ہدایت سے بہت دور چلے گئے، اب ان غیر مقلدین میں کا عامی جاہل بھی یہی کہتا ہے کہ میں حدیث رسول کو مانوں گا صحابی کے قول و فعل کو نہیں اور ان غیر مقلدین کے پیشواؤں نے صحابہ کرام کی عظمت و عقیدت کو ذہنوں سے نکال دیا اور یہ عقیدہ بنا کر پیش کیا کہ صحابی کا قول و فعل قابل عمل و قابل حجت اور لائق استدلال نہیں، اس کے نتائج کس قدر بھیانک ہیں؟ معمولی عقل سلیم رکھنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی آراء کو نہ ماننے سے آدمی اپنے اسلام کو سلام کر بیٹھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری قرار دیا، جمعہ کی پہلی اذان جو حضرت عثمان کے حکم سے جاری ہوئی اسے بدعت عثمانی قرار دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین نقل کیا تو ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ صحابہ کرام کے اجتہادات، فتاویٰ اور تفاسیر کو ناقابل اعتماد ٹھرایا، بعض غیر مقلدین نے بعض جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف بغض و نفرت کا وہ اظہار کیا کہ الامان والحفیظ

”تفصیل ملاحظہ ہو!

غیر مقلدین کے یہاں صحابی کا قول و فعل حجت نہیں

میاں نذیر حسین کی رائے

غیر مقلدین کے خاتم الحمد ثین اور شیخ الكل فی الكل میاں نذیر صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔

اگر تسلیم کر دے شود کہ سند اس فتویٰ صحیح است تاہم از واجتہاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست۔ (۱)

یعنی اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں ہے، اس وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

ان ہی میاں نذیر صاحب نے افعال صحابہؓ کی حجت کا بھی انکار کیا ہے، فرماتے ہیں:

افعال الصحابة رضی اللہ عنہم لا تنهض للاحتجاج بہا (۲)

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہو سکتی۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب کی رائے

نواب صدیق حسن خاں صاحب علماء غیر مقلدین میں بہت معتبر مانے جاتے ہیں، بلکہ ریاست بھوپال میں آپ غیر مقلدیت کے بانی ہیں، نواب صاحب لکھتے ہیں ”ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔ (۳)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

حاصل آنکہ حجت بتفسیر صحابہ غیر قائم ست، لایسما نزد اختلاف“ (۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کی (قرآن کی) تفسیر سے دلیل قائم نہیں ہوتی،

خصوصاً اختلاف کے موقع پر“

نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”علامہ شوکانی در مؤلفات خود ہزار باری نوید کہ در موقوفات صحابہ حجت

نہست (۵)

علامہ شوکانیؒ اپنی تالیفات میں ہزار مرتبہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کے موقوفات

(۱) فتاویٰ نذیریہ ص ۳۴۰ ج ۱۔ (۲) فتاویٰ نذیریہ ص ۱۹۶ ج ۱۔ (۳) ترجمان دہلیہ ص ۲۰۔

(۴) بدور الابلہ ص ۱۳۹ (۵) (۵) دلیل الطالب ص ۶۱

(اقوال) میں حجت نہیں ہے۔

نواب نور الحسن صاحب کا قول:

آپ نواب صدیق حسن خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں، عقائد و اعمال میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے، آپ نے بھی اقوال و اجتہاد صحابہ کا انکار کیا ہے، چنانچہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں:

”اصول میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں ہے“ (۱)
ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں“۔ (۲)

یہی نواب صاحب قیاس کے انکار کے ساتھ اجماع کا بھی عام انکار کر رہے ہیں، خواہ وہ صحابہ کا اجماع ہو، لہذا لکھتے ہیں: اجماع و قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔ (۳)

تبصرہ

تمام غیر مقلدین قرآن و حدیث پر عمل کی آڑ میں قیاس شرعی کا تو انکار کر رہے ہیں، اجماع امت کے بھی وہ منکر ہیں، صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور ان کے موقوفات و اقوال کو بے وقعت ٹھراتے ہیں، اور حیرت تو اس پر ہے کہ اس بارے میں خلفاء راشدین کے قول تک کو مستثنیٰ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان و عمل دونوں میں حق کی کسوٹی ”معیار و حجت“ قرار دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

فَاِنْ امْسَا بَمِثْلِ مَا امْسَمَ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَاِنْ نُوَلِّوْا فَاِباحًا مِمَّ فِى شَفَاۗفٍ -
سو اگر وہ (یہود و نصاریٰ) اسی طرح سے ایمان لے آئیں جس طرح
سے تم ایمان لائے ہو تب تو وہ ہدایت پالیں گے اور اگر وہ (اس سے) روگردانی
کریں تو وہ لوگ برسر مخالفت ہیں ہی۔

نیز دوسری آیت ہے ومن يشاقق الرسول الخ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے راستے اور عمل کو معیار بنایا گیا، اور ارشاد ہوا کہ جو ان کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا انجام کار دوزخ میں جائیگا، گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کو چھوڑ دینا خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور دخول جہنم کا سبب ہے۔

ان دونوں آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد و اعمال دونوں میں معیار حق ہیں، اور دین میں ان کا قول و فعل حجت ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان شخصیات کو معیار حق ٹھرایا ہے:

جیسا کہ حدیث: أصحابی كالنجوم الخ

اور روایت ما انا عليه وأصحابی الخ سے واضح ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال

و افعال حجت ہیں۔

تنبیہ

معلوم ہونا چاہئے کہ کسی کے حجت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہے ورنہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کتاب اللہ پر مقدم یا اس کے برابر ہو جائے گی، بلکہ حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے درجہ کے مطابق حجت ہے، جو درجہ کتاب اللہ کی نص قطعی کا ہے وہ مرفوع خبر واحد کا نہیں ہے، اور جو درجہ خبر مرفوع کا ہے وہ خبر موقوف کا نہیں۔ لہذا پہلا درجہ کتاب اللہ کا، دوسرا درجہ حدیث مرفوع اور تیسرا درجہ حدیث موقوف اور اقوال صحابہ واجماع امت کا ہے۔ اور چوتھا درجہ قیاس شرعی کا ہے یہ چاروں دلائل شرعیہ جمہور امت کو مسلم ہیں۔ غیر مقلدین صرف کتاب اللہ اور سنت کو مستدل مانتے ہیں، اس لئے وہ اہل السنۃ تو کہلا سکتے ہیں اہل السنۃ والجماعت میں شامل نہیں ہیں۔

غیر مقلدین اہل السنۃ والجماعت سے خارج

چونکہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانے والے حضرات (غیر مقلدین) اجماع امت اور اجماع صحابہ کو حجت نہیں مانتے، اس لئے وہ صرف اہل السنۃ ہیں، اور جو اجماع کو حجت مانتے ہیں یعنی جمہور وہ اہل سنت والجماعت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا اتبعوا السواد الأعظم، کہ امت کے سواد اعظم (جمہور) کی اتباع کرو، اور ایک روایت میں آپ نے ما أنا عليه وأصحابي ارشاد فرمایا، یعنی میں جس طریقہ پر ہوں اور میرے صحابہ جس روش پر ہیں وہی فرقہ ناجی ہوگا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور صحابہ کرام کے مجموعے کا نام جماعت ہے، لہذا: دونوں کی روش پر چلنے والی جماعت اہل السنۃ والجماعت کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فإن أهل السنة تنصن النص والجماعة تتضمن الإجماع فأهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والإجماع۔ (۱)

اہل السنۃ کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے لہذا: اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص و اجماع کے قبیح ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی تعریف

مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ و سنت کے ساتھ اجماع امت کو مانتے ہوں غیر مقلدین حضرات اجماع کو نہیں مانتے، ان کے ایک شیخ الحدیث، مولانا محمد صدیق صاحب نے مسلک اہل حدیث پر ایک کتاب لکھی ہے اس میں مسلک جماعت اہل حدیث کا عنوان دے کر لکھتے ہیں: الحمد للہ جماعت کا مسلک کتاب و سنت ہے (آگے لکھتے ہیں) کیونکہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطا و صواب کا احتمال ہے۔ (۱)
یہ غیر مقلدین حضرات صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو تو کیا مانتے، ان میں نقائص
و کثرے نکالتے ہیں۔

تنقیص صحابہ کرامؓ اور غیر مقلدین

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں

غیر مقلدین حضرات نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص بلکہ توہین
بھی کی..... چند نمونے ملاحظہ ہوں:

سب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور دور صحابہ میں حضرات
شیخین کو بترتیب خلافت ساری امت میں سب سے افضل شمار کیا جاتا تھا، اور اس دور
سے یہ اجماع امت چلا آ رہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابہ
کرام سے افضل ہیں مگر غیر مقلدین کے ایک مشہور اور بڑے عالم نواب وحید الزماں
صاحب کو شیخین کی افضلیت تسلیم نہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں

لا يقال إن فضل الشيخين مجمع عليه حيث جعلوه من أمارات أهل
السنة لأننا نقول دعوى الإجماع غير مسلم۔ (۲)

”یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ شیخین کی تفصیل ایک اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ

علماء نے اس کو اہل سنت و الجماعت ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا

ہے اس لئے کہ ہمیں اجماع کا دعویٰ ہی تسلیم نہیں۔“

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں!

”اس مسئلے میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ

(۱) مسلک اہل حدیث اور اس کے امتیازی مسائل ص ۱۱۔ (۲) ہدیۃ الہدی ص ۹۶ ج ۱

عند دونوں میں افضل کون ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھکو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی، نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے۔ (۱)

نواب صاحب کی اس تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت میں علماء کا کوئی بڑا اختلاف ہے جو قدیم سے چلا آ رہا ہے ایسا ہرگز نہیں، جمہور اہل سنت والجماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل ہیں جیسا کہ آگے حدیث سے معلوم ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل بہت کم لوگ ہیں اور ان کا قول شاذ کے درجہ میں ہو کر ناقابل التفات ہے اور شیخین رضی اللہ عنہما کو اکثر اہل سنت والجماعت نہیں بلکہ تمام اہل سنت والجماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل گردانتے ہیں اسی پر اجماع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اسی لئے متکلمین نے اس نظریے کو عقائد میں شامل کیا اور اہل سنت والجماعت میں سے ہونے کی نشانی قرار دیا۔ (۲)

افضلیت شیخین کے سلسلے میں غیر مقلدین کے برخلاف روایتیں ملاحظہ فرمائیں جن میں شیخین کی افضلیت خود حضور ﷺ کی حیات ہی میں ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كفافي رمن النبي صلى الله عليه وسلم لا يعدل بأبي بكر أحدا ثم عمر ثم

عثمان ثم نترك أصحاب النبي ﷺ لا نفاضل بينهم۔ (رواہ البخاری) (۳)

ہم حضور ﷺ کے زمانے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو

نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر

کسی کو نہیں سمجھتے تھے ان کے بعد ہم اصحاب رسول کے درمیان (ان حضرات کی

طرح) کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(۱) حیات وحید الزماں ص ۱۰۳ (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے ”تعارف علماء اہل حدیث از ص ۱۴۷

(۳) مشکوٰۃ ص ۵۵۵

ایک دوسری حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے!

كنا نقول ورسول الله ﷺ حتى أفضل أمة السی صلی اللہ علیہ وسلم
بعده أبو بكر ثم عثمان رضي الله عنهم۔ (رواہ ابو داؤد) (۱)
ہم رسول اللہ ﷺ کی ہی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں
پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔
نیز العقیدۃ الطحاویۃ میں ہے۔

وثبت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أولاً لأبي بكر
صديق رضى الله عنه تفضيلاً له وتقديماً على جميع الأمة
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور تمام امت پر مقدم ہونے کی
وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم اولاً خلافت ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔
۱ اور العقیدۃ الطحاویۃ کی شرح میں ہے۔

وترتيب الحظاء الراشدين رضى الله عنهم أجمعين في الفضل
كترتيبهم في الخلافة۔ (۲)
اور فضیلت میں خلفاء راشدین کے درمیان ترتیب وہی ہے جو ان کی
خلافت کے درمیان ہے۔

مگر کتنے ہی مضبوط دلائل سامنے آجائیں یہ غیر مقلدین مانتے کب ہیں!

بقول نواب وحید الزماں صنا، خطبہ میں خلفاء راشدین کا تذکرہ بدعت
نواب وحید الزماں صاحب غیر مقلدین کے اعمال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
ولا يلزمون ذكر الحلفاء ولا ذكر سلطان الوقت لكونه بدعة۔ (۳)
(اہل حدیث) خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین اور بادشاہ وقت کے ذکر کا

(۱) مشکوٰۃ ص ۵۵۵ (۲) شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص ۵۳۸ (۳) ہدیۃ المہدی ص ۱۱۰ ج ۱

التزام نہیں کرتے کیونکہ یہ بدعت ہے
موصوف مزید رقمطراز ہیں

ودكر الخلفاء فيہالم یقتل عن السلف الصالحین فترکہ اولیٰ۔ (۱)
اور خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں
ہے اس لئے اس کا چھوڑ دینا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک اہل سنت والجماعت کا
شعار ہے اور قدیم سے توارث کے ساتھ چلا آ رہا ہے، غالباً نواب صاحب، بدعت کی
حقیقت سے نا آشنا ہیں اور موصوف کو اسلاف کے اعمال کا بھی کوئی علم نہیں ہے ورنہ وہ
ہرگز ایسی بات نہ کہتے، مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک
قصبہ سامانہ (جو اطراف سرہند میں ہے) کے کسی خطیب نے خطبہ میں خلفاء راشدین کا
ذکر چھوڑ دیا تھا تو حضرت سخت برہم ہوئے اور وہاں کے سادات، قاضی صاحبان
اور علماء دین شہر کو درج ذیل خط لکھا۔

”شنیدہ شد کہ خطیب آں مقام در خطبہ عید قرباں ذکر خلفاء راشدین
را (رضی اللہ عنہم) ترک کردہ واسامی متبرکہ ایشاں راخواندہ و نیز شنیدہ شد کہ چوں
جمعے باو تعرض نمودند بہو و نسیان خود اذاعتدارنا کردہ و تہم و پیش آمدہ و گفتہ کہ چہ شد
اگر اسامی خلفاء راشدین مذکور نہ شدہ و نیز شنیدہ کہ اکابر و اہالی آں مقام دریں
باب مسالہ و زیدند و شدت و غلظت بآں خطیب بے انصاف پیش نیامدند
وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے،

ذکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین اگر چہ از شرائط خطبہ نیست
ولیکن از شعار اہل سنت است (شکر اللہ تعالیٰ عنہم) ترک نہ کند آں را بعد و تہمرد
مگر کسے کہ دلش مریض است و باطش خبیث اگر فرض کنیم کہ بتعصب و عناد ترک
نہ کردہ باشد، و عید۔ من تشبہ بقوم فهو منهم را چہ جواب خواہد گفت۔“ (۲)

(۱) نزل الامراء ص ۱۵۳ ج ۱ (۲) مکتوبات امام ربانی ص ۴۳-۴۴ ج ۲ مکتوب پانزدہم (۱۵)

معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں خطیب شہر نے عید قرباں میں خانقا، راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مبارک چھوڑ دیا ہے اور ان حضرات کے اسما مبارک کو ذکر نہیں کیا، نیز معلوم ہوا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے امام صاحب کو توجہ دلائی تو بجائے اس کے کہ فراموشی وغیرہ کا کوئی عذر کرتے نہایت سختی اور مستردانہ انداز میں جواب دیا اور کہا کہ اگر خانقا، راشدین کے نام نہیں لئے گئے تو کیا ہوا، نیز یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہاں کے حضرات نے بھی اس معاملے میں چشم پوشی اور نرمی اختیار کی ہے، سختی کے ساتھ اس خطیب بے انصاف سے باز پرس نہیں کی۔ افسوس صد افسوس۔ خانقا، راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں مگر اہل سنت والجماعت کا شعار ہے۔ (شکر اللہ تعالیٰ سبہم) خطبہ میں خانقا، راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث۔

اگر بالفرض بر بنا تعصب و عناد اسما، خلفاء، راشدین کو ترک نہیں کیا ہوتا تب بھی من تشبہ الخ (کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا) کا کیا جواب ہوگا۔

مجدد الف ثانی کے اس مکتوب گرامی سے صاف معلوم ہو گیا کہ اہل سنت والجماعت کا یہ شعار ہے اور اسلاف سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے جس کا جاری رکھنا ضروری ہے۔ اور نواب حسب کا خطبہ میں خانقا، راشدین کے ذکر کو بدعت قرار دینا اور یہ کہہ کر کہ اسلاف سے منقول نہیں۔ ترک کو ادنیٰ کہنا شیعہ ذہن کی غمازی کرتا ہے۔ (اعاذ باللہ۔ مہ)

بہت سے غیر صحابی صحابہ کرام علیہم السلام سے افضل

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقلدین کے محقق عالم اور طبقہ غیر متقدمین میں صحاح ستہ کے مترجم کی حیثیت سے معروف نواب وحید الزماں صاحب خود اجتہادی کے زعم میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ شیعوں کو بھی مات کر دیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہیں کچھ چڑ ہے کہ ان کی عظمت و افضلیت ان کو نہیں بھائی

چنانچہ رقمطراز ہیں:

فإن كثيراً من متأخري علماء هذه الأمة كانوا افضل من عوام الصحابة في العلم والمعرفة ونشر السنة ويخدموا مالا يكره عاقل . . . ولكم يمكن للأولياء وجوه أخرى من العزيلة لم تحصل للصحابة كما روى عن ابن سيرين بإسناد صحيح أن اماماً المهدي أفضل من أبي بكر وعمر۔ (۱)

اس امت کے بہت سے (صحابہ کرام کے) بعد میں آنے والے علماء عوام صحابہ سے افضل تھے علم میں، معرفت الہی میں اور سنت کے پھیلانے میں، اور یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی بھی عقل مند انکار نہیں کر سکتا (چند سطر کے بعد) لیکن یہ ممکن ہے کہ اولیاء کرام کو دوسری وجوہ سے ایسی فضیلت حاصل ہو جو صحابی کو حاصل نہ ہو جیسا کہ ابن سیرین سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمارے امام مہدی حضرت ابوبکر و عمر (شیخین رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں۔

یہ صحابہ کرام کی کس قدر سخت توہین ہے، کیا کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر عارف باللہ اور عامل بالسنہ ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلاً ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ صرف غیر مقلدین ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ ایسی بات منہ سے نکالیں، نواب صاحب یہ کہنا: کہ ابن سیرینؒ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمارے امام مہدی حضرات شیخین سے افضل ہیں۔ بھی غلط ہے کیونکہ اول تو صحیح سند سے یہ بات اہل سنت کی کتب میں ثابت ہی نہیں اور اگر شیعوں کے ہاں ثابت بھی ہو تو یہ قابل استدلال نہیں کیونکہ یہ اجماع سابق کے خلاف ہے، جب اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں افضل حضرت ابوبکر و عمر ہیں تو پھر امام مہدی جو کہ نبی نہیں ہیں وہ شیخین سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف فسق کی نسبت

نواب وحید الزماں صاحب تحریر کرتے ہیں: ومنه يعلم أن من الصحابة من

هو فاسق كالوليد ومثله يقال في حق معاوية وعمر و مغيرة وسمره۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید (بن عقبہ) اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ (بن ابی سفیان) عمرو (بن عامر) مغیرہ (بن شعبہ) اور سمرہ (بن جندب) کے حق میں (کہ وہ بھی فاسق ہیں) نعوذ باللہ۔

صحابہ کرام کی اس قدر تنقیص کہ خدا کی پناہ، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو صحابہ کرام سے بغض ہے، ان کا ایک اور تراش ملا حظہ ہو

”بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے نہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے، پھر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ رائے دی کہ علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالیں۔“ (۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:-

”ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچی کہ معاویہ برسرِ منبر حضرت علیؓ کو برا کہا کرتے تھے بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی قلم دے رکھا تھا کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیر کو برا کہیں معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں، سچی بات یہ ہے کہ معاویہؓ پر دنیا کی طمع غالب ہو گئی تھی وہ حضرت علیؓ کو اعلانِ برا کہا کرتے اور منبر پر ان پر لعنت کیا کرتے تھے اور حضرت علیؓ کو معاویہؓ کو تمام خاندان رسالت سے دشمنی تھی“ (۳)

نواب صاحب کی اس طرح کی تحریریں پڑھ کر خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحریر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کی نگاہوں پر شیعیت کا چشمہ لگا ہوا ہے کہ حضرت کی صحابیت کی پرواہ کئے بغیر اس طرح کے الزام اس عظیم شخصیت پر لگا (۱) نزل ۱۱۱ بر ص ۹۳ ج ۲ (۲) حیات وحید الزماں ص ۱۰۷، (۳) لغات الحدیث ص ۱۳ ج ۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تعارف علماء احل حدیث از ص ۱۵۰

رہے ہیں، ایسے ہی لوگوں کیلئے مناظر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

”ائمہ کو برا کہنے سے آدمی چھوٹا مرتضیٰ ہوتا ہے اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنا یہ اصل رفس ہے“ (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ برگزیدہ صحابی ہیں بلکہ کاتبین وحی میں سے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

وکتب الوحی بین ید یدہ مع الکتاب (۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطوط کی کتابت کے ساتھ وحی کی کتابت کا کام بھی انجام دیا ہے۔

اب یہ نواب صاحب صحابہ رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد کے ہوتے ہوئے اپنے اسلام کی خیر منائیں کہ کاتب وحی کو مجروح کر رہے ہیں۔

خود حضور بنی سید عالم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دعا دے رہے ہیں اللہم اجعلہ ہادیاً مہدیاً و اھدبہ۔ (۳)

اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجئے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

کہ حضور بنی سید عالم تو دعائیں اور یہ الزام لگائیں اور فسق کی نسبت کریں (نعوذ باللہ)

حضرت عائشہؓ کی طرف ارتداد کی نسبت

غیر مقلدین کے جد امجد مولوی عبدالحق بناری نے حضرت عائشہؓ کے سلسلے میں کس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے ملاحظہ ہو۔

قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی تلمیذ و خلیفہ حضرت شاہ اسحاق صاحب لکھتے ہیں۔

”مولوی عبدالحق بناری نے ہزار ہا آدمی کو ٹل بالحدیث کے پردے میں

قید مذہب سے نکالا اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ

(۱) تنقید التبیان ص ۱۰، (۲) البدایہ والنہایہ ص ۱۱ ج ۸ (۳) ترمذی شریف ص ۲۲۳ ج ۲

حضرت علیؑ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور
صحابہ کو پانچ پانچ حدیں یاد تھیں ہم کو سب کی حدیں یاد ہیں، صحابہ سے
ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کو علم کم تھا۔ (۱)

اس طرح کی تنقیص کرنے والے کے لئے محدث جلیل حضرت ابو زرہ رازیؓ کا
فرمان پیش کر دینا کافی ہے جو بڑی شان کے عالم تھے وہ فرماتے ہیں۔

اذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم فاعلم أنه زنديق وذلك أن الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق
وإنما روي إلينا ذلك كله الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا
ليطلوا الكتاب والسنة والجرح بينهم أولي وهم زنادقة۔ (۲)

جب کسی کو دیکھو کہ وہ کسی بھی صحابی رسول ﷺ کا نقص بیان کر رہا ہے تو
سمجھ لو کہ وہ زندقہ ہے اور یہ اس لئے کہ رسول حق ہے، قرآن حق ہے اور جو
قرآن کی تعلیم و شریعت لے کر آیا ہے وہ حق ہے اور ان سب کو ہم تک پہنچانے
والے صحابہ ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے شاہدوں کو مجروح کریں تاکہ اس
طرح وہ کتاب و سنت کو باطل کریں، یہی لوگ مجروح قرار پانے کے قابل ہیں
اور یہی زندقہ ہیں۔

خود آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہہ
رہے ہیں تو کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے“ (۳)
یعنی برا بھلا کہنے والے پر خدا تعالیٰ لعنت کرے

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین

حضرت علیؑ جو خلفاء راشدین میں سے ہیں، داماد رسول ﷺ ہیں جن کی
فضیلت کی شہادت خود صاحب شریعت نے دنی مگر فرقہ غیر مقلدین کے بے نظیر

عالم اور ان کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خصوصی پر خاش ہے اُن کا ارشاد ملاحظہ ہو

”جہالت، ضد، ہٹ دھرمی، نسلی عصبیت کا کوئی علاج نہیں، اپنے خود ساختہ نظریات سے چپے رہنے یا مزمومہ تخیلات کو سینے سے لگائے رکھنے کا ذریعہ ناممکن ہے مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت کے متعلق قرآنی آیات، حضور صادق و مصدق کے ارشادات کی روشنی میں حقائق گزشتہ صفحات میں بیان کئے جا چکے ہیں ان کی موجودگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنا صریحاً دینی بددیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابک دستی سے آنجناب کی نام نہاد خلافت کو خلافتِ حقہ ثابت کرنے کے لئے دنیا و سبائیت سے درآمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے اس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق یا واسطہ نہیں“ (۱)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اسی طرح اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور دقار ملتا مگر سیدنا علیؑ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آور بنانا چاہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسافو حات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں، بلکہ کم و بیش ایک لاکھ فرزند ان توحید خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے“ (۲)

نیز آپ کی خلافت کو خلافتِ راشدہ اور خلافتِ حقہ ماننے والے حضرات کے متعلق یوں لب کشائی کرتے ہیں کہ۔

”اب ان تصریحات کی موجودگی میں بھی کوئی رفض سے مرعوب یا متاثر مولوی سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظریے سے رجوع نہیں کرتا تو ہم اسے اگر تقیہ کا

مولوی بھی نہ کہہ سکیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی ہے“ (۱)

مزید نشتر زنی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”ہمیں اس مقام پر یہاں مکرر یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت نہ تو قرآنی معیار پر پوری اترتی دکھائی دیتی ہے نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے آپ کی خلافت کے متعلق کوئی اشارہ فرمایا بلکہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ولا اراکم فاعلمین اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ کی خلافت پر آپ کی بیعت کی تھی اور نہ محض زبانی ہی آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور نہ ہی بعد کے مؤرخوں نے آپ کی خلافت کے حق میں کوئی ثبوت پیش کیا ہے تو آج کے ان بزم خویش ”مولاناؤں“ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ سیدنا علیؑ کو خلافت راشدہ میں شمار کر کے بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تکذیب کا ارتکاب کریں، حضور صادق و مصدق کے فرمودات کو جھٹلانے کی جرأت کریں اور صحابہ کرام کے عمل کو باطل قرار دینے کا اقدام کریں“ (۲)

حکیم صاحب کے ان تراشوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی خارجی سے قلم چھین کر سیدنا علیؑ کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے، شاید حکیم صاحب کو حضرت علیؑ سے خدا واسطے کا بیر ہے دشمنان اسلام نے بھی شاید ایسی زبان استعمال نہ کی ہو، موصوف نے حضرت علیؑ کے دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صراحتاً دینی بددیانتی بتایا ہے اور نام نہاد خلافت قرار دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے مذہب کو بتانے کے لئے ایک کتاب بنام ”اہل حدیث کا مذہب“ لکھی ہے، وہ ”خلافت راشدہ“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خلافت راشدہ حق پر ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین) خلفاء راشدین تھے، ان کی اطاعت بموجب شریعت سب پر لازم تھی کیونکہ خلافت راشدہ کے معنی نیابت نبوت کے ہیں“ (۱)

ایک طرف غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اپنا مذہب سمجھ کر حضرت علیؓ کو خلفاء راشدین میں شامل فرما رہے ہیں دوسری طرف غیر مقلدین کے نام نہاد مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صاحب اپنی نوک قلم سے خلافت راشدہ کو تار تار کر رہے ہیں اور حضرت علیؓ کو خلفاء راشدین سے نکالنے کی (نعوذ باللہ) سعی نامبارک کر رہے ہیں جو خارجیت کی واضح علامت ہے حکیم صاحب کی نگاہ پر دھندلا چشمہ لگا ہوا ہے، کہ حضرت علیؓ کی خلافت انہیں قرآنی معیار پر پوری اترتی دکھائی نہیں دیتی جبکہ حضور اکرم ﷺ حضرت علیؓ کے حق میں یہ دعادے رہے ہیں کہ اے اللہ حق کو علیؓ کے ساتھ کر دے۔

چنانچہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے

عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله أبا بكر زوجي انتہ وحملي إلى دار النجدة وأعتق بلاءاً من ماله، رحم الله عمر يقول الحق وإن كان مُراً تركه الحق وماله صديق رحم الله عثمان تستحيه الملكة رحم الله علياً اللهم أدر الحق معه حيث دار۔ (۲)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خداوند تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنے بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا اور اپنے اونٹ پر سوار کر کے مجھ کو دار ہجرت (مدینہ) لے آیا اور اپنے مال سے بایں کو آزاد کیا اور خداوند تعالیٰ عمرؓ پر رحم فرمائے جو حق بات کہتا ہے اگرچہ وہ تلخ ہوتی ہے حق گوئی نے اس کو اس حال پر پہنچا دیا کہ اس کا کوئی دوست نہیں اور خداوند تعالیٰ

عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ علیٰ پر رحم فرمائے، اے اللہ حق کو علی کے ساتھ کر دے جدھر علی رضی اللہ عنہ رہا دھڑی حق رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر صحابہ میں ہے، عشرۃ مبشرہ میں شامل ہیں اور ادنیٰ صحابی بھی امت کے بڑے سے بڑے ولی سے افضل ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

”کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، اولیں قرنیٰ اپنی تمام تر بلندی شان کے باوجود چونکہ آنحضرت ﷺ کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو بھی نہ پہنچ سکے، کسی شخص نے عبد اللہ بن مبارک سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ جواب میں فرمایا آں حضرت ﷺ کی معیت میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔“ (۱)

در اصل امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ درجے کے صحابی رضی اللہ عنہ کو نہیں پہنچ سکتا آنجناب ﷺ کی مفاقت ہی سب سے بڑا شرف ہے جس سے ہر ایک صحابی مشرف ہے۔

اور غیر مقلدین کا تو مذہب ہے کہ کسی ولی کی توہین کرنے والا فاسق ہے تو حکیم فیض عالم صاحب اور ان جیسے دوسرے غیر مقلدین جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدفِ ملامت بنایا تو ایسے لوگ گویا بقلم خود فاسق ہو گئے اس کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ، ع، لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

ان غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلدین کا مذہب بیان کرتے ہوئے ”توہین سلف“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”اہل حدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اولیاء کی (جن کا تقویٰ طہارت معلوم اور ثابت ہو) توہین کرنے والا یا ان کی نسبت بدظنی یا تحقیر کرنے والا فاسق ہے (آگے لکھتے ہیں) حدیث قدسی ہے۔ من عادئ لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب (جو کوئی میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے) بلکہ عام مسلمانوں کی توہین و تذلیل کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے خاص کر جو لوگ ہم سے پہلے ایمان دار گزرے ہوں ان کی نسبت تو نیک دعا کا حکم ہے“

قرآن شریف میں تعلیم ہے۔

ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا (پ ۲۸)

مختصر یہ کہ اہل حدیث کا مذہب توہین سلف کے حق میں وہی ہے، جو مصنف ہدایہ نے لکھا ”لا تقبل شهادة من يظهر سب السلف لظهور فسقه“ (۱) (کتاب الشہادۃ) (جو سلف صالحین کو مذکور اکبر اس کی شہادت معتبر نہیں)۔

مذکورہ عبارت غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کی ہے جن کو وہ رئیس المناظرین کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں یہ غیر مقلدین کے مسلک کے پڑجوش داعی ہیں، اسی داعی کے تحت کتاب ”اہل حدیث کا مذہب“ لکھی اور ایک عنوان بھی ”توہین سلف“ کا باندھا مگر ان غیر مقلدین کا عمل بالکل اس کے برخلاف نظر آتا ہے اسی لئے صحابہ کرام کے سلسلے میں ان کے بعض علماء نے کس قدر نفوٹ بکھی ہیں کہ سلف کے عقیدے کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں، صحابہ سے متعلق علماء امت اور سلف صالحین کا موقف بالکل واضح اور بے غبار ہے، امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کی مذمت کرنے والا زندیق اور منافق ہے۔

امام سرحسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) اہل حدیث کا مذہب ص ۹-۸

”جس نے صحابہ کی عیب جوئی کی وہ ملحد اور اسلام کا مخالف ہے اس کا علاج

ملکوار ہے اگر وہ توبہ نہ کرے۔“ (۱)

اور علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ”وہ بدترین زندیق ہے“ (۲)

صحابہ کرامؓ کے سلسلے میں بدگوئی کرنے والے کا کس قدر سخت حکم ہے کہ اس کو زندیق تک اکابر نے کہا ہے بلکہ ملحد بھی کہا ہے اور غیر مقلدین کے شیخ الاسلام نے فاسق مردود الشہادۃ کہا ہے مگر بعض غیر مقلدین کو صحابہ کرامؓ سے بیرہے اس لئے ان شخصیات کے سلسلے میں الزام تراشی سے نہیں تھکتے، کچھ اس سلسلے میں مزید تراشے قارئین کی نذر ہیں تاکہ غیر مقلدین کا عقیدہ سامنے آئے کہ ان کو صحابہ کرامؓ سے بالکل عقیدت نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت میں حضرت حذیفہؓ وغیرہ کا دخل

غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ہاتھ تھا جن میں سرفہرست حضرت حذیفہؓ ہیں حضرت حذیفہؓ کے ایک قول کو ابن سعد کے حوالے سے نقل کر کے حکیم صاحب لکھتے ہیں۔

”کیا حذیفہؓ کے ان الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے

باخبر تھے اور اگر یہ سازش صرف مجوس یا یہود کی تیار کردہ تھی تو حذیفہؓ کو تمام واقعات

بیان کرنے سے کون سا امر مانع تھا، اسی حذیفہؓ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکرؓ دونوں

مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے“

مزید لکھتے ہیں:

”ان واضح شواہد کی موجودگی میں کیا اس بات سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ

فاروق اعظمؓ کی شہادت کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا ہاتھ نہیں تھا، صرف

چند نو مسلم یا مجوسی اپنے اندر اتنا دم خم نہیں رکھتے تھے، غور کیجئے کہ اس سازش کے پیچھے کون سا خفیہ ہاتھ تھا؟ اگر وہ سازشی لوگ معمولی حیثیت کے تھے تو کعبؓ اور حذیفہؓ دلی زبان میں اظہار خیالات کے بعد خاموش کیوں ہو گئے؟ انہیں کس کا ڈر تھا یا انہیں نئی حکومت میں کسی عہدہ ملنے کی توقع تھی؟ (۱)

حضرات حسنینؓ سے بغض

حکیم فیض عالم صاحب کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسنین سے بغض ہے کہ وہ انہیں، زمرہ صحابہ میں شمار کرنے کو بھی تیار نہیں بلکہ جو حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرے اسے سبائیت کا ترجمان بتلاتے ہیں چنانچہ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

”حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی فراہمی“ (۲)

علماء دیوبند اور صحابہ کرامؓ

ہر دانشمند جانتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا مسلک معتدل مسلک ہے جس کے سچے علم بردار علماء دیوبند ہیں، یہ حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ کے طریقے کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقے اور متعین کردہ راہ ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں جیسا کہ ان کی تحریریں اور عمل شاہد ہے اس سلسلے میں قدرے تفصیل ذیل میں پیش ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی رائے گرامی

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے اور ان کے اقوال و افعال کے حجت ہونے پر طویل بحث

(۱) شہادت ذوالنورین ص ۷۲-۷۱ (۲) سیدنا حسن ابن علی ص ۲۳

خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں...

نبی کریم ﷺ کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کے بااوا۔ طہ فیض یافتوں اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے جن کا اصطلاحی لقب صحابہ کرام ہے۔ قرآن کریم نے من حیث الطبقة اگر کسی گروہ کی تحدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہ کا طبقہ ہے اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد و مرشد، راضی و مرضی، نقی القلوب، پاک باطن، مستر الطامعہ، محسن و صادق اور موعود بابت فرمایا پھر ان کی عمومی متبہلیت و شہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں رکھا بلکہ عمومی گردانا۔ قرآن مبین نے کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دے کر بتلادیا کہ وہ پچھلوں میں بھی قیامت تک جانے پہچانے رہیں گے۔ (۱)

چند سطروں کے بعد حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں۔

علماء دیوبند اس عظمت و جلالت کے معیار سے صحابہ میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائق عداوت، کسی کی مدح میں رطب اللسان ہو کر اطراء و مدح پر اتر آئیں اور کسی کی مذمت میں غلو کر کے تبرائی بن جائیں، یا تو انہیں سب و شتم کرنے میں بھی کسر نہ چھوڑیں اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں، انہیں مقصوم سمجھنے لگیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض میں حلول خداوندی ماننے لگیں۔ پس علماء دیوبند کے مسلک پر یہ سب حضرات مقدسین تقدس کے انتہائی مقام پر ہیں مگر نبی یا خدا نہیں بلکہ بشریت کی صفات سے متصف، لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں جو عام بشر تو بجائے خود ہیں پوری امت کے اولیاء بھی ان مقامات تک نہیں پہنچ سکے۔ یہی وہ نقطہ اعتدال ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں علماء دیوبند نے اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک تمام صحابہ شرف صحابیت اور صحابیت کی برتری میں یکساں ہیں

اس لئے محبت و عظمت میں بھی یکساں ہیں۔ البتہ ان میں باہم فرق مراتب بھی ہے تو عظمت مراتب میں بھی فرق ہے لیکن یہ فرق چونکہ نفس صحابیت کا فرق نہیں اس لئے اس سے نفس صحابیت کی محبت و عقیدت میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ پس اس فرق میں الصحابة کلہم عدول (صحابہ سب کے سب عادل تھے) کا اصول کار فرما ہے جو اس دائرے میں علماء دیوبند کے مسلک کا جو حقیقی معنی میں مسلک اہل سنت والجماعت ہے اولین سنگ بنیاد ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند ان کی اس عمومی عظمت و جلالت کی وجہ سے انہیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں اور بعد والوں کی نجات انہیں کا علمی و عملی اتباع کے دائرے میں منحصر سمجھتے ہیں لیکن انہیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں اور یہ کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جسے چاہیں حرام بنادیں ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔ (۱)

(موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں) پس حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی ان کی محبت و عظمت اور ان کی دیانت اور تقوائے باطن کا اعتراف اور ان کی نسبت قلبی کا اذعان و اعتقاد ہے اس لئے جو فرقہ بھی بلا استثناء انہیں عدول و متقن مانتا ہے وہی فرقہ حسب ارشاد نبوی فرقہ حقہ ہے اور وہ الحمد للہ اہل سنت والجماعت ہیں جن کے سچے علم بردار علماء دیوبند ہیں، اور جو فرقہ ان کے بارے میں بدگمانی یا بدزبانی یا بے ادبی کا شکار ہے وہی حقانیت سے ہٹا ہوا ہے کیونکہ شریعت کے باب میں ان کے بارے میں کسی ادنیٰ بغل و فصل کا توہم پورے دین پر سے اعتماد ہٹا دینے کی مترادف ہے۔ اگر وہ بھی معاذ اللہ دین کے بارے میں رادے ادھر ادھر ہٹے ہوئے تھے تو بعد والوں کے لئے راہ مستقیم پر ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پوری امت اول سے آخر تک ناقابل اعتبار ہو کر رہ جاتی ہے اس لئے حسب مسلک علماء دیوبند جہاں وہ منفرد اپنی ذوات کے لحاظ سے تھی اور نئی اور صفی و دنی ہیں وہیں بحیثیت مجموعی امت کی نجات بھی ان ہی کے اتباع میں منحصر

ہے، جیسا کہ آیات قرآنی اس پر شاہد ہیں اور وہ بحیثیت قرن خیر من حیث المظبۃ پوری امت کیلئے نبی کے قائم مقام اور فرقوں کے حق و باطل کے بارے میں معیار حق ہیں۔ پس جیسے نبوت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے ہی ان کے اجماع کا منکر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے حتیٰ کہ ان کا تعامل بھی بعض ائمہ ہدایت کے یہاں شرعی حجت تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے جذباتی رنگ سے انہیں گھٹانا، بڑھانا، چڑھانا اور گرانا جس طرح عقل و عقل قبول نہیں کرتی اسی طرح علماء دیوبند کا جامع مثل و مثل مسلک بھی قبول نہیں کر سکتا، علماء دیوبند ان کی غیر معمولی دینی عظمتوں کے پیش نظر انہیں سرتاج اولیاء مانتے ہیں مگر ان کے معصوم ہونے کے قائل نہیں، البتہ انہیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں جو ولایت کا انتہائی مقام ہے۔ (۱)

اتباع صحابیؓ اور ائمہ مجتہدین

ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی رائیں اور شخصی فتاویٰ کی تقلید بھی واجب ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں موجود ہے۔

قال أبو سعید البردعی، تقلید الصحابی واجب یرک بہ القیاس لإحتمال السماع والتوفیق ولفضل إصابتهم فی نفس الرأی بمشاهدة أحوال التنزیل ومعرفة أسبابه، وقال أبو الحسن الکرحی لا یحوز تقلید الصحابی إلا فیما لا یدرک بالقیاس

ترجمہ:- شیخ ابو سعید بردعی نے کہا کہ صحابی کی تقلید واجب ہے اور اس کے مقابلے میں قیاس قابل عمل نہیں ہے کیونکہ قول صحابی میں یہ احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہو نیز وہ اپنی اجتہادی رائے میں بھی زیادہ مصیب اور درست ہیں، یہ اسی بناء پر ہے کہ انہوں نے نزول قرآن کا چشم خود معاینہ کیا ہے اور اسباب نزول بھی انہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ ابوالحسن کرحی نے فرمایا ہے کہ تقلید صحابی ان ہی مسائل میں ہوگی جو غیر قیاسی ہوں۔

یہ مذکورہ عبارت حسامی کی ہے، اس پر مولانا عبدالحق صاحب دہلویؒ اس کی شرح نامی میں لکھتے ہیں:

فبهذا الاعتبار لهم مزية على غيرهم وهذا وجه ترجيح رأيهم على رأي غيرهم فكما إذا تعارض القياسان لمن بعدهم فيترجح أحدهما على الآخر بنوع ترجيح فكنا ينبغي أن يترجح قياسهم على قياس غيرهم من المحدثين لزيادة قوة رأيهم من الوجوه التي ذكرت ، وبهذا اندفع ما توهم المخالفون أن قول الصحابي يحتمل الرأي فكيف يُترك به قياس غيرهم لمساواتهم في الرأي وهذا هو مختار الشيخين وأبي اليسر وهو مذهب مالك وأحمد بن حنبل في إحدى الروايتين والشافعي في قوله القديم وإليه مال المصنف (۱)

ترجمہ :- اس لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیگر اشخاص پر فوقیت

حاصل ہے اور بایں وجہ ان کی رائے کو غیر کی رائے پر ترجیح دی جاتی ہے، نیز جس طرح بعد کے لوگوں کے دو قیاسوں میں جب تعارض ہو جاتا ہے تو کسی نہ کسی وجہ ترجیح کی بناء پر ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے اسی طرح صحابہ کرام کی رائے اور قیاس کو دیگر مجتہدین کی رائے پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ صحابہ کرام کی رائے مذکورہ وجوہ کی بناء پر قوی تر ہے۔ لہذا مخالفین کا یہ شبہ کہ صحابی کے قول میں اپنی رائے کا احتمال ہے اور رائے میں سب برابر ہیں لہذا صحابی کی رائے کے باعث غیر کے قیاس کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے۔ دور ہو گیا (اس اعتراض کی اب گنجائش نہیں) یہ (تقلید صحابی کا وجوب اور اس کے مقابلے میں ترک قیاس) شیخین (امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ) اور ابو الیسر صدر الاسلام کا مختار قول ہے، نیز امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور قول قدیم کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے، اور مصنف کا بھی یہی رجحان ہے۔

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جماعت صحابہ کے اجماعی فیصلے اور اجتماعی عمل حجت

شرعیہ ہیں اسی طرح انفرادی رائے بھی۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت امام شافعیؒ کا قول یوں نقل فرمایا ہے:-

حضرات صحابہ کرامؓ علم، عقل، دین اور فضل میں ہم سے فائق ہیں،

اپنی رائے کے بجائے ہمارے لئے ان کی رائے زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

علامہ ابن تیمیہؒ کا فرمان

علامہ ابن تیمیہؒ منہاج میں فرماتے ہیں:-

حضرات صحابہؓ کا جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ بات باطل

نہیں ہو سکتی ہے۔ (۲)

اور ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:-

”کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی دلالت کی بناء پر حضرات صحابہؓ امت میں

سب سے اکمل ہیں اسی لئے آپ امت میں کسی بھی شخص کو اس طرح نہیں پائیں

گے جو حضرات صحابہؓ کی فضیلت کا معترف نہ ہو، اس مسئلے میں اختلاف

اور نزاع کرنے والے۔ جیسا کہ رد الفسح میں۔ درحقیقت جاہل ہیں“ (۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پوری امت مسلمہ یہی عقیدہ

رکھتی ہے کہ صحابہؓ سب سے اکمل ہیں نیز صحابی کے قول و فعل اور ان کے فتاویٰ کو

سر سے لگایا جائے اور عمل میں لایا جائے، مگر غیر مقلدین اور ان کی ڈگر پر چلنے والے اپنی

ایک اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوئے ہیں۔

اور قرآن و حدیث پر عمل کا نعرہ الاپ رہے ہیں، اور یہ نعرہ بظاہر بڑا پرکشش ہے

مگر معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ کرامؓ کو دور میان سے ہٹا کر کتاب و سنت کو سمجھنا ناممکن،

اسی لئے بعض جگہ یہ پتھر بھی دیا ہے کہ ہم صحابہ کرام کو مانتے ہیں مگر تضاد بیانی کہے یا غیر

مقلدین کی خطا الحواسی

کہ۔ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا ☆ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۱۵۸، ج ۲۔ (۲) منہاج السنۃ ص ۶۶، ج ۳ (۳) ایضاً ص ۱۶۷، ج ۱۲

حجیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا تذبذب

غیر مقلدین کے شیخ الکمل میاں نذیر حسین صاحب ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں: اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس فتویٰ کی سند صحیح ہے تب بھی اس سے دلیل لانا درست نہیں ہے اس وجہ سے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے (۱)

دوسری طرف میاں نذیر حسین صاحب کے بارے میں یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ وہ صحابہ کرام اور تبع تابعین وغیرہ کی زندگی کے نمونہ تھے ان کے بارے میں مولانا فضل حسین صاحب بہاری فرماتے ہیں: کہ باوجود بے انتہا مخالفتوں، مزاحمتوں کشمکشوں اور مشکلات کے علماء مجتہدین، تبع تابعین تابعین، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا نمونہ بنا کر اہل عالم کو دکھا دیا۔ (۲)

غیر مقلدین کے ایک شیخ الحدیث اپنی جماعت کا مسلک بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل حدیث جماعت کا مسلک کتاب و سنت ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر شخص کے اقوال میں خطا و صواب کا احتمال ہے“ (۳)

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول حجت نہیں کیونکہ یہ خطا اور صواب کا احتمال رکھتا ہے۔ بس قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت مان رہے ہیں۔

اور ان کے شیخ الکمل میاں نذیر حسین صاحب سنت صحابہ سے استدلال کر رہے ہیں، اور ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين“ والی حدیث یاد آ رہی ہے، چنانچہ ایک مسئلے کے ضمن میں لکھتے ہیں، ”کیونکہ یہ مسئلہ سنت صحابہ کرام کا ہوا موافق فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المہدیین تمسکوبہا، اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے لقب سے ملقب ہوئے (۴) و حقیقت غیر مقلدین کا کوئی اصول نہیں ہے اور نہ قاعدہ! بس خواہش کے بندے ہیں۔

ایک نیا روز بدلتی ہے لباس ہمارا پیر بن رکھتی ہے دنیا کتنے

(۱) فتاویٰ نذیریہ ص ۳۳۰ ج ۲ (۲) حیات بعد الہیات ص ۳ بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری ص ۱۱۸۔

(۳) مسلک اہل حدیث ص ۱۱۔ (۴) فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۷۰۰

ان غیر مقلدین کی اور گل کاریاں ملاحظہ ہوں:
مولانا محمد جونا گڑھی ایک مشہور غیر مقلد عالم کی خلفاء راشدین کی شان میں
گستاخی دیکھتے لکھتے ہیں:

برادران! حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی
مرتضیٰؓ قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولوالامر تھے لیکن
باوجود اس کے نہ تو کسی صحابی نے ان کی تقلید کی نہ ان کی طرف کوئی منسوب ہوا، بلکہ ان
کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا اور فرمان رسول کے خلاف نظر آئے، ایک
جگہ حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ موٹے موٹے مسائل اور روزمرہ
کے مسائل میں موٹی موٹی غلطیاں کرتے تھے۔ (۱)

ان غیر مقلد عالم کا جنون کس حد تک پہنچ چکا ہے، ان کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ
خلفاء راشدین (معاذ اللہ) فرمان خدا اور فرمان رسول کی کبھی کبھی مخالفت کرتے تھے۔
دوسری طرف ایک غیر مقلد عالم کا صحابہؓ کے متعلق یہ دعویٰ ملاحظہ ہو کہ
جس طرح تمام کے تمام صحابہؓ عادل تھے اسی طرح تمام کے تمام صحابہؓ فقیہ تھے اس
بات کو مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد عالم نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کما ان

الصحابۃ کلہم کانوا عدولاً فکذلک کانوا فقہاء، (۲)

اسے دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے ورنہ غیر مقلدین کے
شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی شخصیت کی فہم پر
عدم اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں جبکہ حضرت عائشہؓ دین کی فہم، شریعت کے مزاج سے
واقفیت میں ایک امتیازی حیثیت کی مالک تھیں چنانچہ ایک مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے
میاں صاحب لکھتے ہیں:

رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے فہم سے فرماتی ہیں
اور فہم صحابہؓ حجت شرعیہ نہیں ہے۔ (۳)

(۱) طریق محمدی ص ۴۰۔ (۲) الاطلاق افکری ص ۲۱۸ (۳) فتاویٰ نذیریہ ص ۶۳۲ ج ۱۷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی شخصیت کا فہم تو حجت نہیں، مگر ان کے یہاں اپنے غیر مقلدین جغادر یوں کے فہم ضرور قابل قبول ہیں۔
غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنا عقیدہ و مذہب ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں خود کن معنی میں اہل حدیث ہوں، میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا اور رسول کے کلام کو سند اور حجت شرعیہ مانتا ہوں، ان کے سوا ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا (روپڑی مظالم ص ۵۶) (۱)

ایسا لگتا ہے کہ غیر مقلدین کا مذہب چوں چوں کا مرہ ہے کہ کہیں قول صحابی کی حجیت کا انکار کرتے ہیں اور کہیں افعال صحابہ کی مخالفت کرنے والے کو جہنم کے قریب پہنچا دیتے ہیں چنانچہ ایک مسئلے کے ضمن میں غیر مقلدین کے شمس العلماء اور شیخ الکمل میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں:

اب پھر جو شخص بعد ثبوت قول رسول و افعال صحابہ مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير ميل المؤمنين
نوله ماتولى ونصله جهنم وماءت مصيراً۔

جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منہ حکم صریح الہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا ہے اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالتا ہے۔ (۲)

شیخ الکمل فی الکمل میاں صاحب یہاں حقیقت کا اظہار کر گئے، دراصل اس مسئلے میں ان کو صحابہؓ کے قول سے دلیل پکڑنی تھی ورنہ ان کا مسلک وہی ہے جو گزر چکا
گویا کوئی مسلک نہیں ہے من چاہی ہے ع

خود کو بدل لے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

(۱) ملاحظہ ہو غیر مقلدین کی ڈائری ص ۱۷۲ (۲) فتاویٰ نذیریہ ص ۶۲۲ ج ۱

غیر مقلدین کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف کی چند جھلکیاں

اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے غیر مقلدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی عقیدت نہیں رکھتے، جیسا کہ مذکورہ تصریحات سے واضح ہو گیا، وہ دین کو کتاب و سنت سے صحابہ کو چھوڑ کر براہ راست سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ گمراہی ہے، ان میں کا جاہل بھی اپنے آپ کو مجتہد اور محدث سمجھتا ہے، اور حدیث دانی کی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے حالانکہ صحابہ کرام دین کے ستون ہیں ان کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو پورا دین ہمارا ہو جائے گا مگر یہ لوگ ہیں کہ پوری امت ایک طرف اور علماء غیر مقلدین نیز ان کے جاہل مقلدین دوسری طرف، اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں خواہ مخالفت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں حدیث شریف کی مخالفت ہو جائے اس کی ان کو پروا نہیں ہوتی، مثلاً ”ما أنا عليه وأصحابي يا أصحابي كالنجوم“ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں یا اسی طرح علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدين آپ کا فرمان مبارک ہے، اور علماء غیر مقلدین کے یہ علم میں بھی ہے اگرچہ ان میں کے نادان جاہل اس سے نا آشنا ہیں اور سادہ لوحی میں ان کے پھندے میں پھنس گئے ہیں (خدا تعالیٰ ان سب کو سمجھ دے) بس چند مسائل ہیں جن کو یہ زیادہ اچھا لیتے ہیں مثلاً تراویح کی رکعات کا مسئلہ یا طلاق ثلاث کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ، ہر مسئلے کو ہمارے علماء محققین احادیث کی روشنی میں پوری طرح منسج کر چکے ہیں اور دلائل سے حق کو واضح کر چکے ہیں، مگر یہ بٹ دھرم قوم جلدی سے کہاں ماننے کو تیار ہوتی ہے۔

مسئلہ تراویح

اس مسئلے میں بھی غیر مقلدین نے بڑی دلچسپی لی ہے اور عوام کو بخاری وغیرہ کا حوالہ دے کر مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے کہ آٹھ رکعت تراویح بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی حدیث سے ثابت ہے ایسا لگتا ہے کہ ان غیر مقلدین نے حضور

ﷺ کے فرمان کو زیادہ سمجھا ہے، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام نے نہیں سمجھا۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور خلفاء راشدین حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو تراویح کے بارے میں لیتے تو مسجد نبوی میں خلفاء راشدین کے زمانے میں آٹھ رکعت تراویح جماعت سے پڑھی جاتی مگر یہ غیر مقلدین اس کو قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ آٹھ رکعت تراویح کے سلسلے میں معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان میں ۱۲۸۳ء کے اندر اکبر آباد (آگرہ) کے کسی غیر مقلد مولوی نے فتویٰ دیا کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں، اور خطہ پنجاب میں سب سے پہلے تراویح کے آٹھ ہونے کا فتویٰ مولوی محمد حسین بٹالوی نے دیا۔ (۱)

بہر حال یہ آٹھ رکعت والی بات بہت بعد کی چیز ہے، پہلوں کو اس کی ہوا تک نہیں لگی ورنہ کسی خلیفہ راشد سے مسجد نبوی میں پڑھنا ثابت ہوتا۔ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب نے تراویح کے آٹھ رکعت ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔

عن أبي ذر رضي الله عنه قال قال صُمنّا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يقيم بنا شيئاً من الشهر حتى بقى سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقيم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل۔ (۲)

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو کسی روز بھی ہم کو تراویح پڑھانے کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ سات روزے ماہ رمضان کے باقی رہ گئے تو ایک رات یعنی تیسویں رات ہمیں تراویح کی نماز ٹلٹ رات تک پڑھائی، پھر چوبیسویں رات نہ پڑھائی، پھر جب پچیسویں رات آئی تو نصف شب تک نماز تراویح پڑھائی۔

اور ان کے شیخ الحدیث مولانا صدیق صاحب نے دلیل میں حضرت عائشہؓ کا فرمان

(۱) ملا حظہ ہو "تعارف امام اہل حدیث" ص ۹۱ (۲) اہل حدیث کا مذہب ص ۹۰ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،)

نقل کیا ہے ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ (بخاری) (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ نفل اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔
 بین القوسین سمیت یہ ترجمہ انہی شیخ الحدیث کا ہے۔

تبصرہ

بخاری والی روایت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو غیر مقلدین کو اگر اس پر پورا عمل کرنا ہے تو غیر رمضان میں بھی تراویح پڑھیں اور گیارہ سے زائد نہ پڑھیں ورنہ آدھا تیرا آدھا بیس ہو جائے گا، اسی طرح حضرت ابو ذرؓ والی روایت جو ان کے شیخ الاسلام نے نقل فرمائی ہے اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیسویں رات میں نماز نہیں پڑھائی اور تراویح شروع کی جبکہ سات روزے ماہ رمضان کے رہ گئے تو تیس روزوں کے بعد ان غیر مقلدین کو تراویح شروع کرنی چاہئے تب یہ غلطی بالحدیث کہلائیں گے اور چوبیسویں رات میں نہ پڑھنی چاہئے نیز نصف شب تک پڑھنی چاہئے جیسا کہ آپ ﷺ نے پڑھی، معلوم ہوا کہ عوام کو دھوکہ دیا ہے اور قیام لیل کی تشریح بجائے تہجد کے تراویح سے کی ہے۔ بخاری کی روایت میں تعداد کا ذکر ہے مگر اس میں رمضان اور غیر رمضان دونوں کی تعداد برابر ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ تہجد ہی مراد ہے ورنہ خلفاء راشدین جو ہر سنت کے سچے عاشق تھے وہ ضرور آٹھ رکعت پڑھتے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین آٹھ تراویح پڑھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جہاں تک تراویح کی بیس رکعات کا مسئلہ ہے جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین اور ائمہ مجتہدین نے باتفاق اپنا پواہ احادیث سے صراحتاً ثابت ہے صحابہ کرام اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے، اس تحقیق کے لئے ضخیم کتابیں

موجود ہیں یہاں ایک روایت پیش ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی شہر رمضان فی غیر
جماعة عشرين رکعة والوتر۔ (۱)

”بے شک آنحضرت ﷺ ماہ رمضان میں بلا جماعت بیس (۲۰) رکعت

اور وتر پڑھتے تھے۔

اور جماعت کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر جماعت سے باضابطہ
مسجد میں پڑھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا اور آپ مہاجر تھے اور
آپ کی اتباع مہاجر اور انصار صاحبان نے کی، اور کسی صحابی نے آپ کی مخالفت نہیں کی
بلکہ اس پر اجماع ہو گیا، اور چودہ سو سال ہو گئے برابر اسی سنت پر جمہور کا عمل ہے، نیز مکہ
معظمہ اور مدینہ طیبہ میں پابندی کے ساتھ اسی پر عمل ہو رہا ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ
اسی سنت پر عمل ہوتا رہے گا غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔

بیس رکعات تراویح ہی کے سنت ہونے کا فتویٰ علامہ ابن تیمیہؒ کا ہے جن کو غیر
مقلدین اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ (۲)

ایک مجلس کی تین طلاقیں

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب اپنی کتاب میں
بعنوان ”ایک دفعہ کی تین طلاقیں“ ... لکھتے ہیں

کان الطلاق علی عهد رسول اللہ ﷺ وأبی بکر وستین من خلافة
عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی
امر کانت لهم فیہ انا نہ فلروا مضیناہ علیہم فامضاه علیہم (مسلم) (۳)

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں بلکہ حضرت عمرؓ کے

(۱) سنن بیہقی ص ۴۹۶، ج ۲ (۲) (ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۹۱، ج ۱) بحوالہ فتاویٰ رحمیہ جلد ۱ ص ۲۹۲

(۳) اہل حدیث کا مذہب ص ۹۶

خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شرع کی طرف سے ان کے لئے ذہیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں تو مناسب ہے، پس انہوں نے جاری کر دیا (کہ جو کوئی ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے گا وہ تین ہی شمار ہوں گی)۔

یہاں تک یہ پوری عبارت غیر مقلدین کے شیخ الاسلام کی ہے، بقول ان کے حضرت عمرؓ نے یکبارگی تین طلاقوں کے تین شمار ہونے کا حکم جاری کر دیا اور یہ بات مسلم شریف کے حوالے سے شیخ الاسلام فرما رہے ہیں، بالفرض اگر ہم یہ حضرت عمرؓ ہی کا حکم مان لیں تب بھی اسی کے مطابق عمل واجب ہے، کیونکہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اسی لئے تمام ائمہ کا بھی اس پر اجماع ہے، مگر ان نام نہاد اہل حدیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے گویا چڑ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ، تو حضرت عمرؓ کی فراست ایمانی کا کیا حال ہوگا۔ یوں تو یکبارگی تین طلاق کے واقع ہونے کی حدیث بھی موجود ہے مگر ان علماء غیر مقلدین کے جاہل مقلدین جو اپنے علماء کی اندھی تقلید کرتے ہیں ان سے تو جیسے یہ کہہ دیں یہ عوام سر تسلیم خم کر دیں گے مگر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے ان علماء غیر مقلدین کو بہکانے میں شرم نہیں آتی افسوس صد افسوس! یہاں زیادہ تفصیل نہیں پیش کرنی بس ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں بخاری شریف و مسلم شریف کی ایک روایت پیش ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں۔

فطلقها ثلاثا قبل ان يامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

(عویمرؓ نے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین

طلاق دیدیں۔

یہ طویل روایت ہے جس میں حضرت عویمرؓ کی رضی اللہ عنہ کی طلاق اور لعان

کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کر لینے کے بعد اسی وقت تین طلاق دیدیں اور حضور ﷺ نے کوئی تکلیف نہیں فرمائی بلکہ ابو داؤد شریف میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں طلاقیں کو نافذ فرمادیا تھا اسی روایت کے اخیر میں ابو داؤد میں یہ الفاظ ہیں فأنفذ رسول الله ﷺ (۱)

بہر حال ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرام سے اب تک اجماع چلا آ رہا ہے، اب اس کی مخالفت وہی جماعت کر سکتی ہے جس کو حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ سے پیر ہو، اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمل بالحدیث کا دعویٰ ایک ڈھونگ ہے ورنہ مذکورہ مسئلے میں حضرت عمرؓ کا عمل ہی نہیں بلکہ بخاری شریف کی روایت بھی موجود ہے۔

جمعہ کی دواذانوں کا مسئلہ

غیر مقلدین حضرات نے جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت قرار دیا ہے انکا کہنا ہے کہ یہ اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے یہ سنت نہیں ہو سکتی چنانچہ مولوی محمد صاحب جو ناگدھی لکھتے ہیں ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانے میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دواذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں اور کسی طرح جائز نہیں“ (۲)

اسی مسئلے سے متعلق غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ ”الاعتصام“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں ”جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے، دواذان کی ضرورت نہیں..... لہذا اذان عثمانی جسے پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے (۳)

اسکے جواب کیلئے بخاری شریف، ابو داؤد، نسائی کی روایت پیش ہے ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱) ابو داؤد ص ۳۰ ج ۲ (۲) فتاویٰ تاریخیہ ج ۳ ص ۸۵ (۳) فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ ص ۱۷۹ بحوالہ

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی پھر وہ ایک مستقل سنت بن گئی۔ (۱)

یہ بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے مگر جن کو حضرت عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بات نہیں بھاتی وہ بخاری تک کی روایت کو رد کر دیتے ہیں۔ اس پر کسی صحابی نے تو اعتراض کیا نہیں غیر مقلدین کو اعتراض ہے جو ابنا کہا جائے گا یہ منہ اور مسور کی دال۔ اور غیر مقلدین دیگر مسائل کو جو اچھالتے ہیں انکا بھی یہی حال ہے بس عمل بالحدیث کا نعرہ ایک خالی خول ہے اور جھوٹا دعویٰ۔

غیر مقلدین کا حدیث پر عمل..... فقط ایک دعویٰ

غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعہ زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن و حدیث ہی سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا یہ صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں! اس کو جاننے کے لئے غیر مقلدین کے بزرگوں کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں، جن سے بخوبی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین کا عمل بالحدیث دعویٰ کی حد تک ہے چند متنازعہ مسائل کے علاوہ دیگر مسائل سے انہیں کوئی دل چسپی نہیں ہے سارا زور و شور ان ہی مسائل پر ہے تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں، گویا یہ مسائل فروغی مسائل نہیں، بلکہ کفر و ایمان کی بنیاد ہیں، یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں ہر وہ شخص اہل حدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے، جو آمین پکار کر کہے، رفع یدین کرے، سینہ پر ہاتھ باندھے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل، گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو، ہاں جو ان مسائل پر عامل نہیں، خواہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ نہ اہل حدیث ہے اور نہ محمدی

مسلمان ہے۔ یا اللعجب!

آپ غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کے متعلق انکے بزرگوں کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں۔
نواب صدیق حسن خاں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاء کار فرقہ نے جنم لیا ہے، جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن و حدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ اہل علم و عمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان ”علوم عالیہ“ سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالب حدیث کے لئے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ ان ”علوم آلیہ“ سے بھی جاہل ہے جن کے بغیر طریق سنت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صرف، نحو، لغت، معانی اور بیان، چہ جائے کہ دوسرے کمالات پائے جائیں۔

اور آگے لکھتے ہیں:-

ایسے ہی سنن اور اصحاب سنن کے اسلوب و طریقہ کے مطابق کسی ایک مسئلے کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں، اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ پر، اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی بھاد پر اکتفاء کرتے ہیں، اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (۱)

اعتراف حقیقت

ان کے نواب وحید الزماں صاحب بھی حقیقت کا اظہار کر گئے اور نام نہاد جماعت اہل حدیث کے بارے میں یوں رونا رورہے ہیں..... لکھتے ہیں۔

”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پروا نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں،

حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعض عوام اہل حدیث کا حال یہ ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے پاک نہیں کرتے، ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیاء کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں“ (۱)

نواب صاحب کے اس کلام کو ذرا حقیقت کا چشمہ لگا کر پڑھیں، خاص کر غیر مقلدین عوام اور جہال جو ائمہ مجتہدین کی تقلید کو تو ماروا سمجھتے ہیں اور بدعت و شرک تک کہہ دیتے ہیں ذرا ان تحریزوں کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں! نیز سوچیں اور غور کریں کہ اپنے ان علماء کے بقول عدم تقلید سے کہاں پہنچ گئے کہ صحابہ کرام سے اعتماد اٹھ گیا اور ان کے دین کا ناس ہو گیا۔

آخری گزارش

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم تک اسلام پہنچنے میں دو انسانی واسطے ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم

دین اسلام کو اللہ تعالیٰ سے حضور مبعوثیلم نے لیا اور صحابہ کے واسطے سے تمام انسانوں تک پہنچایا، اگر ابلاغ و روایت کی یہ دو کڑیاں مشکوک و مخدوش یا ناقابل اعتماد ہو جائیں تو دین کی پوری غارت گر جائیگی اس لئے بقاء دین کی خاطر حضور مبعوثیلم کی عصمت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک بازی و عدالت اور حمیت کو بھی ماننا ضروری ہے، یہ عقیدہ دین کا سنگ بنیاد ہے جیسا کہ آپ نے گزشتہ اوراق سے معلوم کر لیا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے اگر اعتماد اٹھ جائے تو سارا دین مجروح ہو جائے گا بلکہ غیر معتبر ہو جائے گا،

غیر مقلدین حضرات کے طرز عمل اور صحابہ کرام سے متعلق ان کے موقف سے کھلے طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے انہوں نے صحابہ کی عظمت کو کھرچ ڈالا جس سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں اور چند حدیثوں پر عمل کرنے کے سوا ان علماء غیر مقلدین کے متبعین کو دوسری احادیث اور سنتوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔

خدا را! بیدار مغزی سے کام لیں اور آخرت کو سامنے رکھ کر صحیح معنی میں اپنے کو محمدی اور سنی ثابت کریں۔

خدا یا ہم سب کو حبیب پاک ﷺ اور آپ کے اصحاب و احباب سے سچی محبت نصیب فرما کر صراطِ مستقیم پر قائم و دائم فرما۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه،
آمین یا رب العلمین بحاہ سید المرسلین

عبدالحق سنہلی
استاذ دارالعلوم دیوبند
۳ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ



مقالہ نمبر ۸

صحابہ کرامؓ کے بارے میں غیر مقلدین
کا
نقطہٴ نظر



محمد ابوبکر غازی پوری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور کتاب و سنت کے علوم کے دو ماہر اور اس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہو جو دین و شریعت کے بارے میں صحابہ کرام، ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہو گیا۔ اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہ کرام کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آگئی۔

جن صحابہ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی بازھیں تان دیں۔ اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف

اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتیٰ کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتیٰ کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔

اس مختصر رسالہ میں ہم نے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔

ہماری قارئین سے مخلصانہ گزارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذہن ہو کر پڑھیں تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ اور جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اور نقطہ نظریہ ہو اس کا اہلسنت والجماعت سے کسی طرح کا تعلق ہو سکتا ہے، اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، مگر پھر بھی اذرا بشریت کو تابی اور کمی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے تو کاتب سطور کو اطلاع کر دیں تاکہ آئندہ اس کا تدارک ہو سکے۔

محمد ابو بکر عاز پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ خداوندی میں

انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سے جس قدسی جماعت کو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ قرب اور اختصاص حاصل ہے وہ درگاہ نبوت کی فیض یافتہ صحابہ کرام کی جماعت ہے، اس جماعت کا ہر فرد صلاح و تقویٰ، اخلاص و للہیت کے اعلیٰ مقام پر تھا، فیض نبوت نے ان کے دلوں کا کامل تزکیہ و تصفیہ کر دیا تھا، ان کا کردار اور ان کی سیرت پاک و صاف اور ایسی پختہ تھی کہ بارگاہ خداوندی سے ان کو رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا پروانہ ملا، اور ان کی اتباع و اقتداء پر فوز عظیم کی بشارت قرآن نے سنائی، اور ان میں فرق مراتب کے باوجود ان کے ہر فرد کیلئے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا، و کلاً وعد اللہ الحسنیٰ کا اعلان خداوندی اس مقدس جماعت کے ہر فرد کیلئے ہے، گناہ و معصیت کے کاموں سے طبعی طور پر ان کو نفور تھا، قرآن پاک کا یہ ارشاد و کفرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ہم الراشدون۔ صحابہ کرام کی اسی مزیت و خصوصیت کو بتلانے کیلئے ہے۔ اسی جماعت صحابہ کے بارے میں خدا کا یہ ارشاد بھی ہے۔ والزمہم کلمۃ التقویٰ، جس سے صحابہ کرام کے ہر فرد کا انتہائی درجہ مشقی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں تھے، مگر اللہ نے ان کو گناہوں سے محفوظ کر رکھا تھا، اگر اذراہ بشریت ان سے کوئی گناہ کا کام ہو بھی گیا تو فوراً اس پر ان کو تنبیہ ہو، اور اللہ نے توبہ کی توفیق عطا کی جس سے وہ پاک و صاف ہو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت ماعزؓ سے زنا کا

عمل صادر ہو گیا تھا تو خود دربار نبوت میں تادم و پریشان حاضر ہوئے اور شرعی سزا کیلئے اپنے کو پیش کیا اور سنگسار کر دیئے گئے، ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے ایسی توبہ کی، اگر اس کو سارے گناہ گاروں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے، حضرت غامد یہ صحابیہ کا قصہ بھی اسی قسم کا ہے۔

محمد رسول اللہ، اور جو لوگ اس کے	محمد رسول اللہ والذین
ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر،	معه اشداء علی الکفار
نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو	رحماء بینہم تراہم رکعاً
رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے	سجداً یتغنون فضلاً من اللہ
ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی	ورضواناً سیمامہم فی
نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ	وجوہہم من ائــــر
کے اثر سے۔	السجود۔

صحابہ کرام کا مقام بارگاہ رسالت میں

صحابہ کرام کی انھیں خصوصیات اور بارگاہ خداوندی میں اس مقام و مرتبہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت و رفاقت اور دین کی راہ میں ان کی غیر معمولی جانی و مالی قربانیوں کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کے نزدیک ان کا ایک ایک فرد مقبولیت و محبوبیت کے انتہائی مقام پر تھا، صحابہ کرام کی جماعت سے آپ ﷺ کے انتہائی تعلق کا اندازہ آپ ﷺ کے درج ذیل ارشادات سے ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن معقل کی یہ روایت ترمذی شریف میں ہے۔

قال قال رسول اللہ ﷺ	یعنی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
اللہ اللہ فی اصحابی	میرے اصحاب کے بارے میں اللہ

لَا تَتَّخِذُوهُمْ غُرَضًا مِنْ
بَعْدِي فَمِنْ أَحَبِّهِمْ
فَبِغْيِ أَحَبِّهِمْ وَمِنْ
ابْغَضِهِمْ فَبِغْضِي
ابْغَضِهِمْ وَمِنْ
آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي
وَمِنْ آذَانِي فَقَدْ
آذَى اللَّهَ وَمِنْ آذَى
اللَّهِ فَبُوشِكْ أَنْ
يَأْخُذَهُ.

تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد
نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی
اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے
ان سے محبت کی، اور جس نے ان
سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض
رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا
جس نے انھیں تکلیف پہونچائی اس
نے مجھے تکلیف پہونچائی اور جس نے
مجھے تکلیف دی، اس نے اللہ کو
تکلیف دی اور جو اللہ کو تکلیف
پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اس کو
اپنی پکڑ میں لے لے۔

مندرجہ بالا ارشاد نبوی کی روشنی میں کسی بھی صحابی رسول کے بارے
میں بغض و نفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے اور ایسا شخص اس واسطے سے اللہ اور
اس کے رسول کی ایذا پہونچانے کا سبب بنتا ہے۔
بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے،
اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَسُوْ اصْحَابِيْ فَلَوْ اَنْ
اَحَدَكُمْ لَوِ افْتَقَ مِثْلَ اَحَدٍ
ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا
نَصْفَهُ.

میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو تم
میں کا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا
خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور
آدھے مد کی مقدار کے برابر ثواب کو
نہیں پہونچ سکے گا۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

اکرموا اصحابی فانہم
یعنی میرے اصحاب کا اکرام کرو، اس
خیار کم (مشکوٰۃ) لئے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کا اکرام واجب ہے، اور ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا یا دوسرے سے نقل کرنا جو ان کے اکرام کے منافی ہو حرام ہے۔

ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

من احب اللہ عز وجل
فلیحبنی ومن احبنی
فلیحب اصحابی
(تفسیر قرطبی تحت قولہ
تعالیٰ فی بیوت اذن اللہ)

یعنی جو اللہ سے محبت رکھتا ہے اسے
چاہئے کہ مجھ سے محبت رکھے اور جو
مجھ سے محبت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ
میرے اصحاب سے بھی محبت
رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے قلب میں صحابہ کرام کی عظمت اور محبت نہ ہوگی اس کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب نہیں ہوگی۔

علامہ ذہبی نے اپنے رسالہ ”الکبار“ میں صحابہ کرام کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ
اختارنی واختار لی اصحابی
وجعل لہ اصحاباً وَاخواناً
واصحاراً وسیجنی قوم
بعدهم بعبونہم وینقصونہم
فلا تواکلوہم ولا
تشاروہم ولا تناکحوہم
ولا تصلوا علیہ ولا تصلوا

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ
نے مجھے چنا اور میرے لئے میرے
اصحاب کو چنا اور میرے لئے اس نے
اصحاب وَاخوان اور اصحار بنائے، اور
ان کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی۔ یہ
لوگ میرے اصحاب کی منقصت
بیان کریں گے، ان کی عیب جوئی
کریں گے، ان سے مناجات نہ کریں گے۔

معہم ۔
 بچہ نہ ان کا مشورہ لونہ ان کو مشورہ
 دو، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، نہ
 ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے
 ساتھ نماز ادا کرو۔

اس ارشاد پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، انبیاء و رسل کے بعد تاریخ
 انسانی میں اشرف ترین لوگوں میں سے تھے، جن کو اشرف الانبیاء کی معیت و صحبت
 اور اس کی تعلیم کی نشر و اشاعت اور شریعت کو عام کرنے کیلئے اللہ نے چنا تھا۔
 نیز یہ معلوم ہوا کہ آنحضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی ہے کہ آپ کے بعد
 امت میں ایک طبقہ پیدا ہو گا جو صحابہ کرام کی عیب جوئی اور ان کی مذمت کیا
 کرے گا، یہ اس امت کا بدترین گروہ ہو گا۔ مسلمانوں کیلئے ان کے ساتھ اٹھنا
 بیٹھنا اور ان سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھنا حرام ہو گا۔ ان کے ساتھ نماز بھی
 پڑھنی جائز نہ ہوگی، حتیٰ کہ اگر ان دشمنان صحابہ کرام کے گروہ کا کوئی فرد
 مر جائے تو اس کی جنازہ کی نماز بھی پڑھنے سے روکا گیا ہے۔
 آنحضور اکرم ﷺ کے ان چند ارشادات سے دین میں صحابہ کرام کے
 مقام و منزلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ کرام اکابرین امت کی نگاہ میں

اکابر امت نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو جانا تھا، اس وجہ سے ان کے
 قلوب میں ان کی عظمت و محبت اور ان کا احترام تھا، اس گروہ مقدس کا ہر فرد ان
 کے نزدیک محترم و مکرم تھا، ان کی زبان پر صحابہ کرام کا ذکر جمیل نہایت محبت
 و عقیدت کے ساتھ آتا تھا، صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر تمام
 اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت و محبت سے کیا
 جائے، ان کا ذکر برائی سے کرنا حرام ہے، اور جو ان کی مذمت و منقصت بیان

کرے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، شرح العقیدہ والطحاویہ میں ہے۔
 ”سابقین علمائے امت یعنی صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین
 جو کتاب و سنت کے راوی ہیں اور اہل فقہ و قیاس ان کا ذکر بھلائی
 سے کیا جائے گا اور جو شخص ان کا تذکرہ برائی سے کرے گا، وہ
 مسلمانوں کی راہ پر نہ ہو گا۔ ص ۴۱۸

اسی کتاب میں صحابہ کرام کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے۔
 ”ہم اہلسنت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت رکھتے
 ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے، جو
 صحابہ کرام کو دوست نہیں رکھتا ہم بھی اس کو دوست نہیں رکھتے،
 اسی طرح ہم اس کو بھی مبغوض سمجھتے ہیں جو ان کا ذکر خیر سے نہیں
 کرتا، ہم صحابہ کرام کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں، صحابہ کرام
 کی محبت ایمان اور دین اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر اور
 نفاق اور سرکشی ہے۔ ص ۳۹۶

”اس سے بڑا گمراہ کون ہو گا جس کے دل میں ان لوگوں کے
 بارے میں جو نبیوں کے بعد خیار مومنین اور سادات اولیاء اللہ ہیں
 کوئی بات ہو۔ (ص ۳۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام کے بارے
 میں فرماتے تھے۔

”کانوا الفضل هذه الامة ابرها قلوباً واعمقها علماً
 و اقلها تكلفاً۔

یعنی صحابہ کرام کی جماعت اس امت میں سب سے افضل
 جماعت تھی، قلوب کے اعتبار سے یہ ساری امت سے نیک تھے،

ان کا علم سب سے گہرا تھا، اور صحابہ کرام کی جماعت میں تکلف بہت کم تھا۔۔۔۔

حضرت ابو زرہؓ فرماتے ہیں :

”جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی برائی کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندقہ ہے۔ الاصابہ ص ۱۱ ج ۱
حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں :

”فمن طعن فيهم او سبهم فقد خرج من الدين ومرف من ملة المسلمين۔ (الکبائر ص ۲۲۸)

یعنی صحابہ کرام کو جس نے مطعون کیا یا ان کو برا بھلا کہا وہ دین اسلام سے نکل گیا اور مسلمانوں کی ملت اور جماعت سے وہ کٹ گیا۔

علامہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

ومن توقيره ﷺ توقيره اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والافتداء بهم وحسن الشاء عليهم .

(الاسالیب البدیعیہ ص ۸)

یعنی آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی توقیر کی جائے، ان کے ساتھ نیک سلوک ہو ان کا حق جانا جائے، ان کی پیروی کی جائے ان کی مدح و ثنا کی جائے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

صحابہ کرام کی جو برائی کرے، اور ان کی لغزشوں کے درپے رہے اور ان کی طرف کوئی عیب منسوب کرے وہ منافق ہو گا۔

(الکبائر ص ۲۳۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جس نے اصحاب نبی میں سے کسی کو ابو بکرؓ کو عمرؓ کو عثمانؓ کو علیؓ کو، معاویہؓ کو عمرو بن عاصؓ کو برا بھلا کہا تو اگر وہ یہ کہے کہ وہ لوگ ضلال و کفر پر تھے تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات کہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

(شرح الشفاء ص ۵۵ ج ۱)

اسلاف امت کی آراء کا خلاصہ

گذشتہ سطور میں صحابہ کرام کے بارے میں اسلاف کے جو چند اقوال پیش کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) صحابہ کرام کی شان میں بد گوئی یا ان کے بارے میں کسی طرح کی بد اعتقادی اور سوء ظن حرام ہے، اور اس سے آدمی اہلسنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۲) صحابہ کرام کے بارے میں بد ظنی و بد اعتقادی اور ہر ایسا عمل اور قول جو ان کی عظمت و احترام کے منافی ہو زندقوں کا کام ہے۔

(۳) صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

(۴) صحابہ کرام کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کیا جائے گا۔

(۵) تمام صحابہ کرام اللہ کے رسول کے محبوب تھے۔

(۶) صحابہ کرام کی شان میں بد کلامی کرنے والوں سے قطع تعلق

واجب ہے۔

(۷) صحابہ کرام کی مذمت کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے خارج

ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی شان

میں کلمہ بدبو لے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔

(۹) صحابہ کرام کی عیب جوئی کرنے والا اور ان کی عظمت و مرتبہ کے خلاف بات کرنے والا منافق ہوتا ہے۔

(۱۰) صحابہ کرام کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور ان سے بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے۔

اس خلاصہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا معاملہ عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اسلاف امت نے صحابہ کرام کی عیب جوئی کرنے والوں کو مردود الشہادۃ قرار دیا ہے، ایسے لوگوں کا شریعت کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔

صحابہ کرام کو مجروح کرنے کی کوشش نبی کی ذات کو مجروح کرنا ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جس سے ان کا مقام و مرتبہ مجروح ہو، برہور است اللہ کے رسول ﷺ کی ذات گرامی کو مجروح قرار دینے کی کوشش ہے، اور آپ ﷺ کی تربیت و تعلیم پر انگلی اٹھانا ہے، جن کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہوگی اس کا دل صحابہ کرام کی عظمت و محبت سے بھی بھرا ہوا گا۔

صحابہ کرام کی ذات پر تنقید رافضیت و شیعیت کی علامت ہے

صحابہ کرام کے بارے میں بری ذہنیت شیعیت کی دین ہے، جن کے دل و دماغ میں شیعیت اور رافضیت کے جراثیم ہوتے ہیں انھیں کی زبان سے صحابہ کرام کے بارے میں ان کی عظمت و شان کے خلاف بات نکلتی ہے، اگر آپ ان لوگوں کے حالات پر غور کریں گے جو صحابہ کرام کی شان میں بدگوئی

کرتے ہیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ان کے افکار و خیالات پر پہلے ہی سے شیعیت کی چھاپ پڑی ہوتی ہے، اور وہ اپنے عقیدہ و عمل میں بہت حد تک شیعہ مزاج اور شیعہ فکر ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شیعیت کے ساتھ ساتھ ماصبیت کا بھی جرثومہ پالے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے وہ ایک طرف عام صحابہ کرام کے بارے میں بدگو ہوتے ہیں تو دوسری طرف ان کے قلم و زبان سے خاندان نبوت کے افراد کی بھی عزت و ناموس کوٹہ لگتا ہے۔

ہم اپنی اس مختصر ابتدائی گزارشات کے بعد اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں، ہم آئندہ صفحات میں یہ دیکھیں گے کہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف و نظریہ کیا ہے، اور کیا ان کا یہ نظریہ کتاب و سنت اور اکابر و اسلاف کے فکر و خیال سے ہم آہنگ ہے یا اس کے خلاف ہے، تاکہ یہ فیصلہ کرنا آسان ہو کہ غیر مقلدین کا شمار اہلسنت میں سے ہے یا یہ فرقہ اہلسنت و الجماعت سے خارج فرقہ ہے۔ وباللہ التوفیق



غیر مقلدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر اور فکر و خیال کیا ہے؟
تو جب ہم نے اس بارے میں ان کے اکابر اور اصاغر کے خیالات سے آگاہی حاصل کی اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں ان کا عقیدہ اور فکر سراسر ضلالت و گمراہی کا پر تو نظر آیا، ان کے افکار و خیالات پر شیعیت کی چھاپ نظر آئی، صحابہ کرام کے بارے میں ان کے قلم و زبان سے وہی کچھ اگلتا ہوا نظر آیا، جس کو شیعہ اگلا کرتے ہیں، اور صحابہ کرام کی ذات قدسیہ کے بارے میں جو کچھ شیعہ کہتے ہیں، بڑی حد تک وہی سب کچھ غیر مقلدین بھی کہتے ہوئے نظر آئے، میری یہ بات بلا وجہ کی مبالغہ آرائی یا جماعت غیر مقلدین کے خلاف کسی تعصب کا مظاہرہ نہیں ہے، بلکہ ایک واقعی حقیقت کا اظہار ہے، آنے والی سطور میں ہم اس حقیقت کو دلائل و شواہد کی روشنی میں ظاہر کریں گے۔

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

ایک جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کی جماعت کے مشہور عالم اور محدث نواب وحید الزماں صاحب نے اپنی مشہور کتاب ”کنز الحقائق“ میں اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے۔

ويستحب الترضى للصحابه غير ابى سفيان ومعاوية
وعمر بن العاص ومغيرة بن شعبه وسمرة بن جندب۔

ص ۲۳۴۔ (۱)

یعنی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے، لیکن
ابو سفيان، معاویہ، عمرو بن العاص، مغيرة بن شعبه اور سمرة بن
جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ شیعیت اور رافضیت کی
پیداوار ہے، یہ محدثین اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں ہے، یہ عبارت
کنز الحقائق کے جس نسخے میں نقل کی ہے اس کا سال طبع ۱۳۳۲ھ
ہے، یہ نسخہ مطبع شوکت الاسلام بنگلور کا مطبوعہ ہے، اسے نوے سال کا عرصہ
ہونے جارہا ہے، اور غیر مقلدین نے آج تک اس عقیدہ سے براءت کا اظہار
نہیں کیا، اس لئے نواب صاحب کا یہ فرمان صرف ان کی بات نہیں ہے، بلکہ
تمام غیر مقلدوں کا یہی متفق علیہ عقیدہ ہے، اگر آج کوئی اس کا انکار کرتا ہے
تو بڑوں اور اکابر جماعت کی خاموشی کے بعد ان چھوٹوں اور بعد والوں کے انکار
کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام
میں سے کچھ لوگ فاسق تھے۔ (معاذ اللہ)

غیر مقلدین کے اکابر نے اس سے بھی آگے بڑھ کے بات کہی ہے
انہوں نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ان لوگوں کے بارے میں کہا ہے
کہ یہ لوگ معاذ اللہ فاسق تھے، نزل الابرار جلد ثالث کے حاشیہ میں یہ عبارت

(۱) میری کتاب مسائل غیر مقلدین کے مقدمہ میں جہاں اس عبارت کا ذکر ہے اس
میں صفحہ نمبر غلط شائع ہو گیا ہے، ناظرین نوٹ کر لیں۔

موجود ہے۔

”لقلولہ تعالیٰ فان جاء کم فاسق نبأ فبینوا نزلت فی ولید بن عقبہ و كذلك قوله تعالیٰ ا فمن کان مومنا کمن کان فاسقا ، ومنہ یعلم ان من الصحابة من هو فاسق کالولید ومثله یقال فی حق معاویہ وعمرو ومغیرہ و سمرہ۔ (نزل الا برار ص ۹۴ ج ۳)

یعنی فان جاء کم فاسق والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں اتری ہے، اسی طرح یہ آیت بھی ا فمن کان مومنا کمن کان فاسقا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ (معاذ اللہ) فاسق بھی تھے۔ جیسے ولید اور اسی طرح کی بات معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔

نزل الا برار کتاب کا یہ نسخہ جس میں یہ بیہودہ عبارت ہے ۱۳۲۸ھ کا چھپا ہے اس کی طباعت مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالقاسم سیف بناری کے اہتمام میں ہوئی تھی، ان کے والد کے قائم کردہ پریس سعید المطابع بنارس میں یہ کتاب چھپی ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عقیدہ صرف مولانا وحید الزماں صاحب کا ہے، بلکہ یہی عقیدہ غیر مقلدین کے اکابر کا بھی ہے، اور آج تک غیر مقلدین علماء کے کسی بڑے عالم نے اس عبارت سے براءت ظاہر نہیں کی ہے۔ مولانا ابوالقاسم سیف بناری جن کے اہتمام اور جن کے حاشیہ سے یہ کتاب چھپی ہے ان کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب ”جہود مخلصہ“ میں لکھا ہے۔

وقد رزقه الله اولاداً صالحين منهم المحدث

محمد ابوالقاسم البنارسی وهو ایضاً من تلامیذ السید

نذیر حسین الدہلوی .

یعنی محدث محمد سعید بناری کو اللہ نے صالح اولاد عطا کی تھی، جن میں محدث محمد ابوالقاسم بناری بھی ہیں یہ مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔

غرض یہ کتاب محدث ابن محدث کے زیر اہتمام شائع ہو کر پوری جماعت غیر مقلدین کے عقیدہ و مسلک کی ترجمان ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ سلفیہ بنارس کی مطبوع کتاب، اہل حدیث کی تصنیفی خدمات میں اس کا بڑے پر زور الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے، اور اس کتاب کو فقہ اہل حدیث کی مشہور کتاب بتلایا گیا ہے، نزل الابرار اور ہدیۃ المحدثی کا ص ۶۲ میں تعارف موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

”یہ کتابیں بھی فقہ اہل حدیث کے موضوع پر ہیں اور عوام میں بہت مقبول ہیں۔“

اور مصنف کتاب کا تعارف ان الفاظ سے کر لیا گیا ہے، الشیخ العلام نواب وحید الزماں حیدر آبادی، ان شواہد اور دلائل کی روشنی میں کسی غیر مقلد کو اس کتاب کے مضامین سے انکار نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر کوئی ان کتابوں کا انکار کرتا ہے تو وہ محض اپنا منہ بچانا چاہتا ہے، میں لکھ چکا ہوں کہ عقائد و مسائل کے باب میں بڑوں کی بات کے آگے جھوٹوں کا لانا مسلم کہنا لکھنا بے حقیقت امر ہے، دنیا کا کوئی عقلمند اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔

(۳) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم میں سے کون افضل ہے، ہمیں اس کا پتہ نہیں، نواب وحید الزماں حیدر آبادی ہدیۃ المحدثی میں فرماتے ہیں:

ولا نعرف ای هؤلاء الخمسة افضل و ارفع درجة

عند الله بل لكل منهم فضائل و مناقب جمعة وكثرة
الفضائل لسيدنا علي ولامامنا الحسن بن علي اذ هما
جامعان لفضيلة الصحبة وفضيلة الاشتراك في اهل البيت
هذا هو قول المحققين - ص ۲۹۳-

یعنی ہمیں معلوم نہیں کہ ان پانچوں میں سے افضل کون ہے
اور کس کا مقام اللہ کے یہاں اعلیٰ وارفع ہے، ان میں سے ہر ایک
کی معجزیں بہت ہیں، البتہ فضائل کی کثرت سیدنا علی اور سیدنا امام
حسن کو حاصل ہے، اس لئے کہ ان کو شرف صحابیت بھی حاصل
ہے اور اہل بیت میں سے ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، محققین
کا قول یہی ہے۔

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے
صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں۔

غیر مقلدوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمان
صحابہ کرام سے بھی افضل ہو سکتے ہیں، عہد صحابہ کرام کے بعد بہت سے لوگ
ایسے ہوئے بھی جو صحابہ کرام سے افضل تھے۔ مولانا وحید الزماں صاحب
فرماتے ہیں۔

وهذا لا يستلزم ان لا يكون في القرون اللاحقة من
هو افضل من ارباب القرون السابقة، فان كثيراً من
متأخري علماء هذه الأمة كانوا افضل من عوام الصحابة
في العلم والمعرفة ونشر السنة وهذا مما لا ينكره عاقل
(ص ۹۰)

یعنی آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ خیر القرون قرنی ثم

الذین یلونہم الخ سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں سے افضل نہ ہوں، اس لئے کہ بہت سے اس امت کے متاخرین علماء علم و معرفت اور سنت کی نشر و اشاعت میں عوام صحابہ سے افضل تھے، اور یہ وہ بات ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا۔

ہمیں اب تک کسی غیر مقلد عالم کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ اس نے نواب وحید الزماں کی اس بات کا انکار کیا ہو، اس لئے یہ عقیدہ بھی اس جماعت کا مسلم عقیدہ ہے۔

امام مہدی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل ہیں

غیر مقلدین علماء کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام مہدی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے: نواب وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں:

والمحقق ان الصحابی له فضيلة الصفة ما لا يحصل للولی ولكنه يمكن ان تكون لبعض الاولیاء وجوه اخرى من الفضيلة لم تحصل للصحابی كما روى عن ابن سيرین باسناد صحيح ان امامنا المهدی يكون افضل من ابی بکر و عمر. هدية المهدی ص ۹۰

یعنی محقق بات یہ ہے کہ صحابی کو صحبت کی فضیلت حاصل ہے، جو ولی کو حاصل نہیں، لیکن ممکن ہے کہ کچھ ولیوں کو فضیلت کی کچھ دوسری وجہیں حاصل ہوں، جو صحابی کو حاصل نہیں ہیں جیسا کہ ابن سیرین سے صحیح سند سے مروی ہے کہ ہمارے امام

مہدی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل ہوں گے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ کسی اہلسنت نے اس دلیل سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر حضرت امام مہدی کی فضیلت ثابت کی ہے۔

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں التزاماً خلفاء کرام کا نام لینا بدعت ہے۔ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولا يلتزمون ذكر الخلفاء ولا ذكر سلطان الوقت

لكونه بدعة غير ما ثوردة عن النبي واصحابه . ص ۱۱۰

یعنی اہل حدیث خلفاء اور سلطان وقت کا خطبہ جمعہ میں نام لینے کا التزام نہیں کرتے، اسلئے کہ ایسا کرنا بدعت ہے کہ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں ہے۔

صحابی کا قول حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب و عقیدہ میں صحابی کا قول دین و شریعت میں حجت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

دوم آنکہ اگر تسلیم کردہ شود کہ سند ایس فتویٰ صحیح مست تاہم

ازو احتیاج صحیح نیست زیرا کہ قول صحابی حجت نیست۔ ص ۳۴۰

یعنی دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا یہ فتویٰ صحیح بھی ہے تب بھی اس سے

دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ صحابی کا قول دلیل نہیں ہے۔

اور نواب صدیق حسن نے عرف الجادی میں لکھا ہے۔

حدیث جابر دریں باب قول جابر ست و قول صحابی حجت نیست یعنی حضرت جابر کی یہ بات (کہ لا صلوة لعن یقرأ والی حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے ہے۔) حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ص ۳۸

فتاویٰ نذیریہ میں حضرت علیؑ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:
مگر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علیؑ کے اس قول سے صحت جمعہ کیلئے معرکا شرط ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔
(فتویٰ نذیریہ ص ۵۹۳ ج ۱)

صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے، التاج المکمل میں نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں۔

وفعل الصحابی لا یصلح للحجة ص ۲۹۲
یعنی صحابی کا فعل اس لائق نہیں ہوتا کہ وہ دلیل شرعی بنے۔

صحابی کی رائے حجت نہیں ہے

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ صحابہ کرام کی رائے دین میں حجت نہیں ہے۔ عرف الجادی میں ہے کہ:

آرے اگر سخن ہست در قبول، رائے ایشان نہ روایت یعنی اگر گفتگو ہے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے قبول نہیں نہ کہ ان

کی روایت۔

صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے

غیر مقلدین کے مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول و فعل اور ان کی رائے حجت نہیں ہے، اسی طرح صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

رابعاً یہ کہ ولو فرضنا تو یہ عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں، یعنی حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ اگر آنحضور ﷺ اس زمانہ میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے (اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔ (ص ۶۲۲ ج ۱)

حضرت عائشہ کی شان میں فتاویٰ

نذیریہ والے مفتی کی گستاخی

اس مسئلہ کے ضمن میں کہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے، جو حجت شرعی نہیں۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے حضرت عائشہؓ کی شان میں زبردست گستاخی کی ہے، انھیں آنحضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے، اور ان کو قرآن کی اس آیت کے مصداق قرار دیا ہے: **وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمَوْمِنِينَ فَوَلَّاهُ مَا تَوَلَّىٰ وَنَصَلَ جَهَنَّمَ فَمِثْلُ شَأْنِهِ**۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی بات ملاحظہ ہو۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی جو رسول سے اختلاف کرے گا جبکہ مکمل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور مومنین کے علاوہ راستہ چلے گا تو ہم اس کو وہی حوالہ کر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔

پھر اب جو شخص بعد ثبوت قول رسول و فعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے: **وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمَوْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۚ أَلَا يُهْدَىٰ ۚ** جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہر گز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منہ حکم صریح الہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا ہے، اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ ص ۶۲۲

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں اس نے در پردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کیسا زبردست حملہ کیا ہے، افسوس اس فتویٰ پر میاں نذیر حسین صاحب کا بھی بلا کسی اختلافی نوٹ کے دستخط موجود ہے، مفتی کے اس بیہودہ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور ﷺ کے حکم کی مخالفت

کی۔

(۲) حضرت عائشہ نے اس مسئلہ میں آنحضور ﷺ کے حکم کی مخالفت

کر کے آیت مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں۔

(۳) حضرت عائشہ نے اس مسئلہ میں اپنے قیاس اور رائے کو دخل دیا۔

(۴) حضرت عائشہ نے دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دیکر

وہی کام کیا جو شیطان نے انا خیر منہ کہہ کر کیا تھا۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ یہ کہہ کر کہ موجودہ وقت

عورتوں کو مسجد اور عید گاہ جانا مناسب نہیں ہے۔ شریعت کو بدل ڈالنے کی

جرات کی۔

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

جناب میں یہ گستاخیاں بڑے سے بڑا گنہگار بھی اگر اس کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہے کر سکتا ہے؟

غیر مقلدین خلفائے راشدین کے عمل کو مستقل سنت تسلیم نہیں کرتے

تمام اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل مستقل سنت ہے، اور ان کی سنت کی اتباع بحکم حدیث نبوی علیکم ہستی و سنة الخلفاء الراشدين لازم ہے، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

لسنة الخلفاء الراشدين هي معا امر الله به ورسوله

وعليه ادلة شرعية كثيرة۔ (فتاویٰ ص ۱۰۸ ج ۴)

یعنی خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ اور

اس کے رسول کا ہے اور اس پر بہت سے شرعی دلائل ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کے علماء کا یہ مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ہم خلفائے راشدین کی انہیں سنتوں کو قبول کریں گے جو آنحضور ﷺ کے قول و عمل سے موافق ہوگی۔ خلفائے راشدین کی مستقل سنت دین میں حجت نہیں ہے، چنانچہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں علیکم ہستی الخ والی حدیث کی شرح میں اپنی اس بات کو بڑی قوت سے بیان کیا ہے۔ (دیکھو تحفہ)

غیر مقلدین اور حضرت عمرؓ

غیر مقلدین کے اکابر و اصاغر نے خلفائے راشدین میں سے بطور خاص حضرت عمر فاروقؓ کو اپنے قلم کا اپنی کتابوں میں بہت نشانہ بنایا ہے، اور ان کی

شخصیت کو مجروح کرنے کیلئے تمام وہ حربے استعمال کئے ہیں، جن کا استعمال حضرت فاروقؓ کے بارے میں شیعہ کرتے ہیں، حدف دونوں فرقوں کا حضرت عمر رضی اللہ کی ذات کو مطعون کرتا ہے، بس انداز کا فرق ہے۔

حضرت عمرؓ موٹے موٹے مسائل میں غلطی کرتے تھے اور ان کا شرعی حکم انھیں معلوم نہیں تھا

چنانچہ طریق محمدی میں مولانا محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں:

ہیں آؤ سنو بہت سے صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان میں غلطی کی، اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق اعظمؓ بے خبر تھے۔ ص ۳۱

پھر دس مسئلوں میں حضرت عمرؓ کی بے خبری ثابت کرنے کے بعد محمد جونا گڑھی صاحب کا ارشاد ہوتا ہے:

یہ دس مسئلے ہوئے ابھی تلاش سے ایسے اور مسائل بھی مل سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے ہیں دلائل شرعیہ آپ سے مخفی رہے۔ ص ۳۲

اللہ اکبر! غیر مقلدین میں ایسے بھی دم ختم والے علماء موجود ہیں جو حضرت عمر فاروقؓ کی بھی دینی و شرعی مسائل میں غلطیاں پکڑتے ہیں۔

خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام نافذ کرتے تھے

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ خلفائے راشدین اپنی ذاتی مصلحت بنی کی بنیاد پر احکام شرعیہ اور کتاب و سنت کے خلاف احکام صادر کیا کرتے تھے، اور

خلفائے راشدین کے ان احکام کو امت نے اجماعی طریقہ پر رد کر دیا
جامعہ سلفیہ بنارس کے محقق رئیس احمد ندوی سلفی صاحب فرماتے ہیں:
”اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بنی کی بنیاد پر بعض
خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیاں خویش
اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے
ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر
دیا“ (تنویر الآفاق ص ۱۰۷)

اس سلسلہ میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

”ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن
میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے
طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دیکر نصوص
واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔ ص ۱۰۷ ایضاً

اسی سلسلہ کا ندوی سلفی موصوف کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے
ہیں:

مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں
حضرت عمرؓ یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب و سنت کے
خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا، لیکن
پوری امت نے؟ ان معاملات میں بھی حضرت عمرؓ یا دوسرے خلیفہ
راشد کی جاری کردہ قانون کے بجائے نصوص کی پیروی ہے۔ ص ۱۰۸
ناظرین کرام موصوف محقق سلفی صاحب کی ان عبارتوں سے مندرجہ
ذیل حقائق کا انکشاف ہوتا ہے:

- (۱) خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام جاری کرتے تھے۔
- (۲) پوری امت نے اجماعی طریقہ پر خلفائے راشدین کے ان خلاف

کتاب و سنت احکام کو رد کر دیا ہے۔

(۳) خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف دینی و شرعی احکام میں اپنا موقف اختیار کرتے تھے۔

(۴) خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف قانون جاری کرتے تھے۔ یہ ہیں وہ حقائق جو جامعہ سلفیہ بنارس کے سلفی ندوی استاذ کے کلام سے ماخوذ ہیں، اب مسلمان غور فرمائیں کہ کیا اس کے بعد بھی خلفائے راشدین کا دین و شریعت میں کوئی مقام باقی رہ جاتا ہے، اور خلفائے راشدین کی کتاب و سنت کے خلاف اس جرأت بیجا کے بعد بھی ان کو راشد کہنا عقلاً و نقلاً درست قرار پائے گا؟ یا مسلمانوں کو ان کی باتوں پر یا ان کی سنتوں پر کسی بھی درجہ میں اعتماد کرنا جائز و درست ہو گا۔

خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ اندازہ گفتگو عین رافضیت و شیعیت کے فکر و نظر کا اظہار نہیں ہے؟
آپ غور فرمائیں کہ اگر غیر مقلدوں کا خلفائے راشدین کے بارے میں یہ فکر کسی بھی درجہ میں معتبر ہے تو پھر علیکم بستی و سنة الخلفاء الراشدين کا کیا معنی باقی رہ جاتا ہے

نادک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے بے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کا

نصوص شرعیہ کے خلاف موقف

غیر مقلدین علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دینی و شرعی معاملات میں نصوص شرعیہ کے خلاف موقف اختیار کرتے تھے، مولانا رحیم احمد ندوی صاحب فرماتے ہیں:

ظاہر ہے کہ کسی نصوص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائحہ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بتایا جاسکتا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا، اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا رکن قرار دیا جاسکتا ہے۔ ص ۸۷-۸۸

مسلمانوں ذرا غور کرو کہ غیر مقلدیت کا راستہ کیسا شیطانی راستہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد آدمی صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقہائے صحابہ کے بارے میں کیسی زبان استعمال کرنے لگتا ہے۔

خدا را ذرا ابتلاؤ صحابہ کرام کے بارے میں یہ انداز گفتگو کسی اہل سنت والجماعت کا ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگ اہل حق قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ آہ غیر مقلدیت کی راہ کیسی پر خطر راہ ہے، جس راہ پر چل کر ایمان کا بچانا دشوار ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قرآن کی آیات واحادیث سمجھ میں نہیں آئیں

یہی جامعہ سلفیہ بنارس کے ندوی و سلفی غیر مقلد صاحب بڑے طنطنے سے اور نہایت تحقیر آمیز انداز میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ گہرا فحشانی کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی دو آیتوں اور پچاس حدیثوں میں تیمم سے نماز کی اجازت ہے، حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے سامنے یہ آیات واحادیث پیش ہوئی تھیں، پھر بھی ان کی سمجھ میں بات نہیں آ سکی۔ ص ۲۱۸

یہ انداز گفتگو اسی کا ہو سکتا ہے جس کا قلب بغض صحابہ سے مکدر ہو، اور جس کے فکر و ذہن پر شیعیت نے پورا قبضہ جما لیا ہو، جسے نہ عمر کا مقام معلوم ہو نہ ابن مسعود کا (رضی اللہ عنہما) افسوس غیر مقلدیت کے نام پر صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ پر اس طرح حملے ہو رہے ہیں، اور دین کی بنیاد ڈھانے کا نہایت خوفناک کھیل کھیلا جا رہا ہے، ہماری دینی بے حسی کا حال یہ ہے کہ ہمارے اندر اتنی جرأت نہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں ایسے گستاخوں کے ہاتھ سے قلم چھین لیں۔

حضرت عمرؓ نے قرآنی حکم کو بدل ڈالا

جامعہ سلفیہ کا یہ محقق عمر فاروقؓ کے خلاف اپنے دل میں سخت کینہ پالے ہوئے ہے، جس عمر فاروقؓ کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس راہ سے عمر گزرتے ہیں شیطان اس راہ سے نہیں گزرتا، اور جس عمر فاروقؓ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے، اور جس عمر فاروقؓ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اللہ نے حق کو حضرت عمرؓ کی زبان پر نازل کیا ہے، اور جس عمرؓ کی یہ شان تھی کہ قرآن میں بیس سے زیادہ آیتیں حضرت عمرؓ کی خواہش کے مطابق اللہ نے نازل فرمائی، جس عمر فاروقؓ کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بے پناہ طاقت حاصل ہوئی، اور جس عمر فاروقؓ کو وفات کے بعد اللہ کے رسول کے پہلو میں سونے کی جگہ ملی، جس عمر کو فاروقؓ یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا کا لقب دربار نبوت سے ملا، انھیں عمر کے بارے میں غیر مقلدین شیعوں کے ہم زبان ہو کر یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ عمر فاروقؓ نے اللہ کی شریعت کو بدل ڈالا تھا، اور قرآن کے حکم میں ترمیم کر دی تھی، جامعہ سلفیہ کا یہ سلفی ندوی محقق عمر فاروقؓ کی شان میں کیا بکتا ہے، ناظرین ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:

موصوف عمر کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں، مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی، اس قرآنی حکم میں موصوف نے یہ ترمیم کی کہ تین قرار پانے لگیں (ص ۴۹۸ تنویر) اس کے بعد موصوف نہایت غیظ و غضب کے عالم میں حضرت عمرؓ کے خلاف اپنے دلی بغض کا یوں اظہار کرتے ہیں:

پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ میں فرمان فاروقی کو جو تعزیری طور پر نافذ کیا گیا تھا اور نصوص کتاب و سنت کے خلاف بعض سیاسی مصلحت کے سبب اپنایا گیا تھا، قانون شریعت بتالیا جائے۔ (ص ۴۹۹)

حضرت علی اور صحابہ کرام غصہ میں غلط فتویٰ دیا کرتے تھے

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا تھا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ کے ندوی سلفی استاذ حدیث صاحب فرماتے ہیں:

ظاہر ہے کہ حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی۔۔۔۔۔ یہی غصہ والی بات ان صحابہ کے فتاویٰ میں بھی کار فرما تھی، جنہوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلایا۔ ص ۱۰۳ مزید ارشاد ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ زبان سے غصہ کی حالت میں نکلی ہوئی ایسی

باتوں کو حجت شرعی نہیں قرار دیا جاسکتا جبکہ غیر نبی کی یہ باتیں

خلاف نصوص ہوں۔ ص ۱۰۴

اہل علم غور فرمائیں کہ اس غیر مقلد محقق نے حضرت علیؑ اور حضرات صحابہ کی شان میں کیسی بیہودہ بکواس کی ہے، وہ کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا جو فتویٰ دیا تھا وہ غصہ میں تھا اور غلط تھا، صحابہ کرام کے بھی ایسے سارے فتاوے کا جن میں تین طلاق کے تین ہونے کا ذکر ہے وہ غصے کے اور غلط فتاوے ہیں۔ حضرت علیؑ اور صحابہ کرام کے یہ فتاوے کتاب و سنت کے خلاف ہیں جو قابل قبول نہیں۔

خلیفہ راشد حضرت علیؑ یا عام صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں وہی کرے گا جس کی عقل موقوف ہو چکی ہو، جس کا قلب مریض ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کی عاقبت خراب کرنے فیصلہ کر چکا ہوتا ہے تو اس کی زبان و قلم سے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں نکلتی ہیں اور اس کی ذہنیت اس قسم کی بنتی ہے اور اس کی زبان و قلم سے اس قسم کی بیہودہ باتیں نکلتی ہیں۔

غیر مقلدیت کے عنوان پر ضلالت و گمراہی کی کیسی کیسی راہیں کھل رہی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت نہ فرمائے تو ایمان ہی کے بھسم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

غیر مقلدین کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود نماز اور دین کی بہت سی باتیں

بھول گئے تھے۔

غیر مقلدین کے اصاغر ہی سے نہیں بلکہ اکابر سے بھی بہت سی باتیں

بالکل بھولی قسم کی صادر ہوتی ہیں کہ ان کو عام عقل انسانی بھی باور نہیں کر سکتی، مگر یہ غیر مقلدین اپنے نظریہ اور اپنے فکر کو سچ ثابت کرنے کیلئے ان کا اپنی زبان و قلم سے برملا اظہار کرتے ہیں۔ خواہ اس سے جماعت صحابہ کی عظیم سے عظیم تر شخصیت کی عظمت مجروح ہوتی ہو مگر ان غیر مقلدوں کو اس کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعت صحابہ میں بڑا عظیم مرتبہ حاصل تھا، اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت و ملازمت میں بیشتر اوقات رہا کرتے تھے، کوئی اجنبی آتا تو ان کو خاندان نبوت کا فرد سمجھتا۔ ان کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ تمسکوا بعہد ام عبد ابن مسعود کے طور و طریق اور ان کے احکام کو مضبوطی سے تھام لو، نیز اللہ کے رسول صحابہ کرام سے فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود جس طرح تمہیں قرآن پڑھائیں اس کے مطابق قرآن پڑھا کرو، اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم و فقہ اور ان کی دینی پختگی اور امور جہاں بانی میں ان کی صلاحیت پر ایسا اعتماد تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لو کنت مو مرا احدا منهم من غیر مشورۃ لامرت علیہم ابن ام عبد، (ترمذی) یعنی اگر میں کسی کو جماعت صحابہ پر بلا مشورہ امیر اور حاکم بناتا تو ابن مسعود کو بناتا۔

غرض صحابہ کرام کی جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بڑا امتیازی مقام حاصل تھا، مگر غیر مقلدوں کا ان کے بارے میں کیا حال ہے اور ان کے نزدیک انکی کیا مزیت و فضیلت ہے تو مولانا عبدالرحمن مبارکپوری جیسا غیر مقلدین کا محدث یہ فرماتا ہے کہ ان کو تو نماز بھی پڑھنے نہیں آتی تھی، نماز کی وہ بہت سی چیزوں کو بھول گئے تھے، اسی وجہ سے وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، اور ابن مسعود تو نماز کے مسائل کے علاوہ بھی دین کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے، مولانا عبدالرحمن صاحب نے ترمذی کی شرح میں

حضرت عبداللہ بن مسعود پر جو کلام کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے، ناظرین کی بصارت کیلئے میں ان کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

”ولو تنزلنا وسلمنا ان حدیث ابن مسعود هذا صحيح

او حسن فالظاهر ان ابن مسعود قد نسبہ كما قد نسی

اموراً كثيرة“ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۲۱ ج ۱)

یعنی اگر ہم نزول کریں اور تسلیم کر لیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی رفع یدین نہ کرنے والی یہ حدیث صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ابن مسعود نے رفع یدین کرنا بھلا دیا تھا، جیسا کہ انھوں نے دین کی بہت سی باتوں کو بھلا دیا تھا۔

اب جب ان غیر مقلدین سے کہا جاتا ہے کہ سوچو تم حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو کیا یہ بات ایک عام مسلمان سے بھی ممکن ہے کہ نماز کی اتنی اہم سنت کو اپنی پوری زندگی بھولا رہے اور اسے لوگوں کا رفع یدین کرنا دیکھ دیکھ کر بھی یاد نہ آئے، تو غیر مقلدوں کے بڑے چھوٹے سب ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ یہ بات ہم تحقیقاً نہیں کہہ رہے ہیں، تقلید اکہہ رہے ہیں اور فلاں نے بھی تو یہی کہا ہے یعنی یہاں غیر مقلدین خالص دوسروں کے مقلد بن جاتے ہیں اور اس وقت نہ تقلید حرام ہوتی ہے اور نہ شرک۔

صحابہ کرام خلاف نصوص عمل پر عمل پیرا تھے

غیر مقلدین کے علماء اکابر کا یہ بھی مذہب ہے کہ صحابہ کرام خلاف نصوص کام بھی کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ جانتے ہوتے کہ یہ کام کتاب و سنت کے خلاف اور حرام و معصیت ہے، مولانا رکیس احمد ندوی فرماتے ہیں:

ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر یہ سارے صحابہ بیک وقت تین طلاق دے ڈالنے والے فعل کو

حرام و معصیت اور خلاف نصوص کتاب و سنت قرار دینے پر متفق ہیں۔
(تنویر الآفاق ص ۵۱)

اور اسی سلسلہ کارائیں احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کا یہ دوسرا ارشاد بھی ملاحظہ ہو، اس میں پہلی بات کی تکرار کے علاوہ جوش غیر مقلدیت کا مزید مظاہرہ ہے، فرماتے ہیں، ندوی سلفی صاحب:

اس سے قطع نظر ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر وہ بھی ایک وقت میں تینوں طلاق دے ڈالنے والے فعل کو نصوص کتاب و سنت کے خلاف اور حرام و معصیت قرار دینے پر متفق ہیں، لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم و واقع مان لینا دوسروں کیلئے دلیل شرعی حجت کیونکر ہو سکتا ہے۔ (ص ۵۴، تنویر الآفاق)

یعنی موصوف استاذ جامعہ سلفیہ ندوی سلفی صاحب کے نزدیک صحابہ کرام وہ کام بھی کیا کرتے تھے جو (۱) خلاف نصوص ہوا کرتے تھے جو (۲) حرام و معصیت ہوا کرتے تھے۔ (۳) شریعت میں جن کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی، معاذ اللہ، یہ ہیں صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدوں کا گندہ عقیدہ، اگر صحابہ کرام کا یہی حال تھا جیسا کہ ندوی سلفی صاحب فرماتے ہیں، تو کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ: وَكَرِهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ، جو اس بات پر نص قطعی ہے کہ صحابہ کرام کو فسق و عصیان والے کام سے طبعی نفرت تھی۔

خلاف شرع جانتے ہوئے بھی صحابہ کرام اس کا فتویٰ دیتے تھے

غیر مقلدین کا مذہب یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کام حرام، معصیت ہے، خلاف نصوص ہے، مگر اس کے باوجود بھی وہ اس خلاف شرع کام کا فتویٰ دیتے تھے، جامعہ سلفیہ کے شیعہ المزاج والفکر استاذ سلفی ندوی کا یہ کلام ذی شان ملاحظہ ہو، فرمایا جاتا ہے:

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ متعدد صحابہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے وقوع کا اگرچہ فتویٰ دیتے تھے مگر بہ مراحت بھی ان سے منقول ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہے اور حرام و ناجائز بھی۔ (تویر الآفاق ص ۱۰۵)

اس عبارت کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے، جو یہ جان کر بھی کہ فلاں کام خلاف نصوص ہے، حرام اور معصیت ہے، پھر بھی اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے، اور اس طرح وہ لوگوں کو حرام اور معصیت کے کام میں مبتلا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے بارے میں میرا خیال ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا رافضی بھی اس سے سخت تر بات نہیں کہہ سکتا، اگر محقق موصوف کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر صحابہ کرام کی عدالت کا ساقط ہونا یقینی ہے، خلاف نصوص قصداً اور عداً فتویٰ دینا اور حرام و معصیت جان کر بھی اس بات کو لوگوں میں اپنے فتادویٰ کے ذریعہ سے پھیلانا، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس گناہ کا مرتکب دائرہ فسق میں آتا ہے، اس کو عادل کیسے کہا جائیگا۔

شیعوں نے صحابہ کرام کے بارے میں جن باتوں کو غیر سنجیدہ اور غیر علمی انداز میں پھیلا یا تھا آج انھیں باتوں کو غیر مقلدیت کی راہ سے علم و تحقیق

کے نام پر پھیلا یا جا رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف

جامعہ سلفیہ کے محقق سلفی ندوی نے اپنی کتاب ”تنویر الآفاق“ میں رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور فقہائے صحابہ میں عظیم المرتبت فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف نہایت سوقیانہ و عامیانہ زبان میں گفتگو کی ہے، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

چونکہ ابن مسعود کا بیان مذکور اللہ و رسول کے بیان کردہ اصول شریعت کے خلاف ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ بیان ابن مسعود شرعاً ساقط الاعتبار ہے۔^۱
مزید ارشاد ہوتا ہے۔

دریں صورت ابن مسعود کا اپنی نظر میں اس طرح کا تعلیم والا مفلوک عمل اگر قابل نفاذ ہے، لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی واضح و ظاہر ہے، یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی تو آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا ان کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتویٰ بنا لیتا درست ہے
(ص ۱۶۵)

صحابہ کرام آیات سے باخبر ہونے کے باوجود ان کے خلاف کام کرتے تھے

غیر مقلد سلفی ندوی محقق کا صحابہ کرام کے بارے میں یہ گندہ ریمارک ہیں تاریک ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس گستاخ قلم کی جرأت کی داد دیں، فرمایا جاتا

بہت سے صحابہ و تابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے۔ (ص ۷۴، تنویر)

قرآن کی آیت کا علم و خبر رکھنے کے باوجود صحابہ کرام ان آیات کے خلاف عمل کرنا یہ شیعوں کے گھر سے اڑائی ہوئی بات ہے، شیعوں نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی کتابوں میں اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں، آج غیر مقلدین پر بھی یہی شیعہ ذہنیت چھائی ہوئی ہے، اس لئے صحابہ کرام کے بارے میں جو شیعہ کہتے آئے ہیں، آج غیر مقلدین بھی انہیں کی تھاپ پر اپنا طبلہ بجا رہے ہیں۔

صحابہ کرام نصوص کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے

غیر مقلدین کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کتاب و سنت کی نصوص کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، اس کتاب ”تنویر الآفاق“ میں جامعہ سلفیہ کے ندوی سلفی محقق صاحب فرماتے ہیں:

حالانکہ پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جاسکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔ (ص ۵۱۵)

غیر مقلدین کو تو اللہ کا ایسا ڈر اور کتاب و سنت سے ایسا عشق اور شریعت کے احکام کی ایسی معرفت ہے کہ ان کا ہر عمل کتاب و سنت کے مطابق ہوتا ہے اور ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر لفظ ہو بہو شریعت ہوتا ہے، مگر صحابہ کرام کو نہ معاذ اللہ غیر مقلدیت والا تقویٰ حاصل تھا اور نہ ان جیسا صحابہ کرام کو کتاب و سنت سے عشق تھا نہ شریعت کی صحابہ کرام کو غیر مقلدین والی معرفت

حاصل تھی اور نہ ان کے دلوں میں نصوص کتاب و سنت کا ان جیسا احترام تھا،
و صحابہ کرام کتاب و سنت کے نصوص کے خلاف فتویٰ جاری کیا کرتے تھے،
معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں

حضرت عبداللہ بن عباس کا فتویٰ تین طلاق کے بارے میں جمہور اہل
سنت کے مطابق ہے، یعنی وہ بھی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا کرتے
تھے، حضرت عبداللہ بن عباس کے اس فتویٰ کو کثم کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ
کے محقق استاذ صاحب فرماتے ہیں:

اگر بالفرض حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ (کہ تین طلاق ایک
ہوتی ہے) نہ بھی ہو تو ہم حدیث کے قبیح ہیں، ابن عباس کے
نہیں۔ (۳۳۸، تنویر)

ناظرین یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے
میں اللہ کے رسول ﷺ نے بطور خاص دعا فرمائی تھی۔ اللھم فقہ فی الدین
وعلمہ التاویل، یعنی خدایا تو ابن عباس کو دین میں تفقہ کی دولت عطا فرما اور
ان کو قرآن کی تفسیر کا علم مرحمت فرما، آنحضور ﷺ کی اسی دعا کے پیش نظر
قرآن کے فہم میں حضرت ابن عباس کا وہ مقام تھا کہ ان کو امت نے ترجمان
القرآن کے لقب سے نوازا، اور صحابہ کرام میں ان کو وہ خصوصی امتیاز تھا کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کے ساتھ ان کو مشوروں میں شریک کیا
کرتے تھے، اور دین و شریعت کے بارے میں ان کے تفقہ و فہم پر ان کو اور سارے
صحابہ کرام کو بھرپور اعتماد تھا، مگر غیر مقلدین کو ان کے تفقہ اور ان کے فتویٰ پر
اعتماد نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا۔ صحابہ کرام کے بارے میں غیر
مقلدوں کا یہ انداز گفتگو بتلاتا ہے کہ صحابہ کرام سے ان کو کس درجہ کی جڑ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں

غیر مقلدیت اختیار کر لینے کے بعد آدمی صحابہ کرام کے بارے میں کس درجہ گستاخ ہو جاتا ہے اس کا اندازہ درج ذیل کلام سے کیجئے، جو حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے والد حضرت عمر فاروق کے بارے میں جامعہ سلفیہ بنارس کے استاذ حدیث کے قلم سے نکلا ہے، فرماتے ہیں:

جب فرمان نبوی کے بالمقابل باعتراف ابن عمران کے باپ عمر فاروق جیسے خلیفہ راشد کا قول و عمل ناقابل قبول ہے تو ابن عمر یا کسی بھی صحابی کا جو قول و عمل خلاف فرمان نبوی ہو وہ کیوں کر مقبول ہو سکتا ہے۔ (ص ۳۴۶، تنویر)

اس پوری کتاب میں اسی بات پر پورا زور صرف کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام، اور خلفائے راشدین کتاب و سنت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، کتاب و سنت کے خلاف عمل کیا کرتے تھے، حرام و معصیت کے مرتکب ہوا کرتے تھے، اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے، حکم شریعت کو بدل دیا کرتے تھے، غصہ میں غلط اور خلاف نصوص و کتاب و سنت فتویٰ دیا کرتے تھے، اور تمام امت ان کے اس طرح کے اقدامات کو غلط قرار دیا کرتی تھی اور اس کو رد کیا کرتی تھی۔

یہ ہے معاذ اللہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر، اب آپ غور فرمائیں کہ کیا صحابہ کرام کے بارے میں جن کا اس قسم کا عقیدہ اور نقطہ نظر ہو اس کا تعلق کسی بھی درجہ میں اہل سنت و الجماعت سے ہو سکتا ہے، اور کیا غیر مقلدوں کو فرقہ ناجیہ میں شمار کرنا درست ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جماعت ہمارے اور اصحاب کے طریقہ پر ہوگی، تو جن کی نگاہ میں صحابہ کرام کا

مقام یہ ہے کہ نہ ان کے قول کا اعتبار نہ ان کے فعل کا اعتبار نہ ان کے فہم کا اعتبار نہ ان کے قیاس و رائے کا اعتبار، جو خلاف شرع اور معصیت والا کام کیا کرتے تھے اور ان کا عمل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی نصوص کے خلاف ہوا کرتا تھا، جو دینی و شرعی احکام کو اپنی رائے سے بدل دیا کرتے تھے، بھلا ایسا گروہ یا ایسی جماعت صحابہ کرام کے راستہ کو کیوں اختیار کرے گی، اور صحابہ کرام کی جماعت مبارکہ اس کے نزدیک دین کے بارے میں معیار اور کسوٹی کس طرح قرار پائے گی؟ اور جب وہ صحابہ کرام کے طریق پر نہ ہوگی اور ان کے عمل اور ان کی سنتوں کو بغض و نفرت کی نگاہ سے دیکھے گی تو وہ تاجیہ جماعت میں سے کیسے ہوگی، اور ماننا علیہ و اصحابی کا مصداق غیر مقلدین کی جماعت کیسے بن سکے گی؟

صحابہ کرام کے بارے میں اللہ و رسول کے جوار شادات ہم نے اس کتابچے کے شروع میں نقل کئے ہیں، اسے دیکھئے اور غیر مقلدین کے صحابہ کرام کے بارے میں اس نقطہ نظر کو دیکھئے دونوں میں کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم نے جامعہ سلفیہ بنارس کے استاذ رئیس احمد ندوی کی اس کتاب سے بطور خاص بہت زیادہ اقتباسات پیش کئے ہیں تاکہ کسی غیر مقلد کو اس کی جرأت نہ ہو کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہماری جماعت صحابہ کرام کے بارے میں نقطہ نظر نہیں ہے، اس وجہ سے کہ یہ کتاب ہندوستان کے سب سے بڑے اور غیر مقلدوں کے مرکزی ادارہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے، اور اس ادارہ کے استاذ حدیث کے قلم سے شائع ہوئی ہے، نیز یہ کہ اس پر جو مقدمہ ہے وہ اس ادارہ کے معتمد تعلیمات ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کا ہے، اپنے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب اس کتاب اور اس کتاب کے مصنف کی تعریف کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے، وہی پوری جماعت کی ترجمانی اور

یہی پوری جماعت کا صحابہ کرام کے بارے میں موقف اور نقطہ نظر ہے، مولانا مقتدی حسن ازہری کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

جمود اور تعصب کی صورت میں اپنے مسلک کو چھوڑ کر حق بات اختیار کرنا بڑا مشکل ہے، لیکن کتاب میں جن دلائل کو پیش کیا گیا ہے اور مولف نے جس بالغ نظری اور دقت رسی سے ہر شبہ کو دور کیا ہے اس کے پیش نظر ہمیں قوی امید ہے کہ متلاشیان حق کیلئے یہ تحریر کافی ہوگی، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں صحیح مسئلہ پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا، (ص ۱۶ تنویر)

حکیم فیض عالم صدیقی اور صحابہ کرام

کچھ سال قبل غیر مقلدین کے حلقہ کے ایک عالم حکیم فیض عالم صدیقی کا بڑا نام اور شہرہ تھا، اس وقت معلوم نہیں موصوف حکیم صاحب زندہ ہیں یا رابی ملک عدم ہوئے، ان کی تین کتابوں نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اختلاف امت کا المیہ، صدیقہ کائنات اور شہادت ذوالنورین ہمیں ان تینوں کتابوں کے پڑھنے کا شرف حاصل ہے، حکیم صاحب موصوف کی ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد ہمارا اثر یہ ہے کہ اس شخص میں باصبیت اور رافضیت دونوں کے جراثیم تھے۔ صحابہ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں نہایت بد زبان اور بد لگام شخص تھا، فقہائے کرام کے بارے میں یہ جلابھنا غیر مقلد تھا، حکیم موصوف کی ان تمام قبیح صفتوں کے باوجود حلقہ غیر مقلدین میں اس کو ”بے نظیر محقق“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، صحابہ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں اس غیر متلد محقق صاحب کے جذبات کیا تھے تو درج ذیل اقتباسات سے ناظرین اس کا اندازہ لگائیں گے:

حضرت علیؑ بے فکر شہزادہ کی طرح

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے حکیم فیض عالم موصوف فرماتے ہیں:

غنیمت سے بے حساب مال آپ کو گھر میں بیٹھے مل جاتا تھا
حرم آباد تھا، اولاد موجود تھی، آٹھ دس گاؤں بطور جاگیر خانگے
ملاشہ کی طرف سے عنایت ہوئے تھے، گویا آپ ایک بے فکر شہزادہ
کی طرح زندگی گزار رہے تھے، کبھی کبھار دینی امور میں اپنی خوشی
سے حصہ لیتے تھے، مگر امور جہاں بانی یا سیاست مدنی یا دنیوی تھیں
و فراز میں مغمز ماری کی ضرورت ہی کبھی محسوس نہ کی تھی۔

(صدیقہ کائنات ص ۷۱)

حضرت علیؑ کی نام نہاد خلافت

اور خود ساختہ حکمرانی

حکیم فیض عالم غیر مقلد نے اپنی کتاب خلافت راشدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یا خاندان نبوت کے دوسرے حضرات یا ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ خاص اس کی سبائیت اور شیعہ ذہنیت کا پر تو ہے۔ یہ شخص حضرت علیؑ کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہے۔ ناظرین سینہ پر ہاتھ رکھ کر سنتے رہیں، فرمایا جاتا ہے۔

جہالت، ضد ہٹ دھرمی، نسلی عنصیت کا کوئی علاج نہیں، اپنے
خود ساختہ نظریات سے چمپے رہنے یا مزعومہ تخیلات کو سینہ سے
لگائے رکھنے کا دفعیہ ناممکن ہے، مگر سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کے
متعلق قرآنی آیات حضور صادق و مصدوق کے ارشادات کی

روشنی میں حقائق گزشتہ صفحات میں بیان کئے جا چکے ہیں، ان کی موجودگی میں سیدنا علیؑ کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صریحاً دینی بددیانتی ہے، مگر اغیار نے جس چابکدستی سے آنجناب رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت کو خلافت حقہ ثابت کرنے کیلئے دنیائے سبائیت سے در آمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔ ص ۵۵-۵۶

سیدنا علیؑ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا

اس کی مزید گہرا فحاشی ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتا ہے:

اسی طرح اگر سیدنا علیؑ کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا، مگر سیدنا علیؑ نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آور بنانا چاہا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آساف تو حیات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں، بلکہ کم و بیش ایک لاکھ فرزند ان توحید خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ ص ۵۱

حضرت علیؑ کی خلافت عذاب خداوندی تھی

اس شخص غیر مقلد حکیم فیض عالم کے سینہ میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے خلاف کیسا بغض بھرا ہوا ہے، ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے بارے میں اس غیر مقلد کا یہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں، اور اس کی گندی ذہنیت کا اندازہ لگائیں

لکھتا ہے:

آپ کو امت نے اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا تھا، آپ دنیائے سبائیت کے منتخب خلیفہ تھے، اسی لئے آپ کی خود ساختہ خلافت کا چارپانچ سالہ دور امت کیلئے عذاب خداوندی تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزند ان توحید خون میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو گئے، آپ کی شہادت عالم اسلام کیلئے ایک آیہ رحمت ثابت ہوئی۔

..... اور

عالم اسلام نے چارپانچ سال کی اتار کی کے بعد سکھ کا سانس لیا۔

(ص ۲۲۸)

حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں

رکھنا سبائیت کی ترجمانی ہے

حکیم موصوف کی غیر مقلدیت ایسی دو آتشہ ہے کہ وہ اس کو بھی گوارا نہیں کرتی کہ حضرت حسن و حسین کو جماعت صحابہ میں شمار کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب سیدنا حسن بن علی کے ص ۲۳ پر فرماتے ہیں:

حضرات حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔

(سیدنا حسن بن علی ص ۲۳، از مسائل الہمدیث جلد دوم)

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نواسہ رسول کی وفات کے بارے میں اس غیر مقلد حکیم فیض عالم کا یہ غلیظ تبصرہ ہے، یہ شخص حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

سیدنا حسن کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات عزت رسول اور حسن بن علی میں بدلائل ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت

جماعِ عذیبیہ اور تپِ محرقہ سے ہوئی۔ (خلافت راشدہ ص ۲۱۵)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں

غیر مقلد حکیم فیض عالم کے خیالات

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو حکیم فیض صاحب کے ایمان افروز ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمائے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ان کے ارشادات آپ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حسینؑ کا کوفہ جانا اعلاء

کلمہ حق کیلئے نہیں تھا

حضرت حسن مکہ سے کوفہ تشریف لے گئے، دنیا اس کا مقصد کچھ بتلاتی ہو مگر حکیم فیض صاحب کا ارشاد یہ ہے۔

آپ اعلاء کلمہ الحق کے نظریہ کے تحت عازم کوفہ نہیں ہوئے تھے بلکہ حصول خلافت کیلئے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔
(واقعہ کربلا ص ۷۔ از رسائل الہمدیث جلد دوم)

آپ کے دل میں حصول خلافت کی دبی ہوئی پرانی خواہش انگڑائیاں لیکر بیدار ہو گئیں اور آپ تمام عالم اسلام کے منتخب اور مایہ ناز صحابہ کرام اور تابعین کے سمجھانے کے باوجود ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ سے عازم کوفہ ہوئے۔ (رسائل الہمدیث جلد دوم ص ۹۸-۹۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں

میں ایک اور کریہہ بیمارک

خاندانِ نبوت کے سب سے چہیتے اور نواسہ رسول ﷺ کے بارے میں

ان غیر مقلد صاحب کا ناظرین سینہ پر ہاتھ رکھ کر یہ ریمارک بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا جاتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ آپ برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مر جاتے ہیں، ورنہ پاگل ہو جاتے ہیں، اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہو جاتی ہے، اور ذہن کما حقہ سوچنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

(خلافت راشدہ ص ۱۳۸)

گویا حکیم صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کا سفر اس وجہ سے ہوا تھا کہ چونکہ آپ معاذ اللہ برسام کے مریض تھے جس میں کم از کم آدمی سوچنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس کا دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ آپ کے دماغ نے بھی اس مرض کی وجہ سے کام نہیں کیا تھا اور لوگوں کے ہزار سمجھانے کے باوجود حصول خلافت کی خواہش شدید تھی کہ آپ نے سب کے مشوروں کو نظر انداز کر کے کوفہ کا سفر کیا تھا۔

جگر گوشہ بتول نواسہ رسول اور خاندان نبوت کے اس فرزند عظیم کے بارے میں یہ ہے حکیم فیض عالم صدیقی غیر مقلد صاحب کا اظہار خیال۔ انا اللہ وانالہ راجعون

مسلمانوں خدا را غور کرو کہ کیا جس کے قلب میں حضور اکرم ﷺ کی ذرا بھی محبت ہوگی وہ خاندان نبوت کے ان فرزندوں کے بارے میں اس قسم کی بے ہودہ بکواس کر سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہما سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی اس دعا سے ہوتا ہے آپ دعا فرماتے تھے۔

اللهم انی احبهما شاحبهما واحب من یحبهما . (ترمذی)

اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے
محبت کر اور ان کو تو محبوب رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔
یہی حضرت حسن و حسین ہیں کہ ان کو اللہ و رسول نے جنت کے نوجوانوں
کا سردار بتلایا ہے۔

قال رسول الله ﷺ الحسن والحسين سيدا
شباب اهل الجنة. (ترمذی)

یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین جنت کے نوجوانوں
کے سردار ہیں۔

یہی وہ فرزند ان خاندان نبوت ہیں جن کو اللہ کے رسول مارے محبت
کے سینہ سے چماتے تھے، اور محبت سے بوسہ دیتے تھے۔

عرض یہ ہے کہ جن کو اللہ سے محبت ہوگی اس کو اللہ کے رسول سے
محبت ہوگی اور جن کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی وہ خاندان نبوت کے افراد
سے بھی محبت رکھے گا۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والا اہل
بیت کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھے گا اور نہ اس کے قلم سے اس قسم
کی بیہودہ بکواس صادر ہوگی جس کا نمونہ قارئین نے حکیم فیض عالم غیر مقلد
صاحب کی تحریروں میں دیکھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے

میں حکیم فیض عالم کا گندہ خیال

حضرت حذیفہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، محرم اسرار رسول ﷺ تھے،
یعنی آنحضور ﷺ کی بہت سی وہ باتیں جو دوسروں کو نہیں معلوم تھیں۔
آنحضور ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ان سے مطلع کر دیا تھا، اس وجہ سے صحابہؓ

کرام میں ان کا ایک خاص مقام تھا، صحابہ کرام کو آنحضور ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا

ماحدثکم حذیفۃ فصدقہ (ترمذی)

حضرت حذیفہ جو تم سے بیان کریں تم اس کو سچ جانتا
انھیں حضرت حذیفہ کے بارے میں حکیم فیض عالم کی بکواس یہ ہے کہ
وہ معاذ اللہ حضرت عمر فاروق کے قتل کی سازش میں شریک تھے، حکیم
موصوف کا ارشاد یہ ہے، فرماتے ہیں:

کیا حذیفہ کے ان الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس
سازش سے باخبر تھے اور اگر یہ سازش صرف یہودیاجوس کی تیار
کردہ تھی تو حذیفہ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کون سا امر مانع
تھا، اس حذیفہ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبا
کے معتمد خاص تھے۔ (شہادت ذوالنورین ص ۱۷)
حکیم صاحب گویا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر کی شہادت میں حضرت
ابو حذیفہ اور ان کے لڑکے کا بھی عمل دخل تھا۔

حضرت ابوذر غفاری کی کمیونسٹ

نظریہ والے تھے

حضرت ابوذر غفاری کا صحابہ میں ایک خاص مقام تھا، آنحضور ﷺ
کے بہت دلارے تھے، آنحضور ﷺ کے ساتھ ان کے عشق و محبت اور
شدت تعلق کا عالم یہ تھا کہ وہ آنحضور ﷺ کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے والے
تھے، مزاج زاہدانہ تھا، دنیا کی محبت کا گزر ان کے دل میں نہیں تھا، ان کے
بارے میں حکیم فیض عالم صدیقی نے جس انداز کی بات کہی ہے اس کا کسی ایسے
شخص کے قلم سے نکلنا ناممکن ہے جو مقام صحابہ سے ذرا بھی واقف ہے اور جس

کا دل ایمان و یقین کی دولت سے معمور ہو، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکیم صاحب علامہ اقبال کے اس شعر۔

مثایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو کس نے

وہ کیا تھا زور حیدر فقر بوذر صدق سلمانی

کی آڑ میں اپنے بغض و کینہ اور اپنی غیر مقلدیت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

اس شعر میں دوسرے نمبر پر حضرت ابو ذر غفاریؓ کا نام

ہے جو ابن سبا کے کیونسٹ نظریہ سے متاثر ہو کر ہر کھاتے پیتے

مسلمان کے پیچھے لٹھ لیکر بھاگ اٹھتے تھے۔ (خلافت راشدہ ص ۱۴۳)

غیر مقلدیت کے ناسور میں آدمی مبتلا ہو کر کیسی کیسی بہکی باتیں کرتا

ہے، قارئین اس کا اندازہ لگائیں۔

تعجب ہے کہ جو غیر مقلدین رفع یدین اور آمین بالجہر جیسے فردی مسائل

میں ہر وقت قلم تان کر کھڑے رہتے ہیں، اپنی جماعت کے ان گستاخانہ قلم کے

خلاف ان کی زبان خاموش رہتی ہے، ان کا قلم گنگ رہتا ہے، اور ان کے دلوں

میں صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں سن کر خلش پیدا نہیں ہوتی۔

ہم برادران اسلام سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ غیر مقلدیت کے فتنہ کو

سمجھیں، یہ فتنہ مختلف بیرونی اور غیر بیرونی طاقتوں کے بل پر آج بڑی تیزی

سے سر اٹھا رہا ہے۔

کتاب و سنت کا نام لے کر ضلالت و گمراہی کا پرچار فرقہ غیر مقلدین کا

خاص حدف ہے، یہ فرقہ سارے اہل سنت و الجماعت مسلمانوں کی تکفیر پر لگا

ہوا ہے، مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلا کر، گھروں میں لڑائی جھگڑا کی فضا

ہموار کرنا اور مسجدوں میں اختلافات کو ہوا دینا، دین کے خدام اور اللہ والوں کی

شان میں بکواس کرنا، اس فرقہ کا مزاج بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر رحم نہ فرمائے

تو مسلمانوں کا رشد و ہدایت کی راہ پر لگا رہنا اس مادیت اور فتنوں کے دور میں بہت مشکل ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا و ہب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب . و صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ و صحبہ اجمعین

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور صحابہ کرام

گذشتہ صفحات میں ناظرین نے دیکھا کہ غیر مقلدین کا صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں نقطہ نظر کیا ہے؟ ان کے خیالات صحابہ کرام کے بارے میں کس طرح کے ہیں، اگر انسان خالی الذہن ہو کر ان میں غور کرے گا تو غیر مقلدین اور شیعوں کے صحابہ کے بارے میں عقیدہ و مسلک میں بڑی ہم آہنگی نظر آئے گی، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں فرقے ائمہ دین کی تقلید کے منکر ہیں، شیعہ بھی تقلید کا انکار کرتے ہیں اور غیر مقلدین بھی تقلید کے منکر ہیں، اور اسلاف امت سے بیزاری اور بد اعتمادی کا اور ان کی شان میں جرأت و گستاخی کی سب سے بڑی وجہ یہی عدم تقلید ہے، جس کی شخص یا فرقہ میں عدم تقلید کا رجحان پیدا ہو گا، اس کی زبان و قلم کا اسلاف کے بارے میں بے باک ہو جانا قطعی اور یقینی ہے۔

غیر مقلدین شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اپنے تعلق خاطر کا بڑا اظہار کرتے ہیں اور نادائقوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ان کی سلفیت اسی نیک اور معیار کی ہے جس پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم اور بعد میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہم اللہ تھے، غیر مقلدین کا یہ خالص فریب ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے فکر و مزاج میں زمین آسمان کا بعد ہے، چند مسائل میں شیخ الاسلام کی پیروی اور تقلید کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقلدین کا فکر و خیال اور مذہب و عقیدہ بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ والا ہے، مثلاً صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا جو نقطہ نظر ہے وہ شیخ الاسلام کے مسلک اور عقیدہ کے بالکل خلاف ہے، میں یہاں بہت مختصر طریقہ پر صحابہ

کرام کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے خیالات کی چند جھلکیاں قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ قارئین غیر مقلدین اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے صحابہ کرام کے بارے میں خیالات سے آگاہ ہو کر اندازہ لگائیں کہ دونوں کی راہ کتنی مختلف اور الگ ہے۔

صحابہ کا فعل حجت ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا فعل حجت نہیں ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک صحابہ کرام کا فعل حجت ہے، وہ جگہ جگہ اپنے فتاویٰ میں صحابہ کرام کے فعل سے حجت پکڑتے ہیں مثلاً اس مسئلہ کو بیان کیلئے کہ سفر میں چار نہیں دو رکعت نماز ادا کی جانی چاہئے فرماتے ہیں۔

والنبي صلى الله عليه وسلم كان في جميع

امصاره يصلي ركعتين ولم يصل في السفر اربعا قط ولا

ابوبكر ولا عمر .. (فتاویٰ ص ۳۸ ج ۲۲)

یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی سفر میں چار رکعت نماز

نہیں پڑھی اور نہ یہ عمل ابو بکر کا تھا اور نہ عمر کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ کا فعل دین و شریعت میں دلیل بنتا ہے اسی طرح صحابہ کرام کا بھی

صحابہ کرام کا کسی کام کو کرنا یہ اس کے

سنت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا عقیدہ و مسلک صحابہ کرام کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اگر کسی کام کو کریں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عمل مشروع اور سنت

ہے، ایک مسئلہ میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

فلو ان هذا من السنن المشروعة لم يفعل هذا
عمر و يقره المسلمون عليه۔ ص ۳۹۶ ج ۲۲، یعنی اگر یہ
عمل مسنون اور مشروع ہوتا تو حضرت عمرؓ اس کو نہ کرتے اور نہ
مسلمانوں کو اس پر جے رہنے دیتے۔

صحابہ کرام ہم سے زیادہ سنت کے قبیح تھے۔

غیر مقلدین کا عقیدہ و مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام خلاف نصوص اور
حرام و معصیت امور کا بھی ارتکاب کرتے تھے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا
فرمان یہ ہے کہ صحابہ کرام امت میں سب سے زیادہ سنت اور شریعت کے قبیح
اور آغضور ﷺ کے فرمان کے فرمانبردار تھے۔ فرماتے ہیں:

ومن المعلوم ان الصحابة في عهده وبعده الفضل
منا و اتبع للسننة و اطوع لامره۔ ص ۷۹ ج ۲۲)
یعنی یہ بات معلوم ہے کہ صحابہ کرام آغضور ﷺ کے
زمانہ میں اور آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی ہم سے افضل تھے
اور آپ ﷺ کی سنت کے سب سے زیادہ اتباع کرنے اور آپ
کے حکم کے سب سے زیادہ فرماں بردار تھے۔

**صحابہ کرام آغضور ﷺ کی سنتوں
کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے**

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام سب سے
زیادہ سنتوں کے عالم تھے اور سب سے زیادہ ان کی اتباع کرنے والے تھے۔

بل اصحاب النبی ﷺ الذين هم اعلم الناس
بسننه و ارغب الناس في اتباعها۔ ص ۱۱۰ ج ۲۳

یعنی صحابہ کرام آپ ﷺ کی سنتوں کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کی اتباع کے حریص تھے۔

خلفائے راشدین کے بارے میں ابن تیمیہ کے ارشادات

غیر مقلدین نے خلفائے راشدین کو مطعون کرنے کیلئے وہ سب کچھ روا رکھا ہے جو ایک رافضی اور شیعہ کر سکتا ہے، مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک خلفائے راشدین کا مقام و مرتبہ کیا تھا اس کو معلوم کرنے کیلئے ابن تیمیہ کے درج ذیل ارشادات پر نظر ڈالیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پر حضرات صحابہ کو جمع کیا اور حضرت ابی بن کعب کو ان کی نماز تراویح کا امام بنایا، جب ایک رات حضرت عمرؓ نے ان کو اجتماعی شکل میں تراویح پڑھتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ نعمت البدعة هذه، یہ کیا ہی عمدہ نو ایجاد کام ہے، چونکہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں باجماعت تراویح کا اہتمام نہیں تھا جو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا، تو اس پر آپ نے بدعت کا لفظ استعمال کیا، حضرت عمرؓ کے اس قول کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خلفائے راشدین میں سے ہیں، اور آنحضور ﷺ نے خلفائے راشدین کے عمل کو سنت بتلایا ہے اور اس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرمایا ہے، اس وجہ سے حضرت عمرؓ کا یہ فعل سنت ہے، اس کو لفظ بدعت کہا گیا ہے، اس کی تفصیل کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وهذا الذي فعله سنة لكنه قال نعمت البدعة هذه

فانها بدعة في اللغة لكونهم فعلوا ما لم يكونوا يفعلونه في

حياة الرسول ﷺ يعني من الاجتماع على مثل هذه و

ہی سنة من الشريعة۔ ص ۲۳۵ ج ۲۲

یعنی حضرت عمرؓ کا یہ فعل سنت ہی ہے، حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت لفظ کہا ہے، شرعاً نہیں، اس لئے کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام اس طرح جمع ہو کر تراویح نہیں پڑھا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا یہ عمل شرعی سنت ہے۔

غیر مقلدین کے علماء تو فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا وہ عمل سنت قرار پائے گا جو آنحضور ﷺ کے قول و عمل اور آپ کی سنت کے مطابق ہو، آنحضور ﷺ کی سنت کے خلاف جو عمل ہوگا، خواہ وہ خلفائے راشدین کا عمل ہی کیوں نہ ہو وہ عمل باطل و مردود ہوگا، اور ابن تیمیہ کا مسلک و عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا قول و عمل مستقل سنت ہے۔

خلفائے راشدین جو عمل جاری کرتے تھے وہ اللہ اور رسول کے فرمان کے موجب جاری کرتے تھے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تراویح کے علاوہ متعدد امور کو جن کو خلفائے راشدین نے جاری کیا تھا، شمار کر کے بتلایا کہ یہ سب کے سب سنت ہیں، اس لئے کہ خلفائے راشدین کا ان امور کو جاری کرنا بحکم خدا اور رسول تھا۔

لأنهم منوہ بأمر الله ورسوله فهو سنة وإن كان

فی اللغة یسمى بدعة۔ ص ۲۳۵ ج ۲۲

یعنی خلفائے راشدین کے جاری کردہ سارے کام اگرچہ لغت کے اعتبار سے بدعت کہلائیں مگر شریعت میں وہ سب کے سب سنت ہی ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

وما سنہ خلفائہ الراشدون فانما منوہ بأمرہ فهو

من سنتہ۔ ص ۲۸۲ ج ۱

یعنی خلفائے راشدین جو طریقہ عمل جاری کریں وہ بھی
آنحضور اکرم ﷺ کی سنت ہی کہائے گا، اس لئے کہ خلفائے
راشدین کا عمل آنحضور ﷺ کے حکم سے تھا۔

خلفائے راشدین کا عمل بھی رائج ہے

غیر مقلدین خلفائے راشدین کو دین میں بالکلیہ ساقط الاعتبار کرنے
کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا خلفائے راشدین کے
بارے میں فیصلہ یہ ہے، ایک مسئلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

ولما قضیٰ به الخلفاء الراشدون لا سیما ولم
یثبت عن غیرهم خلافة وان ثبت فان الخلفاء الراشدین
اذا خالفهم غیرهم کان قولهم هو الراجح، لان النبی
ﷺ قال علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین
المہدیین من بعدی تمسکوا بها وعضوا علیها بالتواجد
وایاکم و محدثات الامور فان کل بدعة ضلالة۔

ص ۳۳۷ ج ۳۲

یعنی جبکہ اس کا فیصلہ خلفائے راشدین نے کر دیا اور ان کا
کوئی مخالف بھی نہیں اور اگر مخالف بھی ہو تا تو بھی خلفائے راشدین کا
فیصلہ ہی رائج ہے، اس وجہ سے انہیں کے بارے میں آنحضور ﷺ کا
ارشاد ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو اختیار کرو، میرے
خلفاء راہ حق پر ہیں ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنتوں کو مضبوطی سے تھامو
، دانتوں سے پکڑو اور دیکھو نئے نئے کاموں سے بچو اس لئے کہ دین
میں ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔

خلفائے راشدین کا عمل بدعت نہیں ہو سکتا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سے آنحضور ﷺ کا عمل اور آپ کی سنت پر بدعت کا اطلاق جائز نہیں ہے، اسی طرح سے خلفائے راشدین کا عمل اور سنت کو بدعت کہنا حرام اور ناجائز ہے۔ خلفائے راشدین کے عمل سنت ہی ہوگا، بدعت نہیں ہے، ان کے عمل اور ان کی سنت کو بدعت کہنے والا ان کے رشد و ہدایت کا منکر ہے۔

خلفائے راشدین کوئی عمل جاری

کریں تو وہ شریعت ہے

ابن تیمیہ کے افکار و خیالات خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدوں سے بالکل الگ ہیں، غیر مقلدین نے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسکو پڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قلوب میں خلفائے راشدین کی کوئی عظمت و اہمیت نہیں ہے، وہ بلا تکلف ان کو حرام و معصیت کا مرتکب بتلاتے ہیں، اور ان کی سنتوں پر بدعت ہونے کی پھبتی کتے ہیں، لیکن ابن تیمیہ کا عقیدہ و مسلک یہ ہے کہ ان کے نزدیک جس طرح سے آنحضور ﷺ کی سنت دین و شریعت ہے اسی طرح خلفائے راشدین کی بھی سنت دین و شریعت ہے، ایک جگہ محرم کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

ولم یسن رسول اللہ ﷺ ولا خلفاؤه الراشدون

فی یوم عاشوراء شیئا من هذه الامور۔ ص ۳۱۰ ج ۲۵

یعنی عاشوراء محرم میں جو بعض لوگ کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں وہ نہ تو آنحضور ﷺ کی سنت ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین کا عمل اور طریقہ تھا۔

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح دین و شریعت میں آنحضور ﷺ کی سنت دلیل شرعی ہے، اس طرح خلفائے راشدین کی سنت بھی دلیل شرعی ہے، آنحضور ﷺ کے عمل کی طرح خلفائے راشدین کا عمل بھی مسنون عمل کہلاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن تیمیہ کے بلند کلمات

غیر مقلدین نے خلفائے راشدین میں سے بطور خاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس طرح کے کلمات استعمال کئے ہیں اس کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے منہ میں شیعوں کی زبان گھس آئی ہے، اب دیکھئے بطور خاص حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن تیمیہ کے خیالات کیسے اور کیا ہیں؟ فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق خلیفہ ہوئے، انھوں نے مجوسی اور نصاریٰ کفار کو مغلوب کیا، اسلام کو عزت بخشی، اسلامی شہر بسائے، لوگوں کیلئے عطیئے مقرر کئے، دیوانی اور دفاتر مقرر فرمائے، عدل کو پھیلایا، سنت کو قائم کیا، اسلام نے ان کے زمانے میں خوب غلبہ پایا اور اللہ کے اس وعدہ کی تصدیق سامنے آگئی۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیداً، اسی طرح سے اللہ کا یہ وعدہ بھی ان کے زمانہ میں پورا ہوا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً۔ (۱) ص ۳۰۴ ج ۳۵

صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے

غیر مقلدین اجماع صحابہ کے منکر ہیں، ان کے نزدیک دلیل شرعی صرف دو چیزیں ہیں: کتاب اللہ اور حدیث رسول، اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے، ایک چیز اجماع بھی ہے، اور صحابہ کا اجماع تو دلیل قطعی ہے، فرماتے ہیں:

فاجماعهم حجة قطعية (ص ۲۵۲ ج ۲۲)
یعنی صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی منقصدت جنس روافض سے ہے

غیر مقلدین کے علماء کے بیانات آپ نے پڑھے ان سے آپ نے اندازہ لگایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے خلاف ان کے دلوں میں کیسا بغض بھرا ہوا ہے، مگر حضرت شیخ الاسلام کا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ابن تیمیہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وسئل علی عن علماء الناس فقال واحد بالعراق

ابن مسعود، وابن مسعود فی العلم من طبقة عمر و علی

(۱) پہلی آیت کا ترجمہ: وہی ہے جس نے بیجا اپنا سول سیدھی رلو پر اور بچے دین پر تاکہ وہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔

اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے: وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انھوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دیگا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے انگوں کو اور جمادے گا ان کیلئے دین ان کا، جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن، میری بندگی کریں گے اور شرک نہ کریں گے۔

وابی معاذ وهو من الطبقة الاولى من علماء الصحابة
فمن قدح فيه او قال هو ضعيف الراوية فهو من جنس
الرافضة الذين يقدحون في ابي بكر و عمر و عثمان و
ذلك يدل على افراط جهله بالصحابة و زندقته و نفاقه.
ص ۵۳۱ ج ۴ فتاویٰ

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابہ میں
سے علماء کون ہیں، تو آپ نے فرمایا عالم تو ایک ہی ہیں اور وہ عراق
میں حضرت ابن مسعود ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم میں
حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی، حضرت معاذ کے طبقہ کے
صحابی تھے، علماء صحابہ میں ان کا شمار طبقہ اولیٰ میں ہوتا ہے، اب جو
ان کی برائی کرے یا یہ کہے کہ وہ روایت میں کمزور تھے تو از قسم
رافضی ہے، جو ابو بکر اور عمر اور عثمان کی شان میں بیہودگی کرتے
ہیں، یہ دلیل ہے کہ وہ شدید قسم کا جاہل ہے، زندیق اور منافق
ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے علم سے دنیا کو بھردیا

گزر چکا ہے کہ غیر مقلدین حضرات عبداللہ بن عباس کے بارے میں
بھی کیسی خراب زبان استعمال کرتے ہیں، ابن تیمیہ حضرت عبداللہ بن عباس
کے مقام بلند کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جر الامۃ (امت کے
زبردست عالم) اور ترجمان القرآن تھے، اللہ نے ان کے فہم میں برکت عطا کی
تھی۔ کتاب وسنت سے مسائل شرعیہ اخذ کیا کرتے تھے۔

حتى ملأ الدنيا علماً و فقهاً . ص ۹۴ ج ۴

کہ انھوں نے دنیا کو علم و فقہ سے بھر دیا۔

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت ابوسفیان وغیرہ ابن تیمیہ کی نظر میں

غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے حضرت معاویہ، حضرت سفیان، اور حضرت عمرو بن العاص وغیرہ کے متعلق بہت سخت کلام کیا ہے، ناظرین اس کو ملاحظہ فرما چکے ہیں، لیکن ابن تیمیہ ان حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں:

كانوا هؤلاء المذكورون من احسن الناس
اسلاما واحمدهم سيرة لم يتهموا بسوء بل ظهر
منهم من حسن السلام وطاعة الله ورسوله وحب الله و
رسوله والجهاد في سبيل الله وحفظ حدود الله .
(ص ۵۴ ج ۴)

یہ تمام مذکورہ لوگ بہترین اسلام والے تھے ان کی
سیرت قابل تعریف تھی، کسی برائی سے متہم نہیں تھے، ان سے
ان کے اسلام کی خوبی ظاہر ہوتی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت ظاہر ہوتی، انھوں نے اللہ کے
راستہ میں جہاد کیا اللہ کی حدود کی حفاظت کی۔

اور بطور خاص حضرت معاویہ کے بارے میں فرماتے ہیں
واتفق العلماء أن معاوية افضل ملوك هذه الامة
فان الاربعة قبله كانوا خلفاء نبوة وهو اول الملوك ، كان
ملكه ملكا ورحمة كما جاء في الحديث يكون الملك
نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا و
رحمة۔ ص ۷۸ ج ۴

یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ اس امت کے

سب سے بہتر بادشاہ تھے، آپ سے پہلے چاروں خلفاء نبوت تھے، حضرت معاویہ اس امت کے پہلے بادشاہ ہیں، آپ کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بادشاہت نبوت ہوگی اور رحمت ہوگی۔ پھر خلافت ہوگی اور رحمت ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی اور رحمت ہوگی۔

حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ

حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ کے بارے میں غیر مقلد عالم حکیم فیض عالم کے خیالات سے اس کتاب کے پڑھنے والے آگاہ ہو چکے ہیں۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت سے صحابہ کرام کا نام لینے کے بعد جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت حذیفہ بھی ہیں، ان حضرات کے بارے میں اپنا خیال یوں ظاہر کرتے ہیں۔

ممن کان اخص الناس بالرسول واعلمهم بباطن

امورہ واتبعهم لذلك۔ ص ۹۱ ج ۳

یعنی یہ حضرات ان صحابہ کرام میں سے تھے جن کا تعلق آنحضور اکرم ﷺ سے بہت خصوصیت کا تھا آپ کے باطن امور کو یہ حضرات خوب جاننے والے تھے، اور آپ ﷺ کی ان باتوں کے خود مطیع و فرمانبردار تھے۔

جن صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کے قلم سے سب و شتم کے انداز کی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے بارے میں یہ خیال ہے۔

ہمارے سامنے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس موضوع سے متعلق اور بہت سی باتیں ہیں، چونکہ مجھے مختلف وجوہ سے اس تحریر کو بہت زیادہ طول

نہیں دینا ہے اس وجہ سے میں ان باتوں کو نظر انداز کرتا ہوں، میں توقع کر رہا ہوں کہ اس تحریر سے میرا جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا، یعنی یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے نقطہ نظر اور فکر و عقیدہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے، بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اس لئے غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ان کا مذہب و مسلک اور فکر و عقیدہ شیخ الاسلام یا ان کے متبعین جیسا ہے۔

والحمد لله اولاً و آخراً والسلام علی من اتبع الهدی

و صلی اللہ علی النبی وسلم

محمد ابو بکر غازی پوری

۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ